

خواتین اور دینی مسائل

(سوالات و جوابات)

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۳-۱۴، شاہ عالم مارگ، لاہور۔ (پاکستان)

(ہمہ حقوق حق بائیں محفوظ ہیں)



ہم کتاب: خواتین اور دینی مسائل

مصنف: سید ابوالخاکی موسوی

تقریباً

ایڈیشن

اشاعت:

۸۱۸۰۰

۱۹۸۷ء مئی ۱۹۸۷ء تا اکتوبر ۱۹۸۷ء

۱۱۰۰

۱۹۸۷ء مئی ۱۹۸۷ء

اجزاء: پندرہ نمبر (پانچ حصے) (تفصیل دیکھیں)

اسکے ششکھور (پانچ حصے) (تفصیل دیکھیں)

بائیں

۱۴ ایڈیشن (پانچ حصے) (تفصیل دیکھیں)

فون: 7689546-7684504-7688674 فکس: 7688674

ای میل: islamic@ms.net.pk

تقریباً

مطبع:

فہرست مضامین

مقالہ

۹	دینی اور دنیاوی تعلیم
۱۰	حضرت خاں کا پیرائش
۱۳	امید اور خواب
۱۵	اسلام کی توحید و عظمت
۱۸	ہندوؤں کی عورت و چاہت اور عشق
۲۱	منہاجات الہی
۲۳	مجموعہ غیبی، حضرت نذیر اللہ کے لیے لکھا
۲۴	خواب میں دریافت الہی
۲۶	عمر کی حقیقت اور حقیقت
۲۸	نور اللہ کے احکامات و عبادت
۳۱	شعاع کا کج فتنہ

عبادت اور فتنی مسائل

- ۴۵ انکار اور فتنہ کے مسائل کے بارے
میں چھ سو سو
۴۶ انجیل، احادیث، تبلیغ اسلام
۴۷ کیا فلسفے کی بات کے بارے میں رد و تصدیق دیا جاتا ہے؟
۴۸ برہان دینی

سائنسی مسائل

- ۴۹ ہرگز نہیں تو جی کا علم
۵۰ غیر لوم قرنی، انور سے پردہ کا صحت
۵۱ پردہ کے فتنی چند کی سمجھوت
۵۲ رسول کا شریعت
۵۳ آفات کے فلسفے اور فتنی مسائل
۵۴ اسلام اور سائنس کا تعلق
۵۵ عقوبت کا علم
۵۶ ابتدائی تصویریں
۵۷ کثیر کی تعریف اور اس کے حوالے سے کام
۵۸ آسمان اور زمین اور ان کے درمیان

۱۱۳	تقدیر و تقدیر پرستی
۱۱۴	قرآن مجید و علم و حکمت
۱۱۵	حقوق قبل از اسلام
۱۱۶	حکمت حق
۱۱۷	فیوض و فطرت
۱۱۸	فیوض و فطرت اور وحی و انجیل
۱۱۹	گندہ و گندہ گشت کا سنگ
۱۲۰	ہالی قوانین اور قانون شریعت
۱۲۱	ملک و ملک کے لیے آزادی اقل کی حدود
۱۲۲	حکومت و غیر
۱۲۳	انسانی حقوق اور دینی کے حقوق
۱۲۴	پہنچاؤ و پہنچاؤ کی شادی
۱۲۵	پہنچاؤ کی شادی و نکاح
۱۲۶	نکاح کا اصول و حکم
۱۲۷	محبت کا فطرت و فطرت کا استقبالیہ
۱۲۸	بین الاقوامی کے حقوق
۱۲۹	قرآن مجید و انجیل
۱۳۰	دین و دنیا و انجیل کے اصول و فطرت و فطرت
۱۳۱	کے تقاضات

- ۱۷۰ کیا راج محبت خدایا پناہ کس لئے کی جاتی ہے ؟
- ۱۷۱ شادی بیاہی نکاح کی علامت
- ۱۷۲ نکاح شہاد
- ۱۷۳ سلطان کا شرعی حکم
- ۱۷۵ کیونکر آدم پر سے کاتھد پھاگت سے
- ۱۷۸ محبت اور خیر
- ۱۷۹ داشتی آئینہ میں بھائیوں کا جنت
- ۱۸۲ عورت کی حرمت کی وجہ
- ۱۸۳ عورتوں کی عیث
- ۱۸۶ نیک چینی کا لڑکی آئینہ
- ۱۸۹ نیکو کا سب سے !

متفرق مسائل

- ۲۰۱ بیکہ کا جو درد دوسرے پر
- ۲۰۳ اس کی حکومت میں غلاموں کا والدین
- ۲۰۸ بے حیائی کے ساتھ ہر وقت انبیاء
- ۲۱۳ فقیرانہ امور
- ۲۱۵ رشتہ اور خط و
- ۲۱۶ اسلام میں سچائی کی
- ۲۲۲ وہاں کی حکومت کی عیث
- ۲۲۴ شہادۃ اور ایما کی کتاب
- ۲۲۹ نیکو کی عیث اور

ریاچہ

ابھرنے والی نئی نئی مختلف مسائل و موضوعات پر لوگوں کے سوالات اور
سوالیہ سیدھا سادہ اس کے جوابات و مسائل مسائل کے نام سے چار جلدوں کی صحت و نشانی
ہونے میں جن کے تصدیق و ثبوت اس حقیقت کے شاہد ہیں کہ ان کی اصل و ندرت اور
اصل و حقیقت کو سب قبول حاصل ہوا ہے۔ سوالات مختلف قدرتی، سیاسی، سماجی اور فنی
صحت و صحت پر مشتمل ہیں اور ہر فرد جو ان کے لیے جانے اور تصدیقات دیتا
ہے کہ سوال کرنے والوں کی ہی انہیں مدد نہیں ہر جہاں عام تہذیب کو بھی صحت و ندرت کا
ایک پیشہ بہ ندرت و ندرت ہے۔

ان سوالات و جوابات میں بے شمار ایسے مسائل بھی زیر بحث آئے ہیں جو عوامی
تعلق میں رہیں گے اور ان کے خلاف بھی علم و ندرت چاہتی ہیں۔ مسائل و مسائل کی چار
جلدوں میں ایسے مسائل بھی آئے ہیں جن کے لیے ایک صحت و ندرت کی حقیقت کو کیا
اپنی دلچسپی کے نام مسائل و مسائل کا حل اس طرح مل جائے کہ انہیں مسائل و مسائل کا حلقہ
جلدوں میں انہیں کاش و کاش ہے۔ اس صحت و ندرت کے لیے ہم نے مسائل
و مسائل کی چار جلدوں سے اتفاق کیا کہ انہیں مسائل کے سوالات و جوابات کو
انگ مختلف مقامات کے تحت مرتبہ کر دیا ہے۔ جن توقع ہے کہ اس جلد کو جسے چاہے
"عوامی مسائل" کا نام دیا ہے۔ عوامی کے معنی میں ہر فرد و ندرت حاصل ہوگی
اس کا شش کو اور وہ مفید و ندرت دینے کے سبب میں ششوں کا نہ صرف غیر مسلم کیا

جسے لوکلے کر کشش کی جیسے گی کہ استعداد پیشہ والے شخصوں کی مدد گنی میں زیادہ بہتر اور مفید تر بن کر پیش کیا جیسے ۔ اللہ تعالیٰ میں جن کو جیسے احساس کو اختیار کرنے کی بہت دو توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

عبدالرحمن

۱۲ فروری ۱۹۸۳ء

فرقہ افواجی

عقائد

دروانی اور دہابت

سوال :- فرقہ دہابت کا دہا کیوں تھا ؟ اس کے تصور و عقیدے کیا تھے ؟
 ہندوستانیوں اس کا تعلق تسمیہ کر کے شائع ہوئی ، ایک حد تک اس نے
 اس کا تصور نہیں کیا ، اگر کہ ہے تو اس طرح ہے ؟ کیا اس فرقہ نے شریعت
 اسلام میں جھڑپا ہے یا ملت اسلام ؟

جواب :- دروانی اور اس کی فرقہ کا نام نہیں ہے ۔ اس فرقہ اور عقیدے کے
 یہاں لوگوں کے لیے ایک نام رکھ دیا گیا ہے جو دروانی عقیدہ ہے ، یا دہا اور دہا
 کے نزدیک ۔ ابوحدیث کا مسلک تو قیام ہے ۔ ان لوگوں کے دہا کے لیے جو کہ ہے ۔
 اسے ان لوگوں کا گروہ ہے جو کسی نام کی عقیدہ اختیار کرنے کے لیے خود حدیث و
 قرآن سے احکام کی تفسیر کرتے ہیں ۔ یہ عقیدہ اس عقیدہ کے لیے ہے ۔ خود حدیث و
 قرآن کے عقیدے کے لیے ۔ اس کا فرقہ اور اس کے عقائد وہ ہیں جو نام دہا میں خود حدیث و
 قرآن کے عقیدے کے لیے ۔ ہندوستانیوں یہ فرقہ ان لوگوں کے عقیدے کے لیے ہے ۔ جو دہا کو
 عقیدہ دہا کہہ جاتے ہیں ۔ اس عقیدہ کے عقائد وہ ہیں جو دہا میں خود حدیث و

ایجاد کیا اور اس میں اس کی لچک افراڈ ہے جانتی ہے۔ گواہی بہت سے ہے
اور غلو اور آدمی بھی شان پر لگے ہیں جو غلو افراڈ چھٹے چھٹے سعادت پر بہت
مناظرہ اور آدمی کہتے پھرتے ہیں۔ اور ایسے ہی وہ ہیں جو غلو افراڈ کے گروہ
میں بھی بکثرت موجود ہیں۔ یہ ساری مناظروں میں اس قدر فرق آدمی کی گروہ اور آدمی
فرقوں کی حرکت ہے۔

سوال ۱۔ کیا حدیثیں اور شواہد فرما گیا ہے کہ کلمہ سے ایک تہہ اٹھے
؟ کیا حدیث مذکورہ بالا فرقہ منطبق ہوتی ہے ؟
جواب ۱۔ تہہ یا شرقی کی طرف سے ایک تہہ اٹھنے کا خبر تو حدیثیں
دی گئی ہے مگر اس کو غلو ہی محدود ہے۔ چہاں کہ بعض گروہوں کے اندر سے
برہنہ ثابت ہے۔ ایک فرقہ میں درستی کے فرقہ ہے تو یہ خود اس کے حکمت اعمال کو
کاوشوں کے ہے جو کلمہ اصول کی ایک فرقہ بنانے کی سیکنڈ ہے۔
اور یہی فرقہ ہے۔ یہ شواہد و حدیثیں

حضرت خراک پیدائش

سوال ۱۔ حضرت خراک پیدائش کے متعلق متعلقہ فرقوں میں فرقہ اور فرقہ
کے نام کی سی ہے نہیں ہیں۔ حدیث مذکورہ متعلقہ فرقہ کا کیا جواب ہوگا ؟
جواب۔ قرآن مجید میں کسی جگہ بھی حضرت خراک نہیں ہے کہ حضرت خراک آدمی جو مسموم کی پیش
کے پید کیا گیا تھا۔ زیادہ سے زیادہ اس خیال کا کیا نہیں ہے کہ پیدائش کی جاسکتی ہے
وہ قرآن کی روشناس ہے کہ خَلَقَكَ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا
رَوْحَهَا (النساء: ۱) اور خَلَقَ مِنْهَا رَوْحَهَا (الاعراف: ۱۴) اور

اصدود کی آمد میں پہنچا کے سنو بھی چوستا ہے کہ "اسی نفس سے اس کا جیلا بنایا" اسی بھی کہ "اسی کی جس سے اس کا جیلا بنایا"۔ اسی مدد میں سے کسی معنی کو بھی ترجیح دینے کے لیے کوئی دلیل قرآن کی ان آیتوں میں نہیں ہے بلکہ قرآن کی بعض دیگر آیتیں دوسرے معنی کا آئینہ دکھاتی ہیں۔ مثلاً صمد صمد میں فرمایا "وہیں انعام ہے" اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (آیت ۱۶)۔ یہ خبریں صمد فعلی آیت "وہیں" پر آئی ہیں۔ عجز ہے کہ وہ تینوں آیتوں میں "وہیں" اَنْفُسِكُمْ کے معنی "وہیں" چاہئے ہے۔ یہی جہاں کے وہ تمام حضرات کی جہاں ان کی پسینوں سے پیدا ہوتا ہے۔ اس پر بھی معنی کو ترجیح دینے کے لیے کوئی دلیل قرآن میں ہے تو وہ حضرت محمد پرؐ کی وہ رسالت میں جو ہماری دُلم نے عقل کی یہی گراں کے انھوں میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں وہ بھی اصل اللہ علیہ وسلم کا رسول ہیں انھوں میں نقل فرماتے ہیں کہ:

الرَّأۡیَ كَالضَّمِّ اِنْ اَقْتَبَا كَسَرَتْهَا وَاِنْ اَسْتَقْبَحَتْ
بِهَا وَفُرِحَا عَوِجَ -

عصمت پہلی کے اندھے اگر اس سے یہد جھکے گا تو ٹوٹے گا اور
گراں سے ٹوٹا اٹھائے گا تو اس کے اندھے آں رہتے ہوئے ہی
ٹوٹا اٹھائے گا۔

اصدود کی رسالت میں انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ نقل کیے

ہیں:

اَسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ عَوِجًا فَانَّهُنَّ خَلْقُنَّ مِمَّنْ ضَمُّ
وَاِنْ اَعْوَجَ شَيْءٌ فِی الضَّمِّ اَعْلَا ۝ فَانِ ذَوْبَتِ

تغیر کسوت وہی تزکیہ نہ یزل اوج فاستوما
ہائے غیور۔

عورتوں کے مسئلے میں بھون کی نصیحت قبول کرو کیونکہ پہل سے پیدا
ہوئی ہیں۔ اور پہلی کاسب سے ظہر حاصل اس کا ہواں حصہ ہوتا ہے۔ اگر
تو اسے پیدا کرنے کی کوشش کرے تو اس کو توفیق نہ ملے گا اور اگر چڑھ
وے تو وہ تیرجی ہی رہے گی۔ لہذا عورتوں کے مسائل میں بھون کی
نصیحت قبول کرو۔

اس مسئلے میں سے پہلی حدیث کو صحت پر پہل سے نظر نہیں دے
رہی ہے۔ اس میں اس سے پہلے ذکر کیا نہیں ہے کہ وہ پہل سے پیدا ہوئی ہے۔ لہذا
دوسری حدیث پر پہل سے پیدا ہونے کی تصریح ہے۔ لیکن ارتقاء میں سے کہ اس میں
صحت ہوا، پہلی حدیث یا ایک حدیث کی نہیں بلکہ تمام حدیثوں کی پہلی حدیث پہل سے
ہونے کی گئی ہے۔ لیکن فی الواقع دنیا کی تمام حدیثیں پہلی سے پیدا ہوا کرتی ہیں ؟

۱۔ یہ مسئلہ اگرچہ کتاب و سنت والی حدیث ہے مگر یہ دوسری حدیث میں جو تمام کتاب
کے کتاب و حدیث وغیرہ میں ملے ہوئے ہیں ان کے خلاف ہیں : کہ ان احادیث و تعلقات
میں ضعیف کیونکہ صحت پہل سے پیدا کی گئی ہے۔ اس صحت میں اس واقعہ سے مراد
ہر صحت اور حدیث کی پہلی حدیث ہوگی۔ مگر وہ ایک خاص صحت ہے جو نہ اس میں
ہے۔ پہلے پیدا کی گئی اس مسئلے میں اس حدیث کی تفسیر کے مطابق اس میں
کے حوالے سے صحت میں ضعیف کم کے خلاف نقل کے ہیں۔ مگر یہی وہ حدیث نہیں
آئی ہے۔

اگر بات نہیں ہے اور دکھا ہونے کے نہیں ہے تو انکا ٹھکانہ لاکریوں خجستان ہوں
 منہم کے الفاظ اس معنی میں ہیں کہ وہ پہلی سے پہلا کی گئی زبان گئی ہیں، بکواس
 معنی میں ہیں کہ ان کی ساخت میں پہل کی کان گئی ہے۔ اس کی مثال قرآن مجید کی یہ آیت
 کہ خُجَّتْ فَوَاتَتْ بَنُو غُلَیْقٍ۔ اس کے معنی ہیں نہیں ہیں کہ انہیں جلد بازی سے
 پھینک دیا گیا ہے، بلکہ یہی کہ انہوں کی مرثیت میں جلد بازی ہے۔

اس تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پہل سے حضرت حقار کی پہلا لفظ کا یہی
 قرآن مجید میں نہیں حدیث شریف کی کسی خصوصیت میں پائی نہیں ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ
 اس لفظ سے یہ روایت نقل ہو کر حافظ میں شامل ہوئی اور اس سے پیشے لوگوں نے درج
 اسے قبول کیا بکواسی کتاب میں ثبت کر دیا۔ مگر کیا یہ صحیح ہے کہ اسے اس حدیث کی سند
 کے بغیر بعض جیسے لوگوں کے اقوال کی بنیاد پر اسے ایک اسلامی عقیدہ قرار دیا جائے اور
 ہر کوئی اس پر ایمان دلائے اسے گروہ قرار دیا جائے ؟

ایضالی ثواب

سوال ۱۰۔ منہم جزیی میں آپ کی دہائی مذکور ہے جسے امیر
 کو حسب معمول داخل صحابہ غنیمت کر دیں گے۔

۱۔ دہائی دہائی مستخدم مکر ۱۹۶۶ء۔ ”منہم نیاز اور ایضالی ثواب“ کے
 عنوان کے تحت جو جو آپ کے نام فرمایا ہے اس سے یہ تہاد ہوتا ہے
 کہ آپ اس امر کے قابل ہیں کہ ان عبادت سے ایضالی ثواب پر محتاج نہ
 ہوں عبادت سے نہیں۔ اور جو آپ الی خلق کے بھی متوال کرنے کے لیے

نفع ہونے کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف قرار دینے سے ہے یہی کیا آپ
کے استدلال کی وجہ ہے کہ اس امر کی بابت کوئی امر مستلزام حدیث
میں نہیں ہے کہ جتنی حدیثیں فیصلہ ثواب لگن سے ؟ یا کوئی کتاب
ہے !

آپ خود فیصلہ ثواب کر کے دالے کے لیے کو اتفاق کو ہر حال نفع قرار
دے رہے ہیں مگر متوفی عربیہ کے لیے نفع ہونے کو اللہ کی مرضی پر موقوف
قرار دے رہے ہیں اس تفریق کی اصل وجہ کیا ہے ۔

۲۔ کیا ہر شخص ہر دوسرے متوفی شخص کو اغواء متوفی اس کا عزیز ہو
یا نہ ہو یا متوفی نے بالواسطہ یا بلا واسطہ اس کی تربیت میں حصہ لیا ہو
یا نہ اسی اتفاق کو ثواب پہنچا سکتا ہے یا کہ اس کے لیے آپ کے نزدیک
چند قیود و شرائط ہیں ؟ ان کا ذکر ہم اچانک سے تحریر فرمادیں ۔

جواب :- آپ کے سوالات کے مختصر جوابات لبر و لعل میں ہیں :-

(۱) مسائل قدح کو حدیث سے ہم کا دعویٰ معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کا اپنا مال
ہی اس کے لیے مفید ہے، ایک شخص کا مال دوسرے کے لیے آخرت میں مفید نہ
ہوگا ۔ لیکن بعض احادیث سے یہ استنباط صورت میں معلوم ہوتا ہے کہ فیصلہ ثواب
بھوکے ہاں ہوتا ہے ۔ اس طرح کی جتنی احادیث لگی ہیں ان میں ان سب میں کسی خاص
مالی حیثیت کا ذکر ہے جو آخرت، مال ہیثیت سے ہے جیسے مدفنہ، یا مال و بدلہ عبادت
میں جلی ہے، جیسے لکھ، اس بنا پر فقہاء میں اتفاق ہوتا ہے، ایک گروہ اسے مال اور
مالی حیثیت سمجھتا ہے، چنانچہ کہتے ہیں کہ یہ گروہ اس کو اس حیثیت کے لیے

مخصوص کرتا ہے جو تو خاص علیٰ عبادات میں رہیں ہیں، وہی عبادت، مال و عبادت کے ساتھ ہے۔ میرے نزدیک وہ اس ملک اس لیے مرجع ہے کہ وہ عالمی ہے۔ اگر کوئی مسئلہ کسی علم سے متعلق ہو تو اس مسئلہ کو اس ملک کے دور و رکعت چاہیے جس ملک وہ علم سے متعلق ہے۔ اسے ہم کہنا چاہیے اسے میں دوست نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص چاہے کہ وہ اس ملک میں ملے گا تو اسے علمت نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ شریعت میں اس کی گواہی ملتی رہتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اختلاف صرف تفسیر کا ہے۔

یہی بات کہ ایسا ہی جواب کا بیت کے لیے نفع ہوتا ہے، ہر مسئلہ کی مرضی پر موقوف ہے، تو اس کا سبب وہاں ہے کہ ایسا ہی جواب کی فریحت بعض ایک دہ کی ہے۔ یعنی ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ایک مسئلہ جو پہلے تفسیر و دعا کے لیے کیا ہے اس کا جواب غلط ہو جائے۔ اس دعا کی حیثیت ہماری دوسری دعاؤں سے مختلف نہیں ہے۔ اور ہماری سب دعاؤں اللہ کی رحمت پر موقوف ہیں۔ وہ دعا ہے کہ جس کا کو پاس ہے اس کے لیے اس سے پہلے قبول نہ فرمائے۔ یہ مختلف ہے کہ کسی ایک شخص کے لیے ایسا ہی جواب کریں جو اللہ کی نگاہ میں ہوں ہی نہ ہو، یا منتہی کرم ہو اور اللہ اسے اس کا جواب کا حق دے۔

ایسا ہی جواب کرنے والے نے اگر واقعی کوئی ایک مسئلہ کی ہو تو اس کا انہر ہر حال غلط نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اگر حق کو جواب دینا چاہے گا تو یہی کہنے والے کے جواب میں اس کا انہر جواب دے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے آپ کسی شخص کے نام سے کہتے ہیں، مگر وہ حق کا اللہ اس کو نہ دے گا، ہر تو لفظ آپ کی نام آپ کو دے گا۔

ہفت کتاب جی میں کوئی کتاب نہیں، اگر حکومت یہ مناسب نہیں سمجھتی کہ ایک عالم پر تمام کتابیں لکھنے کے لئے جوش توفیق آپ کا چھوٹا ہوا جینک نہیں دے گی، بلکہ آپ کو دھپ کر دے گی۔

۲۔ ایسے لوگ ہیں جو کہ ایک کے لئے ایک کتاب ہے، خواہ خود اس سے کوئی فائدہ نہ ہو، اور خواہ خود اس کو کوئی فائدہ نہ ہو، اور یہی ہے کہ اس کتاب میں ہر ایک کے لئے ایک کتاب ہے۔
(ترجمہ القرآن، فرسٹ کلاس)

اصحابِ نبوت سے درخواستِ دعا

سوال ۱۔ کوئی بنگ کی قبر پر جاکر اس طرح کہنا کہ "اے ولی اللہ! آپ ہمارے لئے اللہ سے دعا کریں" کیا درست ہے؟
جواب ۱۔

کوئی بنگ سے اپنے حق میں دعا کے لئے خیر کی درخواست کرنا بکلی خود کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں ہے۔ کسی خودی اللہ سے دعا مانگنا غلط ہے، اور دوسروں سے بھی کہہ غلط ہے کہ میرے لئے دعا کرو۔ لیکن دعائے خیر بندگان کی قبروں پر جاکر یہ درخواست پیش کرنا صحابہ کی فریفتہ کہانوں پر مبنی ہے۔ قبر پر یہ بات کہنے کو وہی صوفی مانگے ہیں، انہوں نے کہا "اپنے طریقوں، اپنے چمکے چمکے ہیں، ان کے منہ ہوں گے کہ آپ بندگان کی حالت کی شان رہی کہ کہہ رہے ہیں جو اللہ کی ہے کہ۔"

اَسْمُهَا تَوَكَّلْتُ اَبَاحْتَرِقًا بِهٖ ؕ اِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ
الْصُّدُورِ ۔

تم اپنی بات اجتر سے کہو یا نص سے، وہ تمہاروں کا حال بھی جانتا ہے۔
دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ نص سے اُن کی بات کو لے کر کہیں۔
اس صورت میں مشعل کی غرض تو لازم نہ آئے گی مگر اندھیرے میں چراغ ہو گا۔ جو
نکلتا ہے کہ آپ پکار رہے ہیں اوروہ دشمن سے ہے ہوں۔ کیونکہ سید رسول کا مسئلہ
مختلف ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں کا سہج تو نکلتا ہو۔ مگر اُن کا سہج وہاں تشریف
دار رکھتی ہو، اسی آپ غواہ غواہ خالی مکان پر آواز میں سے ہے ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا
ہے کہ اُن کی نص تشریف فرما تو ہو مگر وہ اپنے سب کی طرف مشغول ہوں، اسی
غرض کے سبب یہ سچ کہ اُن کو اصل حرکت دیں۔ دنیا میں کسی نیک آدمی سے دُعا
کرنے کے لیے آپ جانتے ہیں تو بہت طریقے سے پہلے دعائیں ہوتی ہیں۔
آپ غرضی نہ دیکھ سکتے ہیں۔ یہ تو نہیں کہتے کہ مکان کے باہر کھڑے ہو کر اپنی
شروع کر دو۔ کچھ تو نہیں کاغذ میں لکھ لکھ لیں۔ یہ تو آزاد ہیں، یا کسی کام میں
مشغول ہیں، یا آپ کی بات سننے کے لیے خالی بیٹھے ہیں۔

اب خود کیلئے کو دعائیں یا فرشتوں کے سامنے جب ہمارے بچے اُن کے
احوال معلوم کرنے اسی سے یا شاید دعائیں کہنے کا موقع نہیں ہے تو اُن کے
مشغول رہے ہمارے اندھ اندھ میں چھپ کر شروع کر دینا اگر کسی معقول آدمی کا کام ہو سکتا ہے
دعا کرانے کا یہ طریقہ مگر قرآن وحدیث میں عجیب لگتا ہے، یا اس کا کوئی ثبوت موجود
ہوگا کہ صحابہ کے عہد میں یہ طریقہ تھا، تب تو بات صحابہ تھی، بڑے اطمینان کے

ساتھ یہ کام کیا جائے تھا لیکن جب وہ اس کا کوئی پتہ نشان نہیں ملتا تو آخر ایسا طریقہ کیوں اختیار کیا جائے جس کی ایک صورت کو صرف خرافاتِ اہل کے تصدیق سے منکرانی ہے، اور دوسری صورت کو اپنے غیر معقول ٹکرائی ہے۔

بندگوں کی حرمت و جہاد سے توسل

سوال :-

یہ جو روایات ہیں ”بھاؤ غلوں“ اور ”بحرست غلوں“ کا کیا فرق ہے؟
اس کی شرعی حیثیت کیسے؟ سنت رسولؐ کیا بتاتی ہے؟ اس کا
کیا اصول رہا ہے؟ اور اس طرح (بھاؤ — بحرست) دعا مانگنے سے کوئی
درجہ قیامت تو لازم نہیں آتی؟

جواب :-

روایں اللہ تعالیٰ کو کسی کے جہاد و حرمت کا واسطہ دینا وہ طریقہ نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کی پکٹ سے ہم کو نکھڑا ہے۔ قرآن تو آپؐ جانتے ہی آیا کہ اس نصیحت سے انکار غلط ہے۔ حدیث میں بھی اس کی کوئی بنیاد میرے علم میں نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے بھی کسی کے متعلق یہ نہیں جانتا کہ انہوں نے دعائیں یہ طریقہ خود اختیار کیا ہو یا دوسروں کو اس کی تعلیم دی ہو۔ معلوم نہیں کہ مسلمانوں میں یہ نصیحت کہاں سے آگیا کہ بہت عداوتیں کے حضور ڈرنا مانگنے وقت اسے کسی بندہ کی جہاد و حرمت کا حوالہ دیں یا اس سے یہ عرض کریں کہ آپؐ نے فلاں بندے کے طفیل میری صحت

ہمیں کہہ دے نہیں بھیجتا کہ ایسا کرنا ممنوع ہے۔ میں صرف وہ باتیں کہتا ہوں ایک
 یہ کہ ایسا کہ اس طریقہ کے مطابق نہیں ہے جو سب عالمین نے خود میں دعا مانگنے
 کے لیے نکھایا ہے۔ اور اس طریقہ دعا سے بھی مطابقت نہیں رکھتا جو نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم نے اپنے بلا و راست شاگردوں کو بتایا تھا۔ اس لیے اس سے اجتناب ہی کرنا
 چاہیے۔ یہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکام انبیاء علیہم السلام آخر میں بتائے کے لیے
 تو اسے کہے کہ خداوندوں کے دریاں رو بہ و تعلق کی صحیح صورت کیا ہے؟ اے
 جب انہوں نے اس کی یہ صورت دیکھ کر اختیار کی، ذرا کہی کہ کھائی تو جو شخص بھی اسے
 اختیار کرے گا وہ ستر جن کو چھ ڈکیر ستر جن اختیار کرے گا۔

دوسری بات یہ کہتا ہوں کہ مجھے تو اس طریقہ دعا میں بڑی کلاہیت محسوس
 ہوتی ہے۔ بات الگ ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس کے منہ سے صرف نظر کرے۔
 اور اس میں کلاہیت کا وہ پورے کس کس کے مجھے نظر آتا ہے۔ یہ جب اس
 طریقہ دعا کے مضمرات پر غور کرتا ہوں تو ایسے سامنے مجھے ایسی تصویر آتی ہے کہ مجھے
 ایک بہت بڑی کٹی دیا ہوتی ہے جس کے اندازے سے ہر کردار کی حاجتیں پوری
 ہوتی ہیں، جس کا طیف نام ہے، جس کا وہ ہر کھٹ ہے، جس سے ہر مانگنے والا مانگ
 سکتا ہے، اے کسی پر اس کی دعا و گشتش نہیں ہے۔ ایسی ہستی کے حضور ایک شخص
 آتا ہے اور اس سے یہ بھی طرح نہیں کہتا کہ اے کریم و رحیم! میری دعا کر۔ بلکہ
 یہ کہتا ہے کہ اپنے فلاں دوست کی خاطر میری حاجت چندی کر دے۔ مانگنے کے
 اس انداز میں، جو گمان کی شیدہ ہے کہ وہ اپنی صفات نام و کرم کی وجہ سے کسی
 کی دستگیری کرنے والا نہیں ہے بلکہ اپنے نیکو اعمال و چیتوں اور طریقوں کی خاطر

اصحاب کو دیکھ کر کہے۔ ان کا واسطہ نہ دیا جائے تو گویا آپ اس کے ہاں سے کچھ پانے کی امید نہیں رکھتے اور کیا وہ فلاں کہہ کر اٹھنے میں تو سنا دے گا کہانی سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔ اس کے ضمنی قویٰ بھی کہ گویا آپ اس پہلے ڈاکٹر سے ہیں کہ نہیں تھیں آئی کا متوسل آیا ہوں، میری درخواست کو کسی نے ویلہ آدمی کی کسی درخواست سمجھ کر نہ مان دیکنے گا۔ اگر اس طرز دعا کے حضرات نہ ہوں تو مجھے بھلا دیا جائے بڑی خوشی ہوگی کہ میرے دل کی کتاب اس دعا میں نکل جائے گی۔ لیکن اس کے ساتھ حضرات یہی ہوں تو میں نہیں سمجھتا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر کا صحیح تصور رکھتا ہو وہ ایسا طرز دعا اختیار کرنے کا خیال بھی کیسے کر سکتا ہے۔

اسی طرح کے حضرات کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہاء نے بھی اس طرز دعا کو کمرہ فرما دیا ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب مدارج میں یہ قول درج ہے۔

دیکر: ان يقول للرجل ان دعائه مع حق فلاں او
مع انبیاءك ورسلك لانه لا حق للمخلوق
على الخلق۔ (کتاب الخیریتہ، مسئلہ تفریق)

اسی کمرہ ہے کہ آدمی اپنی دعا میں حق فلاں یا نبی یا رسالہ کہے کہ ان کے حقوق کا حق پہ کونسی حق نہیں ہے۔

(فلاں: توحید نہیں)

(ترجمہ حق تعالیٰ۔ جمع حق تعالیٰ۔ انکسار و توبہ ۱۵۵)

مسئد حیات النبی

سوال ۱۔

کچھ کل دینی حقوق کی غلط فہمیت نے غلطی کا مسئلہ ہر وقت گونجتا رہا ہے۔
 اور علماء کرام کے تنہیک پر موقوف کلمہ بنا ہوا ہے۔ خود غلطی تو
 فریقین اپنی اپنی تائید میں ملے ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے گمراہی کا پتہ پڑتا
 ہے کہ تفسیر کے گمراہی پر اچھا لگے ہوئے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے ہے۔ ان کے لئے ہے۔
 بعض مباحث میں آواز بلند کیا جا رہا ہے کہ ان کا یہی طریقہ زندگی
 ہر طرح کے دنیا میں زندہ تھا۔ حدیث غلطی کا منکر کا فرسہ ہے۔ بعض
 دوسرے حضرات حیات نبوی کے عقیدے کا منکر کا دنگ ہے۔ شرک
 قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ فضائل کا تعلق ہوتا ہے وہاں اہل
 کے اہل است جو قرآن کریم اور شریعت کے خلاف نہ ہو، اہل جہنم
 ہے۔ لیکن جب بات عقیدہ کی جھگڑا پہنچ جائے تو وہاں عقلی ثبوت
 دہل کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ کو حکم میرے دل کی تسلی و تسلی کے
 یہ مسئلہ حیات النبی پر روشنی ڈالیں۔

جواب ۱۔

مسئد حیات النبی کے بارے میں آج کل ہر طرح پر علماء کرام کے مباحث
 چل رہے ہیں اس کی ذمہ داری ضرورت ہے۔ اور اس کا کچھ حاصل ہی ہے۔ عقیدہ
 کی جھگڑا اس بات پر مبنی ہے کہ ان کے عقیدہ میں اللہ علیہ وسلم کے نبی میں اللہ

آپ کی ہدایت اور تک کے لیے کائنات پر مشتمل ہے۔ عمل کے لیے، بالکل کالی ہے کہ ہم ان خصوصیات کے اسٹاکسٹک کی پیروی کریں، چنے سلام کرنے کی خاطر قرآن اور سنت پر اس طرح رجوع نہیں ہے۔ اب آخر اس بحث کی حاجت یہاں یہ ہے کہ بنی کریم اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کس سمت میں زندہ ہیں۔ ہندو دھرمی حیات پر مبنی حیات، بہر حال اس امر واقعہ سے انکار نہیں کیا جاتا تھا کہ آنحضرتؐ کا شہسوار دھرم ہو چکا ہے۔ امت کی ہدایت کے لیے آپ انہیں انہیں ہندو دھرم کی طرف مروجہ نہیں ہیں، اور آپ کا تہذیب کر کے کے لیے ہیں آپ کی ذاتِ اقدس کی طرف رجوع کرنے کے بجائے قرآن اور حدیث ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہاں ہندو دھرمی حیات پر مبنی حیات کی بحث کا کوئی بھی فیصلہ ہو، اس سے اس امر واقعہ میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔

پھر بحث اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہم اس خاص معاملے میں کوئی متفقہ عقیدہ رکھنے کے لیے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منکاح ہی نہیں کیے گئے ہیں۔ مگر کوئی مسئلہ اس مسئلے سے بالکل خالی نہیں ہوگا، خدا عزوجل اس سے بڑھا جائے گا کہ اس نے حیات بنی کے ہندو دھرمی یا جہانی ہونے کے بارے میں کیا عقیدہ رکھا تھا۔ قرآن و حدیث میں کوئی ایسی واضح قطعیت ہدایت اس باب میں نہیں دی گئی جو ہمیں ایک خاص عقیدہ رکھنے کا پابند کرتی ہو، نہ یہ کہ صریحاً کلام کے دہرائی میں بحث تھا، نہ انھوں نے اس کے ہاتھوں نے اس سے قطعیت میں کوئی خاص عقیدہ رکھنے کی کبھی تصریح کی۔

یہ تو میرا محسوس کرتا ہوں کہ حیات الہیہ کے مسئلے میں حضرت علامہ رُوحِ باطنی
 کہہ رہے ہیں جو خلقِ قرآن کے مسئلے میں عقیدہ ماحول نے کی تھی۔ یعنی جس چیز کو مسئلہ
 اور اس کے دونوں نے اسلام کا ایک عقیدہ اور ایمانیات کا ایک دکن نہیں قرار دیا
 تھا اور نہ چھوڑا تھا۔ نہ ماننے پر آدمی کی بھلائی کا حارکہ تھا، اور نہ جس پر اعتقاد
 رکھنے کی حق کو دعوت دی تھی، اسے خواہ انوار عقیدہ اسلام اور نہ کہ ایمان بنایا
 جاتا ہے، اس کے ماننے یا نہ ماننے کو حارکہات قرار دیا جاتا ہے۔ اس پر
 اعتقاد رکھنے کی دعوت دی جاتی ہے اور اعتقاد نہ رکھنے والوں کی کنفیوٹھن
 کی جاتی ہے۔ دین میں جن چیزوں کی حیثیت تھی ان کو کثافات صاف اور تھی
 اور یہ ہیں کہ جن میں اعتقاد اور اس کے دونوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی ہے اور
 علی رؤس الاشہاد ان کی طرہ دعوت دیا ہے۔ یہ مسئلہ ہرگز ان مسائل میں سے
 نہیں ہے اور اسے نہ بدعتی ان مسائل میں شامل کرنا یا ان کا ساتھ دینا کلیتہً غلط
 کہہ دیا ہے۔ اگر کوئی شخص اس مسئلے میں اعتقاد خالی الذہن ہو یا اس کے پاس
 کوئی عقیدہ دے نہ رکھتا ہو۔ اس سے قیامت میں کوئی بات چس نہ ہو گی اور
 اس کے انجامِ اخروی پر اس عدم دے غلوئے نہیں کا کوئی اثر سترتب نہ ہو گا۔
 البتہ غلوئے میں وہ شخص ہے جو اس مسئلے میں ایک عقیدہ قائم کرتا ہے اور اس
 کی تبلیغ کرتا ہے، کیونکہ اس کے عقیدے میں صحت اور عدم صحت دونوں کا
 احتمال ہے۔

(ترجمہ القرآن۔ دسمبر ۱۹۵۹ء)

علم غیب، حاضر و غائب اور کجود وغیر اللہ

سوال :-

تعلیم القرآن زیر مطالعہ ہے۔ شرک کے مسئلہ پر ذہن الجھائی ہے۔ بلا و کرم، پہاڑی فراشی، تعلیم القرآن کے حضور مطالعہ سے یہ ہرزہاں نہیں ہو جاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی مخصوص صفات میں علم غیب ہونا اور کج و طعیر ہونا (جس کے تحت ہمارے مذہب کا غلط تصور غلط و غلط ہے) بھی رہا کرتے ہیں یہ بھی شامل ہیں۔ خدا کے سوا کسی کو بھی ایسی صفات کے لئے مجازاً شرک ہے۔ اور حقوق میں کچھ حد کو نہ دیکھو وہ بھی ذات باری کے لئے ہے۔ شرک کو خداوند کے جرم عظیم اور ناقابل معافی گناہ قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے جرم کا وہ خود کسی کو حکم نہیں دے سکتا۔ مگر شرعی کو اکرم کے بے گناہ کا حکم دیا۔ اسی طرح کوئی ایسا تو شرک کرتا ہے اور ذکر و فاتحہ ہے۔ مگر حضرت نے صفات کے سامنے ان کے بعد ان کو انہی دالین نے سمجھ دیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مجدد وغیر اللہ کے لئے شرک ہے تو مجدد اور اولاد اقصاء کی کیا توجیہ ہوگی؟

دوسرا سوال :- ہے کہ علم غیب اگر خداوند تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے تو یہ کس کی خلق میں نہ ہوتی چاہیے۔ لیکن قرآن و حدیث اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ انبیاء و اولاد کمال علم غیب ہوتا ہے۔ پھر کسی مخلوق میں ایسی قوتیں اس صفت کو کم تعلیم کریں تو صاحب شرک کیوں ہوتے

ہی ؟ اور اگر کوئی عقیدہ رکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کا علم دیا ہے تو افسوس کے شرک کیوں کہا جائے ؟ جن لوگوں کے عقائد میں یہاں شرک کے انتخاب کا کوئی نظریہ ہوتا ہے وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسند علم غیب کو ذاتی یا غیبی نہیں سمجھتے بلکہ خدا کا دین قرار دیتے ہیں۔ ان کا انداز دوسرے اہل اسلام کے اختلافات ہے تو میں کہہ رہا ہوں یہ ہے جب مسئلہ کمالات کا ہے تو پھر کوئی شرک کیوں ؟

حاضرین فکر کہ مسند علم ہی خداوند تعالیٰ سے انھیں قرار دی جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تک الموت کو یہ طاقت بخشی ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں انسانوں، حیوانوں، پرندوں، چڑھیوں اور آسمانوں کی مدھن کو بھینکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ حاضرین فکر سے اللہ حاضرین فکر ہیں، خدا کی خصوصیت مسند علم ہے یہاں اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کی انجام دہی کے لیے اپنی خاص مسند فرشتہ میں وہ نسبت کر رکھی ہے تو جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسند عالم دنیا کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ طرف سے عطا کیا جاتا ہے یہاں فرشتے کیوں کہا جاتا ہے ؟

جواب :۔

کپ نے شرک کے مسئلے میں اپنی جہاں بھینیں یہاں قرآنی میں وہ تعلیم القرآن کے مسند عالم سے کہانی منع ہو سکتی ہیں۔ میرے لیے ایک خط

ہو ان کو تفسیر کرنے کا شکر ہے۔ تاہم جو شرک "کاسد و فاسد" ہے وہ شرک خطیہ ہے، اس میں نہیں چاہتا کہ آپ اس آئین میں زیادہ رنگ و بوم میں اس لیے اعتقاد کے ساتھ چند الفاظ میں آپ کا مطلب کرنے کی کوشش کروں گا۔

سب سے پہلے آپ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ کبہ بچائے خود شرک نہیں ہے بلکہ شرک کی علامت ہے۔ اصل میں شرک تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک فی الہات و فی الصفات و فی القوتیں (اسے) سمجھنا اگر اس طرح کے کسی عقیدے کے ساتھ ہو تو شرک ہے، وہ اس فعل سے ہے کہ شرک کے ساتھ بلا مشابہت ہوتا ہے، اس لیے اسے بچائے خود شرک ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ اس مشابہت کی بنا پر منع و غیر الہی ہے۔ تخلیق آدم کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو خود نگہ دیا تھا کہ آدم کو کبہ کرو۔ اس لیے فرشتوں نے جو کچھ کیا وہ اللہ عزوجل کے حکم سرور کی تعمیل میں تھا۔ بلکہ خود وہ آدم کو قلابی پرستش و تاج کی تعلیم دیکر نہیں جھک گئے تھے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ اس میں شرک کا کوئی شائبہ محض نہیں ہو سکتا۔

حضرت یوسفؑ کے ساتھ والدین اور بھائیوں نے جو کبہ کیا وہ اُنس روئے عبادت کی بنا پر تھا جو قرآن کی نکتہ سے اللہ تعالیٰ نے خود دکھایا تھا، چھ روز حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اشد قریب دیا تھا (سورہ یوسف آیات ۱۰۱ تا ۱۰۶) اور جس کو حضرت یوسفؑ نے بھی آفر کہا اس خواب کا مطلب ظہیراً (سورہ یوسف آیت ۱۰۰)۔ اس لیے یہاں بھی جو کچھ ہوا اللہ کے حکم سے ہوا۔ ظاہر ہے کہ جو کام اللہ کے حکم کی تعمیل میں کیا جائے وہ شرک نہیں ہو سکتا۔

اب اس شخص کے معاملے کو لیکر جو اللہ تعالیٰ کے کسی فرشتے کے بغیر کسی بندے کو مستقیم و مقدر ہو کر بطور خود اس کے لئے مجبور کیا اسے۔ کیا کسی دلیل سے اس دلیل کو بھی بغیر شرکاء نہ کہا جاسکتا ہے؟ کیا یہ استدلال صحیح ہو سکتا ہے کہ جب اللہ نے پہلے مدعوں و مصلوٰیوں میں محمود بغیر اللہ کو جائز رکھا ہے تو یہ فعل مطلقاً جائز ہے؟ یا یہ کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر خود جسے چاہیں اختیار کر سکتے ہیں؟ مسجد، کعبہ، یہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک خاص بندے کے متعلق ہیں، یہاں ہے کہ اس نے انہیں مطلقاً مسجد کی بنا پر ہم خداوندی سے کہہ سکیں گی کتنی عیب وار کردی؟ اور ایک شخص کو قتل کر دیا۔ کیا اس سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ ہم بھی مصیبت دیکھ کر جس کے مال کو چاہیں نقصان پہنچا دیں؟ اور جسے چاہیں قتل کر دیں؟ کے بجا نہیں؟ جب اللہ اور اس کے رسولؐ نے انہیں شرع کے ذریعہ سے بغیر اللہ کے لیے مجبور کو حرام کر دیا ہے، اور دوسروں کی جان و مال میں تعزیرت کے لیے حدود و حدود کر دیئے ہیں، تو کسی شخص کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض خصوصیات اللہ کو نظر قرار دے گا اور ان پر قیاس کر کے ان امور و احوال کو اپنے لیے جہاج کرے؟

عربی کے مسئلے میں یہ بات سب سے پہلے یہ کہ اگر ذوالکرم غیب اللہ کے لیے مخصوص ہے، اور اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کرتا کہ اپنے غیب کا جو حصہ اللہ جتنا حصہ اللہ تعالیٰ میں کو چاہے دے سکتا ہے۔ یہ بڑی اور مطلق غیب اپنی نوعیت میں اس کی ذوالکرم غیب سے قطعاً چیز ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے۔ اور کسی بندے کے حق میں اس دوسری نوعیت کے غیب کا عقیدہ رکھنا کسی کے نزدیک بھی شرک نہیں ہے۔ واصل غریب

جس مقام سے شروع ہوتا ہے وہ ہے کہ لوگ حقیقت میں غلو کے بعد ایسی باتیں دیکھ کر کہتے ہیں جو اصل اسلامی عقیدے سے متصادم ہوتی ہیں۔

اولیٰ یہ کہ وہ اس مطلق کلم غیب کو جڑی نہیں بلکہ کئی بنا دیتے ہیں اور کسی بندے کے حق میں یہ دعویٰ کہتے ہیں کہ اس کو اللہ تعالیٰ اسی طرح جلیلہ ساکن و مایکون کا عالم بنا دیا تھا جیسے کہ اللہ تعالیٰ خود ہے۔ بظاہر یہی جڑی دہلی کا فرق وہ جو جانے کے بعد لائق اور مطلق کا فرق نظر آتا ہے، جس کی بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا شرک نہیں ہے۔ لیکن تھوڑا سا صحیح آپ غور کریں تو آپ کو سوسہ ہو جائے گا کہ اس طرح کا عقیدہ رکھنے میں کتنا عظیم خطرہ و خطرہ بالعرض لگے گا کہ چونکہ اللہ اپنی عظمت کے کسی بندے کو اپنے ہی جیسا عالم غیبیہ الشہادۃ بنا دے، تو آخر یہ کیوں نہ جائز ہو کر دے اُسے اپنی ہی طرح قادر مطلق اور حق و قیوم اور خالق و رب ہی بنا دے؟ اس کے بعد خدا کی عظمت کے کسی بندے کے خدایں جانے میں آخر کیا رکاوٹ باقی رہ جاتی ہے؟ پھر یہ دوسری صفات و اختیارات رکھنے والے خدایں کے بعد یہی معرفت ذاتی اور مطلق کا فرق شرک سے بچانے کے لیے کافی ہوگا؟

دوسری ذرا مافی الحال حضرات یہ کہہ سکیں کہ اللہ کے عطا کیے ہوئے امور و شے کے قیام ہی جانتے ہیں۔ یہ بتا کر عطا فرمائے والے نے کسی کو کیا عطا کیا ہے اور کیا نہیں کیا ہے وہ حقیقت خود عطا فرمائے والے ہی کا کام ہے۔ دوسرے کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچا کہ مطلق کے اپنے بیان کے بغیر وہ اللہ خود فیحد کرے کہ روئے والے نے کیا کیا کسی کو عطا فرمایا ہے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب

پاک ہیں کہیں، فرق یہ کہ میں نے اپنے غلوں میں سے کو بھیج دیا اور دیکھو کہ عالم بنا دیا ہے، یا اللہ کے رسولؐ نے کسی صحیح حدیث میں اس کی مزاحمت کی ہو، تو اس کا حوالہ دے دیا جائے، ساری بحث ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر کوئی آیت اس کی تفسیر کرتی ہے، تو کوئی حدیث صحیح، تو میں معلوم ہوتا چاہیے کہ اللہ کے اس مصلح کی خبر لوگوں تک آخر کس طریقہ سے پہنچی ہے؟

اس مسئلے میں بات خوب کہہ لیجئے کہ عقیدہ اہل خصوصاً عقیدہ توحید کا معادہ تھا ہی مذکور ہے۔ وہ چیز ہے جس پر غلو و ایمان اور فلاح و خسرو کا فرق ہے۔ اس معادہ میں فرق اصل صحیح نہیں ہے کہ مختلف اختلافات رکھنے والی آیات اور احادیث میں سے ایک مطلب اخذ کر کوئی عقیدہ بنالیا جائے اور اسے داخل ایمانیات کر دیا جائے۔ عقیدہ انوسات اور ستریا گھٹات سے، اور ہونا چاہیئے جن میں اللہ اور اس کے رسولؐ نے ایک بات کہنے کی دعوت دی ہو، اللہ یا نبوت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تبلیغ فرماتے تھے، اور صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین اور ائمہ دین اس پر اتفاق رکھتے تھے۔ کیا کوئی شخص بتا سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب و الشہادۃ ہونے یا جبریم ملاقات و ملائکوں کے عالم ہونے کا عقیدہ، لوہیت رکھتا ہے؟ اگر نہ ثابت نہیں کیا جاسکتا تو آخر آپ اپنے آپ کو اس طریقے میں کیوں ڈالیں؟

حاضرین غلو کے مسئلے میں آپ نے ایک صورت کی جو مثال پیش کی ہے اس میں کئی غلطیاں ہیں۔ قرآن میں کہیں نہیں کہا گیا ہے، "اور نہ کسی حدیث میں" آیا ہے کہ ساری کائنات کا ایک صورت ایک ہی ہے۔ بات بھی قرآن سے

نہیں معلوم ہوئی کہ موت ایک فرشتہ نہیں بلکہ روح کا کام کر رہا ہے۔ بلکہ متعدد مقامات پر روح نہیں کہنے والے فرشتوں کا ذکر بھی فرمایا ہے مثلاً،

إِنَّ الَّذِينَ كُفَرُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُم مُّكْذِبُونَ
ثُمَّ إِنَّهُمْ يَخُصَّمُونَ فَتُكْفَرُونَ بِهِمْ
ثُمَّ إِنَّهُمْ يُكْفَرُونَ بِهِمْ
(النساء، ۹۷)

”جی لوگوں کو کفر کرنے اس حال میں نہایت ہی گمراہ اپنے نظریہ قلم
کرنے والے تھے اُن سے کفر کرنے پر چھٹکارا نہیں ہوا ہے ؟“

كَذِبْتَ إِذَا كُفِرْتُمْ فَتَسْتَكْبِرُ
ثُمَّ إِنَّهُمْ يَخُصَّمُونَ فَتُكْفَرُونَ بِهِمْ
ثُمَّ إِنَّهُمْ يُكْفَرُونَ بِهِمْ
(معد، ۷۷)

”پھر کافر بننے والے اس وقت جب کفر میں کوفت میں آئے ان کے
پہلوں میں تلخیوں کو چبھتے ہوئے ؟“

ثُمَّ إِنَّهُمْ يَخُصَّمُونَ فَتُكْفَرُونَ بِهِمْ
ثُمَّ إِنَّهُمْ يُكْفَرُونَ بِهِمْ
(النحل، ۱۲۷)

”جی لوگوں کی گمراہیوں کے اندر اس حال میں نہیں کریں گے کہ وہ پاکیزہ لوگ
تھے اس سے وہ کہیں گے کہ ساقی ہو تم پر ؟“

ثُمَّ إِنَّهُمْ يَخُصَّمُونَ فَتُكْفَرُونَ بِهِمْ
ثُمَّ إِنَّهُمْ يُكْفَرُونَ بِهِمْ
(الاحزاب، ۱۷۷)

”پھر ان کے جب چہ سے فرشتے ان کے پاس آئیں تو ان سے کفر کرنے کے
پہلوں میں تلخیوں کے چبھنے کے کہیں جی رہیں یا نہ کہیں بلکہ چھڑ
کر پھرتے تھے ؟“

ان کلمات کے معنی یہ ہوتا ہے کہ ایک جیسے ملک الموت کے تحت بہت سے دوسرے خدا کا فرشتے بھی ہیں جو انہیں قتل کرنے پر آمادہ ہیں۔۔۔ انہیں اس طرح ہے جس طرح انہیں ایک بڑا شیطانی سپہ سالار کی ماتحتی میں بے شمار شیاطین ہیں جو دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہر گز انہیں بتانا ہے نہ ملک الموت۔

پھر خود اس زمین کی مخلوقات کے واسطے میں بھی کہیں، نہیں کہ ایک ہے کہ تمام انسانی و نرانی اور ہوا کے جانداروں کا ملک الموت وہی ایک ہے جو انسانوں کی جہنم لینے کے لیے مقرر ہے۔ قرآن میں تو موت، فریاد ایک ہے کہ تَجُودًا كَذِبًا نَسْفًا انفسنا (تمہاری رو میں ملک الموت قتل کرتا ہے)۔ اس سے مراد بات گھر ہے وہ اس سے مراد وہ کچھ نہیں ہے کہ اس زمین پر انسانوں کی کدو میں قتل کرنے پر ایک فرشتہ آمادہ ہے۔ اگر ملاحظہ فرمائیے ایک فرشتہ دوسٹے زمین پر تمام مرنے والوں کی کدو میں قتل کرتا ہے، تب بھی یہ بہت ہی محدود زمانے کی طاقت ہے جو اللہ کے پلنے اس فرشتے کو عطا فرماتا ہے۔ اس کو آخر اللہ تعالیٰ کی اس لامحدود صفت سے کیا نسبت ہے کہ وہ مادی کائنات میں عاقلوں کو ہے ؟ پھر بڑے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم کیا آپ کیا اب قیامت پر اپنے عقائد کی علامت کھڑی کریں گے ؟ ملک الموت کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے خود بتایا ہے کہ ہم نے اسے انسان کدو میں قتل کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ اس پر زیادہ سے زیادہ کچھ تصور قائم کیا جاسکتا ہے وہ اس میں قدر ہے کہ یہ فرشتہ ایک وقت دوسٹے زمین کے ہر جگہ میں لاکھوں انسانوں کی کدو میں قتل کرتا ہے۔ اگر کیا اس پر یہ قیاس بھی کیا جاسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر گز موجود ہیں اور سب کچھ دیکھ رہے ہیں ؟ ان مخلوق باتوں میں آخر کیا بہت

ہے کہ ایک کو دوسری پر قیاس کر لیا جہلئے ! اور پھر قیاس بھی ایسا کہ وہ عقیدہ قرار
 پائے اور ایمانیات میں داخل ہو اور لوگوں کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دی جائے
 اور نہ اسنے دلوں کے ایوان میں نقص ثابت کیا جاسکے ! یہ عقیدہ اگر واقعی
 اسلامی عقائد میں شامل ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں اس کی تعریف فرماتا کہ میرے
 رسول کو حضور مقرر فرمایا کہ وہ حضور خود و موعود فرماتے اور اسے اسنے کی دعوت
 دیتے کہ میں پر جو رسول ہوں اور قیامت تک حاضر و ناظر رہوں گا۔ صحابہ کرام اور
 سلف صالحین نے یہ عقیدہ عام طور پر شائع و افشایا ہوتا اور عقائد اسلام کی کتابوں میں
 اسے ثبت کیا جاتا۔

آپ نے بعض حضرات کو مشرک کہنے یا نہ کہنے کا سہواً ذکر فرمایا ہے اس کے
 بارے میں میری رائے شاید آپ کو معلوم نہیں ہے۔ میں ہی سہی میں اللہ کے فضل
 کو تائید کی غلطی کرتا ہوں اور اسے غلط کہنے کی گالی نہیں کرتا۔ لیکن اس بات سے
 اتفاق نہیں ہے کہ انہیں مشرک کہا جائے اور مشرکین عرب سے تشبیہ دی جائے۔ میں ان
 کے بارے میں یہ کہیں نہیں دکتا کہ وہ مشرک کو مشرک جانتے ہوئے اس کے تائی
 ہو سکتے ہیں۔ بلکہ انہیں ہے کہ وہ توحید پر مبنی دین دانتے ہیں اور اسی پر اتفاق
 رکھتے ہیں۔ اس لیے انہیں مشرک کہنا زیادتی ہے۔ لہذا انہوں نے اچھی بات اور
 احادیث کی تائید کرنے میں سخت غلطی کی ہے اور میں بھی اس پر دکتا ہوں کہ اگر خدا کا
 والہ نام نہ کی جائیں بلکہ مقولہ مرتجے سے دین کے ساتھ بھڑایا جائے تو وہ جو اور جو
 کر کے لڑا ہے اور لڑا کر ہے۔

(ترجمہ القرآن، ص ۳۳۳)

غواب میں زیارت نبویؐ

مسوال :-

براہ کرم عند جدائی سوال کے پاسوں اپنی تحقیق تحریر لکھ کر تشفی فرمائیے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ میں سلسلے کے غواب میں دیکھا تو نہ
حقیقت اس نے مجھ ہی دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری تلاش میں نہیں آتا۔
اور کہا قاتل ۔

اس حدیث کی صحیح تشریح کیا ہے ؟ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس تک
و شہادت میں بھی غواب میں دیکھا جائے تو یہ حضورؐ ہی کو غواب میں دیکھنا
کہا جائے گا ؟ کیا حضورؐ کو یہ بین ہاں میں دیکھنا بھی آپؐ ہی کو دیکھنا
کہا جائے گا ؟ لہذا اس غواب کے نزدیک یہ کچھ اذیت بھی پڑتے
ہیں ؟

جواب :-

اس حدیث کی صحیح تشریح ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضورؐ
کی اصل شکل و صورت میں دیکھا اس نے حقیقت آپؐ ہی کو دیکھا۔ کیونکہ شیطان
کو قدرت نہیں دی گئی ہے کہ وہ آپؐ کی صورت میں اگر کسی کو بہکا سکے۔ اس
کی بھی تشریح حضرت محمدؐ ہی نے اللہ کے نام سے ہے۔ اہم بخاری کتاب التفسیر
میں ان کا قول نقل کرتے ہیں کہ انوارا کا فی صورتہ دجہب کہ دیکھنے والا

لے آپ کو آپ ہی کی صحبت میں دیکھا ہو، علامہ ابن حجر سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص ابن سیرین سے کہتا کہ میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو اس سے بے چہرے تھے کہ تو نے کس شکل میں دیکھا اگر وہ آپ کی کوئی ایسی شکل بیان کرتا جو آپ کے تخلص سے نہ ملتی تھی تو ابن سیرین کہہ دیتے تھے کہ تو نے حضور کو نہیں دیکھا ہے۔ یہی طرز عمل حضرت ابن عباس کا بھی تھا جبکہ حاکم نے اسناد نقل کیا ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ خود حدیث کے حفاظ بھی اس معنی کی توثیق کرتے ہیں۔ جن مختلف اختلافی روایات صحیح مسلم سے منقول ہوتی ہیں سب کا مفہوم یہ ہے کہ مشہد بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں نبی آئینا؟ نہ کہ شیطان کسی شکل میں اگر آدمی کو دیکھ کر نہیں دے سکتا کہ حضور کو دیکھ رہا ہے۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی جاننی ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے اور آپ سے کوئی اور کوئی ایسی بات کہے یا سیرین کے معانی میں کسی قسم کا ایذا آپ سے پڑے تو اس کے لیے اس خواب کی سیرین اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک وہ اس تعلیم یا ایمان کے مطابق کتاب و سنت ہونے کا اعلان نہ کرے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہمارے لیے دین کا معاملہ خوبوں اور کشتوں اور الہاموں پر نہیں چھوڑا ہے۔ حق اور باطل اور صحیح اور غلط کو ایک روشن کتاب اور ایک مستند سنت میں پیش کر دیا ہے جسے بیداری اور چاند شعور کی حالت میں دیکھ کر دلوں میں ڈاؤن اسٹیمٹ کیا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی خواب یا کشف یا الہام اس کتاب اور اس سنت کے مطابق ہے تو خدا کا شکر ادا کیجئے کہ اللہ نے

مضوٰۃ کی زیادت نصیب کی، یکثرت و جہم کی نعمت سے نوازا۔ لیکن اگر وہ اس کے خلاف ہے تو اسے روک دیکھنا اور اللہ تعالیٰ کے کردہ ایسی آزمائشوں سے آپ کو اپنی پناہ میں رکھنا۔

ان دو باتوں کو دیکھنے کا وجہ ہے بکثرت لوگ گمراہ ہونے میں مدد پرتے ہیں۔ متعدد آدمی میرے علم میں ایسے ہیں جو عورت اس بنا پر ایک گمراہ مذہب کے پیرو ہو گئے کہ انہوں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مذہب کے ہائی کی توثیق کرتے یا اس کی طرقت التفات فرماتے دیکھا تھا۔ وہ اس گمراہی میں ڈھلتے اگر اس حقیقت سے واقف ہوتے کہ خواب میں کسی شکل کے فلان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے دیکھنا یا نہ حقیقت معلوم کر دیکھنا نہیں ہے اور یہ کہ اگر آپ میں واقعی حضور ہی کی زیارت نصیب ہو تب بھی کوئی حکم شرعی اور امر ربانی ایسے خواب سے اٹھایا گیا ہوا ہو سکتا۔

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر شیطان کے فریب سے غفلت عورت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ آدمی حضور کو آپ کی اصلی شکل میں دیکھے تو اس کا نالہ عورت انہی لوگوں کو حاصل ہو سکتا تھا جنہوں نے آپ کو بیوی کی صورت دیکھا تھا۔ بعد کے لوگ آخر کچھ چاہی سکتے ہیں کہ جو شکل وہ خواب میں دیکھ رہے ہیں وہ حضور ہی کی ہے یا کس اللہ کی؟ ان کو اس حدیث سے کیا تسلی ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعد کے لوگ اس بات کا اطمینان تو نہیں کر سکتے کہ انہوں نے جو شکل خواب میں دیکھی وہ حضور ہی کی شکل تھی مگر یہ تو معلوم کر سکتے ہیں کہ خواب کے سنی اللہ حضور کی معافیت قرآن و سنت کی تعلیم سے ہے یا نہیں۔ یہ طاقت ہال جاتی ہو تو پھر زیادہ

اسکاں اس بات کا ہے کہ انہوں نے خواہی یا نہ خواہی ہی کدیرت کی ہے، کیونکہ
شیطان کسی کو دلاست دیکھنے کے لیے تو یہ روپ نہیں بھرتا۔
(ترجمہ القرآن دی مکتبہ شریعت، ج ۱، ص ۱۹۵)

بحر کی حقیقت اور سُغوزتین کی شاہین نندول

سوال :-

سُغوزتین کی شاہین نندول کے متعلق بعض مفسرین نے حضور علیہ السلام
پر یہ دیوانگیوں کے جادو کا اثر ہونے والی صحابیوں کے ہٹنے لگنا لائی
ہوئے بولانا اعداد پر تشریف دیا ہے۔ یہ کہیں تک درست ہے؟ نیز
جادو کی حقیقت کی ہے؟ بعض انہیں حضور علیہ السلام پر جادو کے اثر
منسوب ثبوت کے خلاف کہتے ہیں۔

جواب :-

شاہین نندول کے بارے میں یہ بات پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ یہ کہیں کہیں
کس واقعہ کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ آیت اس واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے
تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جب واقعہ پیش آیا اس وقت وہ آیت نازل ہوئی
تھی۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے اس آیت کا تعلق ہے

سُغوزتین کے متعلق یہ بات ثابت ہے کہ وہ مکہ میں نازل ہوئی ہیں اور عمارت
میں جادو کا جو واقعہ بیان ہوا ہے وہ درست طریقہ کا ہے۔ اس لیے کہ کتنا بڑا اثر غلط

ہے کہ جب ہمدانہ واقعہ پیش آیا تو حضرت کو ان محدثوں کے ہٹ جانے کی ہدایت فرمائی گئی۔

ہمدانہ کی حقیقت اگر آپ سمجھتا ہیں تو قرآنی عید میں حضرت موسیٰ کا قصہ پڑھیں۔ ہمدانوں نے لاشیوں اور عیدوں کے جو سانپ بنائے تھے وہ حقیقت میں سانپ نہیں بن گئے تھے، اگر اُن سانپ نے جو وہاں موجود تھے وہی کسی کی کار لاشیوں اور کھسپاں سانپوں میں تبدیل ہو گئی ہیں۔ حتیٰ کہ خود حضرت موسیٰ کی آنکھیں بھر جانے کے باوجود اس قدر کھلم کھلا کر انہوں نے یہی نہیں مانا کہ یہ دجیلا۔ قرآن مجید کا بیان ہے کہ

ثَلَاثَ أَفْئِدًا سَخَطْنَا أَفْئِدَ الثَّالِثِ وَأَسْكَرْهُمْ

(ہرات، ۱۴)

جب ہمدانوں نے اپنے الجبر پیکے تو لوگوں کی آنکھوں کو کھد کھد کر انہیں دھندلا کر دیا۔

ثَلَاثَ أَفْئِدًا سَخَطْنَا أَفْئِدَ الثَّالِثِ وَأَسْكَرْهُمْ
ثَلَاثَ أَفْئِدًا سَخَطْنَا أَفْئِدَ الثَّالِثِ وَأَسْكَرْهُمْ
ثَلَاثَ أَفْئِدًا سَخَطْنَا أَفْئِدَ الثَّالِثِ وَأَسْكَرْهُمْ

پھر یہ کہ اللہ کے ہمدانہ جو تھے ان کی عیدیں عیدیں موسیٰ کو نشانہ ہوئی عیدوں پر وہی ہمدانوں کا اپنے دل میں ڈال دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہمدانہ کی ہدایت نہیں کرتا بلکہ ایک خاص قسم کا تضیق اثر ڈال کر کسی کے حواس کو متاثر کرتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ

جادو کی یہ تاثیر عام انسانوں پر ہی نہیں انیاد پر بھی ہو سکتی ہے۔ اگرچہ اس ذریعہ سے کوئی جادوگر کسی نبی کو شکست نہیں دے سکتا، دُش کے پیش کو ٹیل کر سکتا ہے، دُش سے اس حد تک متاثر کر سکتا ہے کہ وہ جادو کے زیرِ اثر اگر منصبِ نبوت کے خلاف کوئی کام کر جائے، لیکن بگاڑے خود ہی بات کہ ایک نبی پر جادو کا اثر ہو سکتا ہے، خود قرآن سے ثابت ہے۔

احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کی جو روایات آئی ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی عقل، تجربہ اور مشاہدے کے خلاف نہیں ہے، اور ذکرِ ان کی تاہر، حقیقت کے خلاف ہے جس کی میں نے اوپر تشریح کی ہے۔ نبی اگر دُش یا شہید ہو سکتا ہے تو اُس کا جادو کے متاثر ہونا، کوئی تعجب کی بات ہے! سلاطین سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ جوت ہے کہ چند منٹ حضور کو کچھ نہیں سلاحتی ہوگی، حالانکہ وہ بھی تمام سعادت میں نہیں بلکہ بعض سعادت میں بزرگی ملتی ہے۔

(ترجمان القرآن، جلد ۱، شوال ۱۳۳۵ھ - جون، جولائی ۱۹۵۴ء)

گھر گھوڑے اور عورت میں نحوست

سوال :-

یہ دُش کے لیے ایک نکاحِ غریب، چاہتا ہوں۔ ایک ایسا نکاح جو شے ہو رہے، میں کا ایک بالکل حادثہ موت ہوا ہے اور دُش کے رشتہ

وہیں کو وہ مکان میراث میں آتا ہے۔ میں نے اس مکان کے فروغ کے لئے
 کا ارادہ کیا تو میرے گھر کے اجلی افروز مزام ہونے اور بکنے لگے کہ گھر خوں
 ہے۔ اس میں رہنے والوں کی نسل بھی بڑھتی جاتی کر اصل ملک پر خاندان کا
 خاتمہ ہو گیا۔ گھر کے لوگوں نے ان احادیث کا بھی جواب دیا۔ میں نے بعض
 گھروں، گھوٹوں اور عورتوں کے گھروں ہونے کا ذکر کیا۔ میں نے
 کتب احادیث میں اس سے متعلق روایتیں دیکھیں اور شہادت شہود و
 حواشی میں اس پر بحث کیا ہے وہ بھی پڑھا۔ لیکن لازم و قیاس کے ساتھ
 کوئی متین توجیہ کچھ میں دلائی۔ اس بارے میں آپ کی دیکھنا ہے !

جواب :-

جن روایات کا آپ ذکر کر رہے ہیں وہ کتب احادیث میں وارد تو ہوئی
 ہیں۔ مگر حضرت عائشہ کی روایت سے اس کی حقیقت کچھ اور معلوم ہوتی ہے
 امام احمد نے اپنی مسند میں اس کو یہ نقل کیا ہے :

عن ابی حسان الاعرج ان رجلیین دخلتا علی عائشة وقلتا ان
 اباہما یریدان یحدثان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول انما
 الطیرة فی السراة والدابة والدابة فقامت والذی اسئل القرآن
 عن ابی القاسم ما حکذا کان یقول ولكن کان یقول کان اهل الجاهلیة
 یقول الطیرة فی السراة والدابة والدابة ثم قرات عائشة
 ما احباب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من
 تمین ان نبرا اھا ۔

ابو خنیس انرج سے روایت ہے کہ وہ آدمی حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھ پر یہ ظنیوں کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ "ہر شخص کو تو موت نصیب ہوگی اور گھوڑے لگ رہے ہیں؟"

اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس نے قرآن الہی کا حکم وضع کیا، انھیں معلوم ہے کہ نازل کیا ہے، آپؐ میں نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ آپؐ یہ کہہ کرتے تھے کہ اپنی جاہلیت، معصیت، الجھٹلے اور لگ رہے ہو موت و بھگوان کے قائل تھے۔ پھر حضرت عائشہؓ نے کہا کہ آپؐ ہی، کوئی معصیت نہیں میں اور تمہارے نفوس میں نہیں آتی لہذا اس کے روزا جو ملے پہلے وہ ایک نمشتے میں محو ہوتی ہے۔

ام المؤمنین کی اس تشبیہ کے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جو روایت بیان کی ہے وہ نابینا صحیح النفاذ میں نقل نہیں ہوئی ہے۔ تاہم اگر اس کو درست مان لیا جائے تو اس کی ایک مستقل توجیہ بھی ہو سکتی ہے۔

نورست کا ایک مفہوم تو آدم پر ستارہ ہے جسے اسلام سے کوئی عقائد نہیں ہے لیکن نورست کا ایک دوسرا بھی مفہوم بھی ہے۔ اس سے مراد کسی چیز کا موافق ہونا سادہ رہنا ہے۔ یہ مفہوم مستقل بھی ہے اور شریعت میں مستعمل بھی ہے۔ چنانچہ حدیث میں مکان کے نفوس جو ملے گا جہاں ذکر ہے وہاں مطلب یہ نہیں ہے کہ مکان میں کوئی ایسی چیز موجود ہے جو اپنے مالوں کی قسمت لگا کر بتی ہے بلکہ اس کا قیاس ہے کہ اگر یہ ایک مکان کے لئے اس مکان کے لیے موافق نہ ہو کر رہا ہے۔ یہ اوقات کسی طرح کے متعدد مصلحتی ایک مکان میں یکے بعد دیگرے

بنے پٹا آتے ہیں یہاں تک کہ مرض کے ذریعے اثرات وہاں منتقل ہوں۔ چاہیں
 ہو جاتے ہیں۔ اب اگر تجربے سے معلوم ہو جائے کہ جو دواں مردہ اس مرض خاص
 میں جتنا ہو گیا تو یہ کچا جائے گا کہ وہ مکمل اب تکوت کے لیے ناموافق ہو گیا ہے
 خصوصیت کے ساتھ خاص اذوق کے لحاظ سے۔ بات بارہم تجربے کے ثبات
 پر ہو گی ہے۔ اماں شہر میں یہ حکم موجود ہے کہ جو خاص خاص پھل کھا ہو وہاں سے
 ہوا کو بھی نہیں ادا آصفاء ہوں جائی نہیں۔ یہاں ہی مسند حضرت ابو گھوٹے کھگے
 اگر متعدد آدمیوں کو ایک گھوٹے کی ساری ناموافق آئی ہو، یا متعدد آدمی ایک جوت
 سے کچے بعد ایک طرح کے علاج کر کے خاص مرض کے شکار ہوئے ہوں تو یہی کچا چٹا
 گا کہ اس گھوٹے یا اس جوت میں کوئی نا حکم فرمایا ہے۔

اب یہ دیکھنا آپ کا کام ہے کہ جس مکان کو آپ طریقہ نا چاہتے ہیں اس کی
 خواست وہی نوعیت کی ہے یا تجربی نوعیت کی۔

(ترجمان القرآن، سہ ماہی اکتوبر ۱۹۳۲ء، جنوری ۱۹۳۳ء)

شفاعت کا صحیح تصور

سوال ۱

کون مولوی صاحب نے ایک اشکار شائع کی ہے جس میں آپ پر مغربی اعدا
 خارجی ہونے کا فتویٰ نکالا ہے۔ جسے فتویٰ ہے کہ آپ خلیہ کویم علیہ السلام
 علیہ السلام کی طرف سے قیامت کے مہمان کے بارے میں شفاعت کا

ملک پر۔ اس کا حوالہ قرآن مجید ۲۰ ص ۱۱۱ ص ۱۱۲ سے اپنے چٹ
آیت ”ہلک کرد اپنی کتاب میں اس لوگوں کے خطوات جو اللہ احد و یا آخرت
پر ایمان نہیں لاتے“ کے تشریحی نوٹ کا دیا ہے۔ یہ نوٹ یہ ہے،
”وہی کوئی سخی سفار شہرہ کوئی تحریک اور کوئی رنگ سے متعصب ہونا کام نہ
آئے گا“ اس طرح تعصبات سے بچی کوئی حوالہ اس قسم کا اخذ کیا ہے۔

براؤن کریم آپ بیان فرمائی کہ اپنی سنت کا عقیدہ شفاعت کے واسطے
یہ کیا ہے۔ بنی معلوم اپنی سنت کی شفاعت کس حیثیت سے کریں گے نیز
کیا وہ مدعی است کا لحاظ سے شلیح ہوں گے ؟

جواب :-

مخالف لوگوں کو رنگ دہایت دے جو دوسروں کی طرف غلط باتیں منسوب
کر کے دنیا میں بھیجتے ہیں انہوں کے اقوال کو ایسے معنی پہناتے ہیں جو کائن
کے مشاء کے خلاف ہوں۔ اگر حرام لگائے لگائے رنگ کے دل میں خدا کا کلمہ
خون پر آلودہ اشد کی شاعت سے پہلے لگائے لگائے چھٹے لگائے کرتی
ان جمالیات کا مشا کیا ہے، اور شفاعت کے واسطے یہ عقیدہ کیا ہے۔ یہی
جن جمالیات کا انہوں نے حوالہ دیا ہے لگائی میں سے ایک مجدد انہوں کے غلط
عقیدہ شفاعت کی تہذیب میں ہے۔ انہوں کا اصل مقصد یہ بتانا ہے کہ اس غلط
عقیدے کی وجہ سے کس طرح اپنی کتاب کا ایمان الایم کو غرضاً مل گیا ہے جس
کی بنا پر قرآن میں ان پر لازم لگائی گیا کہ وہ ایم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔
دوسری جماعت میں ان کی حدت کا غرض یہی لگائی گیا ہے جو بنی علی اللہ علیہ السلام

نے اپنی رحمت و مالت کے آغاز میں مشرکین کو کہہ کر خطاب کر کے ارشاد فرمائی تھی
 وہ تو میں سے کسی مقام پر بھی اسلام کے عقیدہ شفاعت کو بھی کرنے کا موقع
 نہ تھا۔ آخر کافروں اور مشرکوں کے سلسلے میں اُس شفاعت کا ذکر کیوں کیا جاتا ہے
 کے متنی صریح اہل ایمان میں ؟ کافروں اور مشرکوں کے سلسلے میں جو کچھ میں نے لکھا
 ہے وہ وہی کچھ ہے جو قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ ؟

إِنَّمَا يُؤْتِي مَا تَشَاءُ لِمَنْ تَشَاءُ ۖ لَكُمْ فِي ذَٰلِكَ لَعْنَةٌ لِّمَن كَانَ يَصْنَعُ الْفُلُ ۚ
 وَتِلْكَ آيَاتُ الْكَافِرِينَ ۚ

ہم اسلامی عقیدہ شفاعت کو وہ قرآن و حدیث کی نکتہ ہے ، ہے کہ قیامت
 کے روز اللہ تعالیٰ کی اجازت میں شفاعت صرف وہ کر سکے گا جس کو اللہ اجازت
 دے ، اور صرف اُس شخص کے حق میں کر سکے گا جس کے لیے اللہ اجازت دے۔
 (ماہنامہ)

يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ اللَّهُ وَالَّذِينَ
 هُمْ فِي ذَٰلِكَ

عَنْ ذَٰلِكَ يُشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ .

اِس تاہم کے تحت بھی صلیبی آخرت میں جہنم شفاعت لڑیں گے اگر
 یہ شفاعت اللہ کے اذن سے ہوگی اور ان اہل ایمان کے حق میں ہوگی جو اپنی حد
 دین کے نیک عمل کرنے کی کوشش کے باوجود گناہوں میں گرفتار ہو گئے ہوں۔
 ہاں یہ جو کچھ میں نے اس پر کاربائ کر کے لکھا ہے اور کبھی غلط سے نہ لکھ سکے ہوں
 لوگ حضور کی شفاعت کے متنی نہیں ہیں۔ چنانچہ حدیث میں حضور کا ایک طریق

غلامی سے بچیں آپ پر بیعت کی شدت یہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں
 کہ قیامت کے روز یہ غلامی لوگ اس حالت میں آئیں گے کہ ان کی گردن پر ان
 کا خیانت سے حاصل کیا ہوا مال لٹا ہوا اور وہ کچھ بچا رہی ہو گئے کہ یا رسول اللہ
 (ﷺ) یا رسول اللہ! میری مدد فرماؤ گے، مگر میں غلامیوں کا کہ لا اصدق
 عند شیئ! قد ابلغتک (میں تیرے لیے کہ نہیں کر سکتا، میں نے تجھ تک
 خدا کا پیغام پہنچا دیا تھا)۔ علامہ جوہر :- مشکوٰۃ (سب قسوت اللغات، مشکوٰۃ فیہا)
 ترجمان القرآن، ص ۳۳۵، نو مبر ۱۹۵۰ء

عبادات اور فقہی مسائل

اذان اور نماز کی دعاؤں کے متعلق چند شبہات

سوال :-

ایک دفعہ میں نے اذان کی دعاؤں میں سنا تھا کہ نہیں میں عجیب طریقہ عبادات
 اہل سنت کے لئے لکھ کر شبہات کا ایک طرہ میں دے رہا ہوں۔
 اذان سے ذہن نماز کی طرف متقل بہا اور عیب سوچنا شروع کیا تو یاد کہ
 بموجب صورت سامنے آئی۔ کچھ میں نہیں آتا کہ نماز کس طرح پڑھوں اور
 کیا پڑھوں ؟

ایک سوالیہ کوں کی گود میں جو اذان میں جس جتنے سے روئے ہے ۔
 " اللہ ہی عبادت کے لئے ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں "۔
 (۱) اذان میں اس کے علاوہ فقہ کی عبادت کے لیے میں اس کا کوئی
 شریک نہیں " تو اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ ہی
 اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کے کیا معنی ؟

وہی نمازیں مسجدِ نادرہ، اعلا میں رکھی اور کوئی اور مسجد مجرم ٹہرتے
 ہیں اس میں مردانہ کی حمد شاکر اور عظمت و بزرگی کا ہوا ہے۔ اسی
 طرح رکوع و کھڑی اس کی تسبیح و تہلیل پڑھتی ہے۔ لیکن جیسے ہی ہم
 تشہد کے لیے بیٹھتے ہیں تو حضور سرور کائنات اور مصطفیٰ علیہ السلام
 کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ تشہد اعدادوں بعد و شریعت و طہرہ۔
 کیا اس طرح حضور کی عبادت میں شریک نہیں ہو جاتے؟

(۲) دونوں بعد و شریعت مجرم ٹہرتے ہیں، ظاہر ہے کہ حضور اس طرح
 نہیں ٹہرتے ہوں گے۔ کیونکہ ہم تو ٹہرتے ہیں اللہم صل علی محمد
 وعلیٰ آل محمد (اے اللہ رحمت فرما محمد پر اور اس کے آل پر)، یہ
 دونوں بعد و شریعت حقیقت و حاش میں اللہ کی طرح اور نہایت
 افضل ہیں۔ عبادت نامہ خدا کا نہیں بلکہ اس ذاتی ارض و آسمان کا حمد و
 ثناء ہی کر کے کام ہے تو کیا یہ زیادہ مناسب نہیں کہ عبادت کے اختتام
 پر دعائیں مانگی جائیں، بہ نسبت اس کے کہ میں عبادت میں دعا مانگوں
 مانگی شروع کر دی جائیں؟ یہ واضح ہے کہ حضور خود تشہد اور بعد و شریعت
 طہرہ نہیں ٹہرتے ہوں گے کیونکہ آپ سے کہہ بیحد ہے کہ میں نماز میں
 آپ اپنے لیے مانگتے تھے۔ پھر یہ تشہد پر الحمد فرمائیے۔ ظاہر ہے کہ
 حضور کی طرح اگر حضور تشہد ہی ٹہرتے تھے تو وہ بھی لنگ ہو گا۔ کیونکہ
 ”اے نبی! تم پر سلام اللہ خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں“
 کی جگہ آپ پڑھتے ہوں گے۔ ”لحمہ پر سلام اللہ خدا کی رحمت اور اس کی

برکتیں ملتی ہیں ؟

(۳) اللہ کی جو عبادت ہم کیا کرتے ہیں اس کا نام الصلوٰۃ یعنی نماز ہے پھر یہ فرض سنت، بدتر نفل کی چیز یہاں ہے اللہ نے چاہا کہ ہم اس کی عبادت کر سکیں۔ جاتے تو ہم میں اللہ کی عبادت بلا واسطہ اپنے لئے ہی نماز سنت، جس کی نیت بھی اللہ ہی رکھتے ہیں، دو رکعت نماز سنت سنت رسول اللہ کی طریقہ و طریقہ کیا اس طرح بھی حضور کا اللہ کی عبادت میں شریک ہو جانا ثابت نہیں ہوتا ؟

(۴) نماز کے آخر میں جو سلام ہم پھیرتے ہیں اس کا نام طلب گوئی

۱۴

(۱) کیا حضور بھی روزانہ پانچ نمازیں پکارتے تھے ؟ ادا تھی یہ رکعتیں پڑھتے تھے ؟ اس سوال کی تحدید سے میں نے تحقیق کی لیکن کئی مسئلہ حوالہ فی الحال ایسا نہیں ہو کہ اس سوال کا جواب ہوگا۔ بخلاف اس کے کہ امامی شریعت میں حدیث نظر کر لی کر لی علی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں پڑھیں۔ اسی طرح موعظ کتاب الصلوٰۃ میں یہ بھی دیکھی کہ رات دو رکعتیں کی نماز دو دو رکعت ہے۔ یہ دونوں حدیثیں دو دو رکعت نماز ثابت کرتی ہیں۔

اس خیرات و شکرانہ سے زمین کو پہاڑ اللہ کر رکھتا ہے اور کٹر بے یقین ماہر نے لکھا ہے کہ چوری موجود نہ تو وہ نہیں ہے جو آخرت سے تعلق ہوگی۔ خطا میری انجس کو وہ فریادے اور بے

گراہ ہونے سے بچا لے۔ بھونڈا چھوٹ چلنے کا خطرہ ہے۔
جواب :-

آپ کے دل میں اگر وسوسا پیدا ہو اگر یہ توہان کی وجہ سے نماز ترک
ذکر و یا کریں۔ بلکہ نماز پڑھتے رہیں اور اپنے وسوسوں کے شعلہ کسی جاننے والے
سے پوچھ کر اپنا اطمینان کر لیا کریں۔

جو سوالات آپ نے کیے ہیں ان کے جوابات یہ ہیں :

(۱) افسان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی شہادت دی جاتی
ہے ذکر خدا ہونے کی۔ پھر آپ کے دل میں یہ شبہ کیوں پیدا ہوا کہ رسالت کی
شہادت دینے سے عبادت میں شرک واقع ہو جائے گا ؟ رسالت کی شہادت
تو اس لیے دی جاتی ہے کہ ہم خدا کی عبادت اس عقیدے اور طریقے کے مطابق
کر رہے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے میں سکھایا ہے۔ ہم نے خود اپنی فکر سے یہ طریقہ
اور عقیدہ ایجاد نہیں کر لیا ہے۔

(۲) تشہید کی پہلی عبادت یہ آپ خود کریں۔ پہلے آپ اللہ تعالیٰ
کے حضور اپنا سلام پیش کرتے ہیں۔ پھر رسول ﷺ کے لیے رحمت و برکت کی دعا
کرتے ہیں۔ پھر اپنے حق میں اہتمام نیک بندوں کے حق میں سلامتی کی دعا کرتے
ہیں۔ پھر اللہ کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتے
ہیں جو خدا صلی اللہ تعالیٰ ہی سے اس امر کی دعا ہے کہ وہ حضور پر اپنی نافرمانیوں
کی بدش فرمائے۔ پھر اللہ سے اپنے حق میں اور اپنے دھرموں کے حق میں غلبہ
کی دعا کرتے ہیں۔ ان سارے مضامین کو آپ خود دیکھیں۔ ان میں کیا چیز ہے

پچھ آپ شرک کہہ سکتے ہیں؟ یہ تو ساری کتابیں اللہ تعالیٰ ہی سے ہیں۔ کیا اللہ سے دعا کہ شرک ہے؟ اور کیا اللہ کے رسول کو رسول ماننا بھی شرک ہے؟

(۲) یہ خط بھی آپ کو کہیں سے ہو گا اگر مہارت عربت اللہ کی حمد و ثنا

کرنے کا ہم ہے اور اللہ سے دعا کہ مہارت نہیں ہے۔ دعا تو صریح مہارت ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ ہیں مشرکین کو بغیر اللہ سے دعا میں مانگتے ہیں، بغیر اللہ کی مہارت کرنے والا قرار دیا ہے، حتیٰ کہ کٹر منافقات پہ: **يَتَجَسَّدُونَ مِنْ تُخُودٍ** اللہ کہنے کے بجائے **يَتَجَسَّدُونَ مِنْ تُخُودٍ** اللہ کے الفاظ استعمال کیے گئے اور حکم دیا گیا ہے کہ اللہ ہی سے دعا مانگو۔

یہ تشہد جو ہم پڑھتے ہیں: یہ حضورؐ نے صحابہ کو سکھایا تھا اور انہیں مہارت فراہم تھی کہ تم پڑھ کر وہ اس کے ہم کو نماز میں پڑھنا چاہیے۔ یہ حضورؐ کا اپنا تشہد تھا اس کے متعلق احادیث میں کوئی مہارت نہیں ہے کہ حضورؐ خود کیا پڑھتے تھے۔ جو عہد ہے کہ آپؐ کے تشہد میں الفاظ مختلف ہوتے ہوں۔ اور یہ بھی بعید از قیاس نہیں کہ حضورؐ خود بھی یہی تشہد پڑھتے ہوں۔ اگر ہم نمازیں اپنے لیے دعا کرتے ہیں تو آخر آپؐ کو اس پر کیا اعتراض ہے کہ حضورؐ بھی نمازیں اپنے لیے دعا فرماتے ہوں؟ اسی طرح اگر ہم حضورؐ کے نبی ہونے کی شہادت نماز میں دیتے ہیں تو اس میں آخر کیا غرر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی نبوت کی شہادت دیتے ہوں؟

(۳) فرض نماز کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی وہ مہارت جو اس کے ہاں رکوع

فرض صلوٰۃ کو ادا کرنے کے لیے کم سے کم لازم ہے۔ جس کے بغیر حکم کی تعمیل

سے ہم قاصدہ جہاں گئے۔ سنت کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی وہ عبادت جو فرض کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جویشہ اور ایک کلمے تھے اور جس کی آپ نے جہنم تکید کی ہے۔ نقل سے مراد ہے خدا کی وہ عبادت جو ہم اپنی طوٹتی سے کرتے جسے ہم یہ نہ انداز کیا گیا ہے اور نہ جس کی تکید کی گئی ہے۔ اب فرمائیے کہ اس میں شرک کہاں سے آیا؟ سنت رسول اللہ کی کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ رسول اللہ کی نماز پڑھیں چاہیے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نماز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض سے لائے پڑھا کرتے تھے ادا آپ کے ابتداء تمام بھی پڑھتے ہیں۔

(۵) کسی عمل کو ختم کرنے کے لیے آخر اس کی کوئی صحت ہوئی چاہیے۔ نماز ختم کرنے کی صحت یہ ہے کہ آپ جو قبلہ بیٹھ کر عبادت کرتے تھے، اب بطور طرف منہ پھر کر اس عمل کو ختم کر دیں۔ اب اللہ پھرنے کی ایک صحت یہ ہے کہ آپ چپکے سے منہ پھریں اور دوسری صحت یہ ہے کہ آپ خواہے تمام خلق کے لیے ملائی کی دعا کرتے ہوئے منہ پھریں آپ کو جس میں سے کوئی کام صحت پسند ہے!

(۶) جن احادیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ انتہائی نادر کی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل جب کہ نہ کے احکام بتدیس کا عمل پہلے تھے یہی تھا کہ آپ ہاتھوں درخت دی رکھتے پڑھتے تھے جو اب تمام مسلمانوں میں ملتا ہے۔ یہ چیز دوسری متعدد احادیث بھی سے ثابت ہے۔ حضرت عمرؓ کا جو قول آپ نے نقل کیا ہے وہ خواہے سے متعلق ہے۔

(ترجمان القرآن - فرقہ کا مسئلہ ۱۹)

اجنبی ماحول میں تبلیغ اسلام

مسئلہ :-

میں ہوں گزری ہوئی دکان کا قلعہ دانتے ہوں اب آج کل ناٹھرواں ہیثیت
 سائنس ٹیچر کام کرتا ہوں۔ جب میں ہندوستان سے ہوں کہ ہندو اس
 وقت نہیں تھا کہ ایک مسلم اکثریت کے علاقے میں رہتا ہوں اس لیے
 شرعی احکام کی پابندی میں کھانا وقت نہیں ہوگا۔ لیکن میں اگر دکان پر
 سادہ کپڑے پہنوں گا۔ میں کھانے میں یہ راقم ہے وہ غیر مسلم اکثریت کا جواز
 ہے۔ یہاں میں مشنری عرب کام کر رہے ہیں بہت سے انکوائری
 ہسپتال میں کے ایس کے سے چل رہے ہیں۔ مسلمان ہیں یا پکا ہندو
 سے زیادہ اجنبی ہیں اب وہاں کی تعلیم کے میدان میں بہت سیکھے ہیں۔ اگرچہ
 نہیں بول سکتے مگر ہر ایک میدان قومی بہت اکثریت کی بول سکتا ہے
 پڑھے لکھے لوگوں کی بہت انگ ہے۔ یہاں بہت سے لوگوں کی ٹیچر
 اور دیگر کام کر رہے ہیں ان میں زیادہ تر مسلمان اور ہندو ہیں۔ میں
 اپنی طرف سے کہتا ہوں۔ میرے شہر میں بہت چھوٹی مسجد ہے۔ وہ
 بہت ہی خشک حالت میں ہے۔ اس کے علاوہ مسجد کبھی انہوں کی
 آواز میں نہیں آتی۔ یہ ملک کتبہ میں آباد ہونے والا ہے۔ لیکن اس کے
 باوجود مسلم گھر کے اندر میں مٹری اور مسلمان کی گھر بہت کم ہیں۔ شراب
 کا استعمال شاید مغربی ملک سے کم ہوتا ہے۔ لیکن اب سب کے

اور جو دوسری چیزیں وہاں خاص طور پر لکھنے کی تھیں، انکی فہم و برداری اس حد تک تھی کہ لوگ ہم سے شے جو ملے گی، بطور کی غیر مستقیم کرتے ہیں۔ دوسری چیز یہ ہے کہ جو سہولتیں ہیں جن کے لئے غریب طرز فکر کا اتنا اثر نہیں ہوا جتنا کہ ہمارے ہاں ہے۔ لیکن یہ کہ اس کی وجہ یہ جو کہ یہ لوگ اب تک غریب تعلیم کا انیکہاٹ کرتے رہے ہیں۔

ان حالتوں کا پتہ شہرہ سیکھ کر اس طرح ہضم کی گئی تھی کہ انکی کچھ اسویں کے لوگوں کو انگریزی میں کوئی اثر بھی نہ ہوا ہے۔ پتہ تھا بلکہ انگریزی انگریزی میں لکھتے ہیں۔ "ہندو" کا لفظ انکی کتاب شرب لکھی ہے اس میں نقطہ لکھا ہے کہ انکی ہر تو اس سے بھی مطلع فرمائیے!

دوسرے میں آپ سے شہرہ چاہتا ہوں کہ ایسے حالات میں اس طرح انسان بھی دوسرے کا نام ہے بلکہ اس میں دوسرے کو بھی دیکھیں گے ہوں۔

غیر حسب ذیل چیزیں یہ لکھنے والی لڑکیں تو آپ کا شکور ہوں گی۔
۱۔ یہ ہیں وہ لوگوں کا پتہ شرب کی شرب کا استعمال عام طور پر ہوتا ہے جس میں صحت میں ان لوگوں کی شرکت کرتے ہیں بلکہ ان میں اس کا پتہ لکھا ہے۔
۲۔ یہ ہیں وہ لوگوں کو پتہ شرب کی شرکت کرتے ہیں اور شرب اور دوسری اس قسم کی چیزیں سے انکے کہہ رہے ہیں بلکہ ان کو یہ احساس ہو جائے کہ بعض لوگوں کو پتہ شرب کی شرکت سے نا پسند ہے۔

۳۔ ان کے پتہ شرب کی شرکت اور پتہ شرب سے نا پسند ہے یا نہیں؟

۲۔ بہت کم چیزیں ہیں جن میں انگوٹھی بہت کم چیزیں ہوتی ہے۔
پر سختی ہے۔ ان کا استعمال بہتر ہو سکتا ہے۔ انہیں ۱۔

۳۔ اگر کوئی رحمت کہ لوگوں کو یہیں دی جائے تو اس میں شراب دی جا
سکتی ہے۔ انہیں دیکھ کر یہاں کے لوگ غیر شراب کے رحمت ہی نہیں دیتے
اور اگر اس کا استعمال دیکھ جائے تو اس کا کیا بدلہ دیا جائے ۱

جواب ۱۔

عرض ہوتا کہ آپ کو ملک سے ہر ایک میں جگہ کام کرنے کا موقع ملے گا۔ چوں
آپ اسلام کی بہت کم رحمت کہہ سکتے ہیں۔ آپ کو اپنی جگہ کہہ لینا چاہیے کہ آپ
پہلے وہ مسلمانوں اور غیر مسلموں سب کے سامنے حقیقی اسلام کی نمائندگی کے لیے
ہو رہے ہیں، اور اپنے تمام اعمال سے ملک آپ نے نہ ان میں غلط نمائندگی کی تو بہت سے
نیکو فی خدای کریم کا زہل آپ کے لیے ہو گا۔ اس احساس کے ساتھ ملک آپ ہی
رہیں گے اور عطا رحمت ملک اسلام کو شیک شیک کہہ کر ایک مسلمان کی زندگی
کا نوز ہونے کی کوشش کہہ رہے ہیں تو امید ہے کہ آپ کی اپنی ترقی کے لیے
بھی ملے ہو گا اور کیا ملک کہہ رہے ہیں آپ کے دھرم بہت سے لوگوں کی چاریت
کا سبب بنی ہیں جس نے جن کا دھرم آپ کو خدا کے ہی نصیب ہو۔

وہاں کے جو رحمت لے کر آپ کے خط سے سلام ہوئے ہیں ان پر خود کرنے کے
بعد میرے خدایہ کام کی جو صورتیں مناسب ہیں عرض کیے رہے ہیں۔

مقامی نہاں سیکھے اور اپنے کی مشق کریں اور صورت انگریزی پر انشاء کریں۔
غیر ملک میں جب ہر کوئی انھیں مقامی لوگوں سے ان کی اپنی زبان میں بات کرے

سہ تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں اور اس کی بات ڈیڑھ گھنٹہ سے سنتے ہیں۔
 مقامی مسلمانوں کے ساتھ رابطہ مضبوط کرنا چاہیے۔ ان کو صحیح رہی بھانے اور
 اسلامی طور پر پتہ بھانے کی کوشش کی جائے۔ ان میں سے جن کے بچے آپ کے
 محلہ سے ہیں پڑھتے ہیں ان پر خاص توجہ دیکھنا۔ تاکہ وہ آپ کو اپنا ہمدرد
 دوسرے مسلمانوں میں ڈھونڈنے والے ہوں کو بھی اگر آپ ان کا تعلیم میں کچھ مدد سے
 سکتے ہوں تو ضرور دیکھنا۔ ہر لوگ آپ سے اکثر غریبی شہنا چاہتے ہیں انہیں
 پڑھائیے۔ اس طرح ان کے دل میں اپنے لیے جگہ پیدا کیجئے اور پھر ان کے ان
 دین کا صحیح علم و عمل پھیلانے اور ان کے حالات بدست کرنے کی سہیل بنائیے
 ان میں اگر کچھ با اثر آدمیوں سے تعلقات ہو جائیں تو انہیں مسلمانوں کے حالات کی
 اطلاع کے طریقے بتائیے اور ان خاص دھنکرت کے ساتھ کام کرنے پر ابھاریے
 یہ طبعی بہت اوقات اور حقیقی غیر غرضی کے ساتھ جب آپ ان کی بھلائی
 کے لیے کوشاں ہوں گے تو وہ یا سویرا انشاء اللہ ایک دن آپ ان کے ملائی
 مشورہ میں سے ہیں گے اور وہ آپ کے لیے بہتے ہیں گے۔

جس محلہ سے ہیں آپ کام کرتے ہیں وہاں اپنے طریقہ عمل سے اپنی اہمیت اور
 شہر میں اور بلند اخلاق کا سکہ بھانے کی کوشش کی جائے۔ یہاں تک کہ طلبہ اور اساتذہ
 اور مشنریوں سب سے آپ کا اخلاق اثر قائم ہو جائے۔ پھر وہ راستے تلاش کیجئے
 جن سے آپ غیر مسلم طلبہ اور اساتذہ میں اپنے خیالات پھیلا سکیں۔ اس معاملہ میں
 فائیت مدد تو برور وانا کی ضرورت ہے۔ جو موقع بھی اسلام کی نمائندگی کا ملے اسے
 اچھا سے نہ جانے دیجئے۔ لیکن ایک قدم بھی غلط نہ لگائیے مدد تلاش کرنے پر آمادہ

ہوں گے۔ نصیب کی دکان اس میں ہے کہ وہ مریض کو نصیب دکانی خرابی برقت
وہ ذمہ خراب دے اور ذرا دے دے دے۔

ہم لوگ جن سے آپ کا میل چل رہا ہے اس سے اپنی انگلیوں میں نہ سہا رہتے
ہم لوگ کہنا دے لکھتے۔ مریض نصیب کی کڑیوں میں پہنچا دے۔ یہاں
کا کہ اس خرابی میں کھانے کے سنے کا ان میں تھیں۔ پھر وہی دکان
تیس سو فیصد دیکھنے کی خواہش آپ اپنی ان کو خدوں میں کھینچنے کے لیے
دیکھا۔ دکان پیدائش کے نصیب کو لڑکھڑکنا شروع نہ کیا۔ اگر یہی
لڑکھڑکی نصیب آپ کو یوں سے لگوانی چاہئے گی اسے لگو کر اپنے پاس رکھ
لیں۔

نیم سو فیصد میں سے جن کے اندر آپ خاص صلاحیت، صلاحیت میں لگوانی چاہئے
موسم کی ان سے لگوانی چاہئے اس میں یہ خصوصیت کے ساتھ کام
ہیں کیا۔ ہر لگوانی میں ہی نصیب کو دے۔ لیکن اپنے ہاتھ کسی کو شریعت
اسلام کرنے سے پہنچ سکا۔ جو شخص بھی لگوانی میں چاہے اسے مقامی مسلمانوں
کے پاس بھیجے۔

شراب نوشی کے خلاف لگوانی میں بہت سا لڑکھڑکنا ہے۔ آپ

(Church of England Temperance Society)

سے لندن کے چہرہ (Anti Saloon League of America)

سے واشنگٹن کے چہرہ مواصلت کے اس دعوے

کے متعلق لڑکھڑکی میں لگوانی اور مناسب لگوانی کا انتخاب کریں۔

اب تقریباً آپ کے مواصلت کا یہاں عرض کرتا ہوں۔

۱۔ دوسروں کی طرف سے اگر آپ کو دھت دی جائے تو اس میں غور

شرکت کریں۔ کیونکہ اس کے بغیر آپ ان کی مصروفیت کے لیے ان سے گفتگو ہی نہ
 کیں گے۔ اس نیت کے ساتھ اگر آپ اپنی عقلوں میں شریک ہوں جہاں لوگ
 شراب پیتے ہوں تو امید ہے کہ اللہ کے ہاں مواخذہ نہ ہوگا۔ آپ ان کی باتوں
 میں شریک ہو کر بلاغہ ذمہ داری کہ شراب پینے سے پرہیز کریں بلکہ حکم کھلا اس
 پر ہرگز لا محفل رہے ہر پچھنے والے کو ایسے طریقے سے کھانسی کہ اسے ناگوار
 خاطر نہ ہو۔ شرابیوں کی گفتگو میں ان لوگوں کی شرکت کو بلاشبہ مغربہ و جوشرب
 نہ پینے پر شروعتی ہوں، لیکن ان لوگوں کی شرکت بہت مفید ہے جو دھڑلے
 کے ساتھ شراب فروش سے انکار کریں اور دلیلی کی طاقت سے شراب پینے کی
 برائی میں اس عقل میں ان لوگوں کو کھانے پر آمادہ ہو جائیں جو ان سے شراب
 نہ پینے کے وجہ سے صاف نفرت کریں۔ یہ تو بہترین تبلیغ ہے جس پر میں غلامی سے اہم
 کی توقع رکھتا ہوں۔

۴۔ ان کے صاف دیکھنے والے ہونے پر ان میں آپ کا کھانا کھانے میں اگر آپ
 کو ان میں ہرگز وہ کسی عوام چیز سے محبت نہیں ہے۔ لیکن نہ ہونے کی صورت
 میں بہتر ہے کہ آپ صحت و صواب ہونے کے لیے اپنی اولیٰ درست میں دلیلی کو
 اپنے اصول اور ملک سے آگاہ فرمادیں اور ان کو کھانسی بھی کہ آپ کے ساتھ رہنا
 میں ہی اصولوں کو ملحوظ رکھا جائے۔

۵۔ جن چیزوں میں انگلی کی آمیزش ہوں کا استعمال اس وقت تک نہ کریں
 چاہیے جب تک کہ ان طریقہ آپ کی جہاں کھانے کے لیے آپ کی صحت
 کو غیر معمولی نقصان سے بچانے کے لیے اس کا استعمال ناگزیر نہ جائے۔

۴۔ آپ خود میں لوگوں کو دعوہ کریں اور ہرگز شراب نہ پیئیں۔ دعوت دینے سے پہلے آپ کو انہیں باگاہ کر دینا چاہیے کہ آپ دعوت میں اپنے اصول کے خلاف کسی کو شراب نہیں پیش کر سکتے۔ اس شرط پر جو لوگ آپ کی دعوت قبول کریں صرف انہی کو دعوہ کیجئے۔ شراب کا جہل میں گناہ بد تو پاکستان و ہندوستان سے شریعت و روح انفرادی الہی ہی کوئی اہل دعوت نہ کہ دعوہ شرب منگوا لیجئے۔ امید ہے کہ وہ ان لوگوں کو بہت پسند آئے گا۔
(ترجمان القرآن جلد ۴ ص ۵۰۵ عدد ۱۔ اپریل ۱۹۶۷ء)

کیا روزے کی طاقت رکھنے کے باوجود قیدیہ پایا جاسکتا ہے؟

سوال ۱۔

یہاں کہیں یہودی ایک صاحب گم نے پچھلے ۷۰ روزوں میں ایک تہذیبی شخص کی خاکہ روزوں کے بارے میں سورۃ البقرہ کی آیات ایک وقت نازل ہوئی تھیں اس لیے اللہ نے شروع میں جو رعایت دی ہے کہ ”جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں“ اللہ پھر نہ رکھیں، تو وہ فدیہ ادا کریں“ یہ ایک اہل رعایت ہے لہذا اب بھی اس سے فدیہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اس کی حمایت میں ایک آیت ۲۴۷ کے آخری حصہ کو پیش کیا گیا کہ اگر روزہ رکھو تو بہتر ہے اور نہ رکھو تو فدیہ ادا کرو۔ ان کا کہنا تھا کہ آیت ۲۴۷ پہلی آیت کے ساتھ ہی نازل ہوئی تھی لہذا یہاں تک کہ

کہ کیے چھین گئی ہے ۔

آپ کی تفسیر کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ آیات ۱۸۴ و ۱۸۵ تو جنگ
ہند سے پہلے شریعت میں داخل ہوئیں اور آیت ۱۸۴ ایک سال بعد داخل
ہوئی ۔ اگر بات پایا ثبوت کرنا چاہئے تو پھر اس کے اس خیال کی
ترویج ہو سکتی ہے کہ اگر بھی ایک تصدیقست پشاکل انسان خدے سے
کر دے کی فریضیت سے بڑا سخت ہے ۔

مذکورہ بالا صاحب اپنے آپ کو علم حدیث کے مستند اور قرآن کے
مفسر سمجھتے ہیں ۔ اور ہر دور کے متعلق اپنے افکار و خیالات دنیا کے
حاضر سے پیش کر رہے ہیں ۔ آپ دلو ہر والی پر تجویز گواہ کے ان کتب
کا حوالہ دے رہے ہیں ۔ آپ کا ثبوت دلو ہر کے آیات آملہ اور تصدیقست
میں جنگ ہند سے پہلے داخل ہوئی اور آیت ۱۸۴ ایک سال بعد داخل
ہوئی ۔ اس طرح جو دے پاس ایک سند ہو جائے گی اور ہم انہیں اپنے
نامہ خیالات کی نشر و اشاعت سے باز رکھنے کی کوشش کریں گے ۔
یہ اسلام کی ہی خدمت ہے ۔ امید ہے کہ آپ غور فرما رہے ہیں افکار
ہائے مستفید فروزاں گے ۔

جواب : ۔

اس سوال میں جس نکتے کا ذکر کیا گیا ہے اس کا نشانہ تو خود اس کے موضوع
و مغزوں پر سے ظاہر ہے ۔ اس کے مختلف کلمات مقصد یہ معلوم ہوتا ہے
کہ بعضاں میں مذکور رکھنے کی ”مصلحت“ سے خود بھی کہیں اور اس

ہم مشربِ مصداحب لوگوں " کو بھی بلائی۔ عام اتفاقِ عقیدت میں ہر کھل کھل کر قرآن کا دینی اختیار کرتے ہیں اور جو قرآنی کلمہ چاہتے ہیں اسے بے جا یا اگر گنہگار کرتے ہیں۔ ان میں کم از کم یہ شکری موجود نہیں ہے کہ خدا کی قرآن کرنے کے لیے خود بخود ہی کتاب کو رحمت بنائیں۔ لیکن انسانی قسم کے فتناء وہ ہیں کہ اسے فوق و تلویح کے لیے قرآن کو آڑ بناتے ہیں! اور قرآن سے غفلت چلنے والے کے لیے انہوں نے اس کا رشتہ حدیث سے توڑا ہے تاکہ اس کی آیات کو جیسے چاہیں منسوخ کر سکیں اور لوگوں کو آج کھلی چٹائی ہوئی ہے۔ جس میں طرح چاہتے ہیں خلق خدا کو خدا کی کتاب کا نام لے لے کر خدا کے دین سے بدھ رہتے ہیں۔ پہلے انہوں نے "دور قرآن" متخفیف کیے تھے۔ پھر "رد اسلام" وضع کیے۔ آگے چل کر "دفعہ" بھی بنا ڈالیں تو کون ان کا ہاتھ پکڑ سکتا ہے۔

دفعہوں کے بارے میں قرآن سے جو خدا استغاثہ انہوں نے کیسے ہے اس کی خلقِ واضح کرنے کے لیے سب سے پہلے ہم خود قرآن کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ زیر بحث آیات کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے :

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، کھودینے لگے تم یہ دفعہ جس طرح ملے گئے تھے تم سے پہلے کے لوگوں پر، تاکہ تم پر بھی لگاری کر دو۔ دفعہ رکھنا چند گئے چنے دفعہ کا، پھر جو کوئی تم سے دین میں جو، یا سطر پہ ہوا تو یہ رہا ہونا چاہیے اللہ و رسول سے ملو سے۔ اور جو لوگ اس کی دینی سیدھی کی اوقات رکھتے ہیں اس پر خدا نے ایک سنگین کاٹنا۔ پھر جو کوئی دفعہ کا راز بگاڑے گی تو وہ بدتر ہے اس کے لیے اللہ کے کہ تم روزہ کو

یہ بہتر ہے تھا اسے بے گرم رکھنے پر۔ وہ دھنیا وہ ہے جس میں اناج
کیا گیا قرآن، رہنما کر انسانوں کے لیے "اصول دین" آیات لیے ہوئے ہیں
اور تفریق حق و باطل کی۔ یہی جو اس نے تم سے اس پہننے کو تو چاہیے
کہ اس کے روزے رکھے۔ اور جو ریح ہو یا سفر ہو تو پورا ہونا چاہیے
تھوڑے دنوں سے۔"

۱۰ خط فرمائیے سورۃ البقرہ کو ۲۲۔ اصل سے متبادل کے طلب
الین کی کہ چاہے کہ اصل احکام میں مستثنیٰ کے لحاظ سے کوئی فرق تو نہیں
ہے۔

اس عبارت کو جو شخص خالی الفہم ہو کر پڑھے گا۔ اس کے دل میں طرانا ہوگا
سوال یہ پہلے ہوگا کہ اگر یہ یہی عبارت ایک ہی مسئلہ تقریر کی ہے جو بیک وقت
ارشاد ہوئی تھی۔ تو اس میں پہلے یہی کیوں ذکر کیا گیا کہ وہ دھنیا میں تم کو
نعمت دی گئی تھی اس لیے تم میں سے جو اس کو پکڑے اسے چاہیے کہ اس پہننے
کے روزے رکھے! آخر یہ کیا افتادہ بیان ہے کہ پہلے کہا "روزہ رکھنا چند
گنے چنے دنوں کا"۔ پھر تم چار فقروں میں روزوں کے متعلق بعض احکام بیان
کے "پھر بتایا کہ وہ گنے چنے دن دھنیا کے ہی اور دھنیا کو اس کام کے
لیے اس وجہ سے منتخب کیا گیا ہے اور اس پر اسے پہننے کے روزے رکھنے
چاہئیں۔ ایک راجح مسئلہ تقریر میں شاید ایک لفظ کا بھی اپنی باتوں اور ادب
کے بلکوں کہنا کہ اگلی قوموں کا طریقہ تم پر بھی صاف فرض کیے گئے ہیں اور چار
دھنیا کے پہننے میں تم کو قرآن کی نعمت دی گئی ہے اس لیے فرض روزے تم

اس پہچنے میں رکھو۔ اس کے بعد اس کو جو کچھ احکام ہو جائیں کہنے پر تے وہ بیان کر
وجہ۔

دوسرا سوال ایک غلطی اللہ میں تاخیر کے دل میں پیدا ہوگا کہ اس سلسلہ عبادت
میں جب پہلے فقرو آپکا تھا کہ جو کوئی تقیم میں سے رخص ہو یا سفر پر ہو تو پہلا ہوتا
چاہیے شمار دوسرے دنوں سے ؟ تو اسی فقرے کو بعد میں پھر دہرائے گی کیا محتاج
تھی ؟ اور اگر فی الواقع اس کا ٹکرا ضروری تھا تو پھر یہ فقرہ بھی کیوں نہ دہرائے ۔
گی کہ ”جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہیں ان پر فقیر ہے ایک مسکین کا کھانا ؟“
حقیقت میں حرمت ترکہ دنوں میں سے ایک کو بھی نہ ہرے کی نہ تھی ۔ لیکن ایک
کو نہ ہرے بعد دوسرے کو نہ دہرائے تو ایک معما سامنے آتا ہے ۔

تیسرا سوال جو اس کے دل میں گھٹنے کا وہ یہ ہے کہ ”ماہ رمضان وہ ہے“
سے پہلے کی عبادت اور اس کے بعد کی عبادت کا مضمون ایک دوسرے سے
مختلف تھا قطع نظر اسے ۔ پہلا مضمون صاف طور پر یہ کہ ”اے کہ جو شخص طاقت
رکھنے کے باوجود روزہ نہ رکھے وہ فدیہ دے دے“ لیکن اگر وہ روزہ ہی
رکھے تو اس کے حق میں اچھا ہے ۔ اس کے بالکل برعکس دوسرا مضمون یہ ظاہر
کہ ”اے کہ جو شخص ماہ رمضان کو پائے وہ اس میں ضرور روزہ رکھے“ اور اس
ناراضی علم کو یہ بات مزید تقویت پہنچا رہی ہے کہ اس علم کے بعد اس رعایت کا تو
اے نہ کر دیا گیا ہے جو پہلے مضمون میں رخص اور سفر کو دی گئی تھی ، مگر اس رعایت
کو مطلق کر دیا گیا جو اوپر مذکور کی طاقت رکھنے والے کو دی گئی تھی ۔ ایک
معمولی عقل و غور رکھنے والے قانون ساز سے بھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ ایک

ہی مسائل وہ ایک وقت نہ اذیت انکام دے گا۔ پھر یہی فعل اللہ تعالیٰ کے
شواہد ثانی کیسے پر عکاس ہے ؟

پچھلے سوالات عربت سوالات ہی ہیں۔ لیکن یہ آخری سوال تو ایک سخت اعتراض
ہے جو اس جہادیت پر وارد ہوتا ہے، ”اسی نہیں کہتا کہ کوئی شخص حدیث سے
حدیثے بغیر اسے کیسے رفع کر سکتا ہے۔ جو لوگ حدیث کی مدد کے بغیر قرآن کو
پکڑنے کے معاملے میں، اور حدیث کو احکام میں کا مآخذ اور قرآن کی مستند شریعت
سے انکار کرتے ہیں، ان سے پہلے بھی ان کے پاس ہی سوالات ایسا ہی اعتراض کا
گناہرواب ہے ؟“

اب دیکھیے کہ حدیث کس طرح ہیں قرآن مجید کے اس مقام کو کہنے میں محدود
ہوتا ہے۔ جن لوگوں کے سامنے قرآن کے احکام نازل ہوتے تھے، ان کو یہاں
”ہے کہ اس جہالت کا ایک جہد جو ”ہے لوگوں سے شروع ہو کر ”اگر تم علم رکھتے
ہو ”پر ختم ہوتا ہے، ابتداءً نازل ہوا تھا، اور دوسرا جہد اس کے ایک سال بعد
نازل ہوا۔ پہلے سال رضائے فرض کے وقت یہ روایت رکھی گئی تھی کہ آدمی روزہ
کی حقت رکھنے کے باوجود اگر رضوہ نہ رکھے تو خیر وہ اسے دوسرے سال اس
روایت کو منسوخ کر دیا گیا۔ جہتہ مسافر اور مرض کے لیے سابق روایت کال رکھی گئی۔
اس بیان میں مد صرف یہ کہ اس کے احکامات رفع ہو گئے، بلکہ ہانت بھی کہ
میں آگئی مگر دوسرے سال آخری حد قطعی حکم دیتے ہوئے یہ تبیہ کیوں اٹھائی گئی کہ
”رضوہ کا جہنم وہ ہے جس میں تمہیں قرآن مجید نصبت دی گئی ہے۔ اب بات
میں آگئی کہ پہلے اللہ کی اس نصبت کا احساس ہو گیا، پھر حکم دیا گیا کہ اس نصبت

کے شکر سے تمام کو اس پہنچنے کے بعد سے غور رکھنے چاہیے۔

محدثین و مفسرین نے یہ تشریح متعدد صحابہ اہل بیت سے نقل کی ہے۔ مثلاً امام احمد بن حنبل، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے ایک طویل تشریح بیان نقل کرتے ہیں جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نذر اللہ عنہ، دونوں کی اس حدیث صحیحہ بتحدیث قائم کی گئی ہے۔ نذر میں پہلے بیت اللہ میں کی طرف نذر کیا جاتا تھا۔ پھر نذر کی طرف نذر پھیرا گیا۔ پہلے لوگ ایک دوسرے کو نذر کے وقت اطلاع دیتے تھے پھر انہوں نے اس طریقہ مقرر کیا۔ پہلے طریقہ تھا کہ اگر ایک شخص بیچ کے کسی مرتبے پر اگر جماعت میں شریک تھا تو اپنی نذر کا چوتھا حصہ دیا کرتے تھے بعد ازاں کی بیروی شروع کرتا تھا۔ پھر یہ طریقہ مقرر کیا گیا کہ جماعت میں جس مرتبے پر بھی اگر شریک ہو نام کی بیروی میں نذر دینے کی شروع کر دے۔ پھر امام کے سلام پھیر دینے کے بعد اٹھ کر اپنی نذر پوری کر دے۔ اسی طرح بنفسے کے احکام بھی تحدیث آئے ہیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ پر پہلے قیدوں کے بندے رکھتے تھے۔ بعد ایک ہفتہ عرصہ کی دوسری کو لکھا کرتے تھے پھر اللہ نے دفعوں کے بعد سے فرض کیے۔ اگر یہ رعایت رکھی کہ جو ہفتہ در ہفتہ ایک لیکن کو لکھا کر دے۔ اس کے بعد علم آیا کہ دفعوں کے بعد سے غور رکھنے چاہیے۔ اور حدیث مستقیم کر کے بے غصب کی رعایت شروع کر دی۔ پہلے لوگ انصار کے بعد اس وقت تک لکھا نہ پیا، بہشت کی ہائز کہتے تھے جب تک سو نہ جاتی۔ سونے کے بعد وہ کہتے تھے کہ اللہ کا ہفتہ شروع ہو گیا۔ اگرچہ اس باب میں کلام اس کا علم نہ تھا۔ اگر لوگ یہی سمجھتے تھے۔ بعد میں علم آیا

میں نے



مذہب اور جماعتوں پر جس کے بارے میں اللہ کی انصاف اور جاننا ہے
یہ کہ ان کی تعلیم کے سلسلے میں مکاتھ لیسٹ کے ٹولے جتنے میں تعلیم ہوں یہاں
جاڑے کے کوئی بہت سہولت پڑتی ہے۔ سہولت کوئی جواب کہہ رہا تھا کہ
انگریز ہے۔ کیا اسی جواب پر بھی کہ کیا جانتا ہے؟ براہِ فہمائش اپنی
تحقیق منظر پر شریعت کی بدگشتی میں تقریر فرمائی۔

بعد ایک چڑے کے منوں پر جا گرنے کا تعلق ہے اس کے جواز پر قریب قریب تمام اہل سنت کا اتفاق ہے۔ اگر سوائے اسی ائمہ جرحوں کے سوائے ہی ثناء چلا تھا تو اسے شرط لگانا ہے کہ وہ سوائے ہوں، اور شفاعت نہ ہوں کہ ان کے نیچے سے پاؤں کی جگہ نظر آئے، اور وہ کسی قسم کی بندش کے بغیر خود قائم رہ سکیں۔
 میں نے اپنی امکان حد تک کوشش کرنے کی کوشش کی کہ ان شرط کو اخذ کیا ہے۔ گوشت میں ایسی کوئی چیز نہ ملے گی۔ شفت سے جو کچھ ثابت ہے وہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جرحوں اور حد سے قبل یہ حکم فرمایا ہے۔ لہذا کے بعد کتب میں اور مسند احمد میں وغیرہ میں شعبہ کی روایت موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اِنَّ الْعِدَّةَ مِنَ النَّاسِ لَا تُفْجَرُ عَنْهُمْ حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بِهِمْ** جو ان میں سے کوئی ایک فرمایا۔ اور ماوردی کا یہاں ہے کہ حضرت علیؓ، عید الشریعہ، بعد از

ابن عربیؒ، ابن سبکؒ، ابو حامدؒ، و سبب ان سدا و عرونی شریعت نے جو اہل حق
 صحیح کیا ہے۔ نیز حضرت عمرؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ تھا بروی ہے۔ بلکہ
 بیعتی اور ثمالوی نے ان دونوں کے اقوال سے روایت بھی نقل کی ہے کہ حضرت نے عرب
 جو قول پر شیخ فرمایا ہے۔ اس میں عربوں کا ذکر نہیں ہے۔ اور بھی اہل حضرت علی
 رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ ان مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب
 عرب اور عرب جو تھے، اور عربی اپنے ہونے کے لئے جو تھے یہ سب ایک ہی اسی طرح
 جہاز ہے جس طرح چڑھے کے سونڈ پر ساج کرنا۔ ان روایات میں کہیں یہ نہیں
 ملتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فقہاء کی توجہ کردہ شرط میں سے کوئی شرط بیان فرمائی
 ہو، اور نہ ہی ذکر کسی جگہ ہے کہ جن عربوں نے حضورؐ کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تھا ان کے لئے
 ساج فرمایا وہ کہیں قسم کی قسم۔ اس لیے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ فقہاء کی جانب سے یہ
 ان شرط کا کوئی ماتخذ نہیں ہے۔ اور فقہاء پر کد شریعت نہیں ہے، اس لیے ان
 کا شرطوں پر اگر کوئی عمل نہ کرے تو وہ گناہ نہیں ہو سکتا۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی جانب سے یہ ہے کہ عرب اہل حق اس صورت میں کہی
 شیخ کو ملتا ہے جبکہ آدمی عربیت سے پہلے ہے۔ لیکن عرب عربی میں ہے کے آثار نقل
 کیے گئے ہیں ان میں سے کسی نے بھی اس شرط کی پابندی نہیں کی ہے۔
 شیخ علی القسینؒ پر خود کہہ کے میں نے جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ دراصل یہ
 تیمم کی طرح کی ایک سہولت ہے جو اہل ایماں کو ایسی حالتوں کے لیے دی گئی
 ہے جبکہ وہ کسی صورت سے پاؤں نہ دھو سکے۔ کہنے پر مجبور ہوں اور ہر پادشاه
 و صفا ان کے لیے سبب نقصان و جو شقت ہو۔ اس روایت کی بنا پر اس

معلوم ہے کہ یہ نہیں ہے کہ عبادت کے بعد محنت سے پہلے سے پاؤں نیست سے نماز پڑھیں گے اس لیے اس کو دھو لے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ بلکہ اس کی بناء پر رحمت ہے جو بندوں کو بہت عقار کے کی منتفی ہوئی۔ لہذا ہر وہ چیز جو ساری سے راستے کے گرد و فہاس سے بچنے کے لیے پاؤں کے کسی زخم کی حفاظت کے لیے آدمی پہنے اور جس کے بار بار اس نے اندر پھر پہننے میں کوئی کو رحمت ہو۔ اس پر شیخ کیا جاسکتا ہے، خواہ وہ آگونی جواب ہو یا سوتی، چڑے کا جوتا ہو یا گچ کا، یا کوئی پڑا ہی ہو جو پاؤں پر ہیٹ کر اندر لگایا ہو۔

یہ جب کسی کسی کو دھو کے بعد صبح کے لیے پاؤں کی طروت مانتے ہوئے دیکھتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا بعد اپنے خلع سے کھڑا ہے کہ ”عالم ہو تو ابھی یہ سوز سے کھینچ لوں اور پاؤں دھو ڈالیں، اگرچہ عکس کار ہی نے رحمت خدا فرمادی ہے اس لیے شیخ پر کشف کیا ہوا: میرے دل کا رد اصل ہی معنی شیخ علی الشافعی وغیرہ کی حقیقی روح ہی احساس روح کے بعد سے وہ تمام چیزیں عجباں میں جنہیں ان ضرورت کے لیے آدمی پہنے جن کی رعایت طرہ کہ صبح کی اجازت مل گئی ہے۔

ترجمان القرآن۔ مضمون: شوالیہ ۱۳۳۲ھ۔ جون، جولائی ۱۹۱۵ء

ان محبوب المریح انی ان تظروا لہا ، فالاجل لا یثبت
 ویجب المہرجالا ۔ وکذا غایۃ القیام ان ، و الخ
 مولانا سید احمد صاحب عتیق دکنیہ اصلاح سرائے میر علی اعظم
 گڑھ ۔

”مہر موزیل اس وقت ہوگا جب بوقت عقد نکاح ارادے ہر کے یک
 وقت انکے متاع کی تعیین ہو ۔ یہی اصل تمام مباحث کا ہے ۔ اگر کسی
 نے ایک مکان سے کوئی چیز فروری اور بات صحبت میں نفوذ کا غیر
 تعیین کا ذکر نہیں کیا تو یہ مباحہ بھی عمل کے علم میں ہوگا ، غرض ان خواہ
 نفوذ قیمت دینے یا بعد میں دینے کا وعدہ کرے ، ہر صورت عمل
 میں یہ فروری نہیں ہے کہ جو من لونا ادا کیا جائے بجز صاحب حق کو
 حق حاصل ہو کہ لونا یا جب چاہے اپنے حق کا مطالبہ کرے اور
 مباحہ موزیل میں اصل اور متاع سے پہلے مطالبہ اور تقاضے کا حق
 حاصل نہیں ہوگا ۔ اس تفصیل کی کتب سے مباحہ سزاوارہ میں مذکور ہے
 اس لیے صورت جب چاہے اس کا مطالبہ ضروری کر سکتی ہے ؟
 مولانا سید سلیمان ندوی ۔

نہ ہر میں اگر عمل یا موزیل کی کوئی تفصیل نہیں ہے تو عرف کا اقتدار
 کیا جائے گا ۔ فقہ میں ہے والیعمل والیاجل ان بیضا
 فذلک والا فالتعارف ۔ اگر عمل اور موزیل بدلتے ہیں کر دینے
 گئے ہیں تو جہاں بیان کر دیا ہے وہاں ہوگا حد عرف کا اعتبار ہوگا ؟

مولانا عبد الرحمن صاحب، نائب مفتی ریاست قادیانہ قادریہ علماء :-

”اس محدث میں غرور کا اعتقاد کیا جائے گا؟ حوالہ دیئے بغیر کیا کہے؟ اگر غرور ہے کہ ایک محدث اپنے طریق میں ہرگز غرور نہیں کرتا بلکہ اس کے بعد حاصل کر سکتی ہے تو وہ شہر کی ذات و اخلاق سے پہلے اسے دیکھ کر اسے کافی نہیں دیکھتی؟“

اس اختلاف کا حل کیا ہے؟ براہ کرم آپ اس پر تفصیل سے مدد فرمائیے۔

جواب :-

قرآن وحدیث کے دیکھنے پر مداحوں اس حق و حقیقت کا موازنہ ہے جو ایک مرد کا اپنی بیوی پر حاصل ہو سکتا ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے :-
وَأَجْنَلْ لَّكَ مَا قَدَّامُ ذَا لَكَ أَنْ تَكْفُرُوا بِمَا شِئْتُمْ لَكُمْ
(النساء، ۲۴)

ان کے اسراجم و عورتیں ہیں، انہیں سے بے حلال کیا گیا کہ اپنے دلوں کے غرض ان سے غیب کا جان کر دو۔

فَمَا اسْتَشْفَعْتُمْ بِهِمْ وَيَقُولُونَ خَالُوا هَؤُلَاءِ مِنْ أَجْوَاجِهِمْ يَوْمَ رُفِغَتْ
(النساء، ۲۴)

پھر جو غلطی تم نے ان سے کیا ہے اس کے ان کے ہر طور ایک فرض کے اندر کر دو۔

وَلَيْفَت تَّاتَخَذُوكُمْ فَقَدْ أَغْنَىٰ بَيْتُكُمْ (انہی تینوں میں سے)

اسلام وہ ان کے لئے بنے ہوئے ہیں جو ایک دوسرے سے

مستغنی ہو چکے ہیں۔

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری وہ چیز ہے جس کے عوض روئے
کو محنت پر مشہور حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ پھر اس کی مزید تفریع و احادیث لائی
جیں جو اس معنی میں ہیں کہ اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ جو اس مسئلہ اور اس حدیث
احمد میں فقہ کا یا شہاد منقول ہے۔

اسی الشروط ان توفوا به ما استحللتم بہ الفروج۔

تمام شرطوں سے بڑھ کر جو شرط اس کی تھی۔ یہ کہ تم اسے جو ذکر وہ شرط وہ
ہے جس پر تم حد تک شرط ہو کر چل کر رہے ہو۔

بعد ان کا مشہور فقہاء میں ہیں ابی علیہ وسلم کے بعد ان کے بعد یہی
تفریع لائی تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے عبد اللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ جب
تفریق ہوئی تو غور ہوئے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دلوں میں آئے۔ آپ
نے جواب میں فرمایا۔

لا مال لك ان كنت صدقت عليها فهو بها استحللت

من فوجها وان كنت كاذباً عليها فذلك الجسد لك منها

اسلم کتاب النکاح

ان میں سے کچھ لائی ہیں۔ اگر تو نے اس پر سچا الزام لگایا ہے

تو اس کی شرط ہو تو نہ ہے بے حلال کی تھی اس کے ساتھ میں وہ مال

اور چونکہ اللہ کریم نے اس پر عین حرم لکھا ہے تو اس لئے اسے حق ہے
 اور بھی زیادہ اور بھی (مسلحہ کتاب ص ۱۰۰)
 اس سے بھی زیادہ تعزیر ایک اور حدیث میں ہے جو امام احمد اپنی سند میں
 لے کر ہے۔

من تزوج امرأة بصدق وثوى ابن لا يجد فيه فهو زانی .
 جس نے کوہمت سے نکاح کیا اور نیت نہ رکھی کہ یہ روایا نہیں ہے وہ
 زانی ہے۔

ابن تمام لصوص سے ہر کی حیثیت ابھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ کوئی ایسی
 دنیا نشی چیز نہیں ہے بلکہ وہ چیز ہے جس کے علاوہ میں ایک صورت ایک روک
 ہے محل ہوتی ہے۔ اور ابھی لصوص کا اقتضایہ ہے کہ انھوں نے طرح کے ساتھ ہی
 پورا ہر خدا اور صاحب الامارہ جاسے۔ آج کے اندوہ میں کے درمیان اس کو ملاحظہ
 کر دینے کے لیے کوئی قرار دیا ہو چکا ہو۔

پس نہ ہر کی لڑائی میں اصل قبیل ہے ذکر کا جیل۔ میر کا حق ہے کہ وہ انھوں
 طرح کے ساتھ برکت ادا ہو۔ اور بعض ایک روایت ہے کہ اس کو لڑ کر لے میں
 بہت دی جاسے۔ اگر بہت کے بارے میں اندوہ میں کے درمیان کوئی قرار دیا
 ہو تو اقتدار اصل دینی نہیں، بلکہ یہ ہے کہ ذکر و عبادت (یعنی جیل اور بہت)
 کا۔ یہ بات شادی کے نشاد کے بالکل غلط معلوم ہوتی ہے کہ جیل کو اصل قرار
 دیا جاسے اور جیل و قبیل کے غیر مخرج ہونے کی صورت میں نہ ہر کو آپ سے
 آپ کو حق ٹھہرا جاسے۔

نقدِ حنفیہ کے مرتبین اس مسئلے سے گریز کرتے ہیں۔ ایک گروہ
کی رائے یہی ہے جو ہم نے ابھرنیائی کی۔ لاجتہا یہی ہے۔۔

فان كان بشرط التحيين او سكوتا عنه. يجب حالا ولها
ان نعم نفسها حتى يعطيها النهر .

اگر بشرطِ تحویل ہو یا اس کے بارے میں نکوت اختیار کیا گیا ہو (مباحثہ)
ہے یا نہیں، تو وہ فقہا و اصحاب ہر گاہ صورت کو حق پر گاہ کر لیتے آپ کو
شوہر سے روک لے جہاں گندہ ہر ادا کرے۔

اذا شرب النساء على البطارى من سبى .

فان سبوا النهر سائكنون من التحيين والى التحيين ماذا يكون
حكمه ؟ قلت يجب حالا فيكون حكمه حكم ما شرط تصديده .

اگر بشرطِ کر دیا گیا اور سببی یا نوبی کے بارے میں نکوت اختیار کیا گیا
تو اس کا کیا حکم ہے ؟ میں کہتا ہوں کہ وہ فقہا و اصحاب ہر گاہ اس کا حکم اس
ہر گاہ کا حکم ہے جس کے لیے فیہ کی شرط لگائی ہو۔

اذا استجلبت من سبى .

ان كان النهر معقلا او سكوتا عنه. فانه يجب حالا ان الفلاح
عقد معاذته وقد تعين حقه في التزوجة فوجبه يتعين
حقها وذلك بالتسليم .

اگر بشرطِ سببی ہو یا اس کے بارے میں نکوت اختیار کیا گیا تو وہ صورتِ اصحاب
ہر گاہ کہ نکاح کی معاوضہ ہے، صہبہ نہ ہو جس پر راقی نہیں

ہو گیا تو وہ بہت بڑا محنت کا حق بھی نہیں پر جانے اللہ اس طرح کو
عقوبت کے لیے ہرگز نہ دے گا۔

دوسرے گروہ، تو یہ کہتا ہے کہ اس معاملہ میں عورت کا تقدیر جانے لگا
نہاؤنی کا حق نہیں ہے۔

فصل فی تعیین وقت الطهر للعجل بنظر الی المرأة والی المهرامہ
کہ ہو کوئی المعجل مثل هذا ۛ المرأة من مثل حد المهر
فیہ عجل ذلک ولا یقتدر بالزوج والخمس من یستہجر
القتل ۛ

مگر سبھی مقدار داخ، کی گئی ہو تو یہ جانے لگا کہ عورت کس قدر کی
ہے اور میری ہے لیکن کہ عورت کے لیے لے لے کر میری ہے کس
تقدیر میں قرار دے گا۔ اس آیت میں مقدار میں قرار دی جانے لگی ہے تو
یہ انہی میں جس کی عورتیں دیکھ کر یہ چاہیے کہ عورتیں جو اس کا تقدیر کرنا
چاہتے۔

اسی لئے کہ تاخیر میں ہونے کے تقدیر میں کی ہے وہ لکھتے ہیں
والی نہ بشرط تعجیل شیء بل سکوتا عن تاخیرہ و تعجیلہ
نہن ۛ عورت کی تعجیل بعلم و تاخیر باقیہ الی الموت اور
المریة لو اطلقت فیس لھا ان تعیس الا الی تسلیم ذلک
القدر۔

مگر کس عورت کی تعجیل کی شرط کی گئی ہو لکھتے ہیں اس کے لئے

میں حکومت اختیار کیا گیا جو تو سوانہ کو دیکھا جائے گا۔ اگر یہ سوانہ ہے کہ ایک جہت منجلی قرار دیا جائے گا تو اس جہت منجلی یا خوشحال یا غلامانہ نظر رکھا جائے تو صورت صرف اتنی ہی منظور و مصلیٰ ہونے تک اپنے آپ کو خود پر سے روکنے کا حق رکھتی ہے۔

اسلامی حیثیت سے دیکھا جائے تو پہلے گروہ کی دسے قرآن و حدیث کے اشارے زیادہ مطابقت رکھتی ہے۔ لیکن دوسرے گروہ کی دسے بھی پہلے غرض نہیں ہے۔ ان کے قول کا دعویٰ نہیں ہے کہ ہمارے آپ میں تاویل اصل ہے نہ جہت تاویل و تفسیر کی مراعت نہ ہو تو معاشرہ اصل یعنی تاویل کی طرف رجوع ہونا چاہیگا۔ بلکہ اپنے حق سے میں ایک حد قاعدے کا لانا کرتے ہیں جسے شریعت میں تسلیم کیا گیا ہے۔ اسدہ ہے کہ کسی سوسائٹی میں معاملات کے متعلق جو طریقہ عام طور پر رائج ہو اس کی حیثیت اقرار کے درجہ تک پہنچے گا جسے کسی بھی صورت میں اس سوسائٹی کے مدد فرما دیا جائے گا۔ اس کو خاص طور کے بارے میں مراعت کوئی قرار دیا نہیں گیا بلکہ اس میں وہ رائج طریقہ پر داخل ہیں۔

جائزہ قاعدہ شریعت میں تسلیم ہے اور اس کا ایک ہی مقصد کے دوسرے گروہ کی دسے غلط نہیں ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم کسی خاص سوسائٹی میں اس قاعدے کو جاری کریں، ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ شریعت کے دسے 'مطلوبہ' اخذ قانون (Source of Law) کے تسلیم نہیں کیا ہے کہ جو ہر دور و ہر جہت شریعت کے نزدیک حق ہو بلکہ اس کے برعکس وہ غیر متغیر سوسائٹی اور

اس کے غیر متعذر رد و قبول کو قبول کرنے کے بجائے ان کو رد چاہتا ہے۔ اور صرف ان رد و قبول کو تسلیم کرتا ہے جو ایک اصول شدہ سوسائٹی میں شریعت کی مدوح اور اس کے اصول کے تحت پیدا ہوئے ہوں۔ لہذا مدوح کو بے گناہ معادہ مان کر مشی قانون نافذ کرنے سے پہلے دیکھنا ضروری ہے کہ جس سوسائٹی کے مدوح کو ہم یہ شریعت دے رہے ہیں کیا وہ ایک حقیقی سوسائٹی ہے؟ اور کیا اس کے مدوح شریعت کی مدوح اور اس کے اصول کی پیروی میں پیدا ہوئے ہیں؟ اور تحقیق سے اس کا جواب نفی میں ہے تو اس قانون کے کو مشی قانون جاری کرنے سے انہیں بگڑ قطعاً ایک علم ہوگا۔

اس نقطہ نظر سے جب ہم اپنے ملک کی موجودہ مسلم سوسائٹی کو دیکھتے ہیں تو جس صاف نظر آتا ہے کہ تحفاتی رد و قبول کے معاملہ میں اس نے خواہشات نفس کی پیروی اختیار کر کے اس توانا کو بہت بگڑا کر دیا ہے جو شریعت کے نام کی تھا، اور بالعموم اس کا میلان ایسے طریقوں کی طرف ہے جو شریعت کی مدوح اور اس کے احکام سے عریضاً غریب ہیں۔ اسی بہرے معاملہ کو سامنے رکھتے ہیں ہم یہاں گفتگو کر رہے ہیں۔ اس ملک کے مسلمان بالعموم بہر کو بعض ایک بگاڑ چتر دیکھتے ہیں ان کی نگاہ میں اس کو وہ اہمیت، قطعاً نہیں ہے جو قرآن و حدیث میں اس کو دی گئی ہے۔ علاج کے وقت بالکل ایک نامائشی طور پر بہر کی قراداد ہو جاتی ہے مگر اس امر کا کوئی قصور نہیں رہتا جس سے کہ اس قراداد کو پورا بھی کرنا ہے۔ بالعموم نے بہر کی بات چیت میں اپنے قانون سے حفاظت کرنے میں کہ ”میں کو دیکھتا ہے کوں دیکھتا ہے“ گویا غفلتِ خداوند کی خدانہ پستی کے لیے

کیا جا رہا ہے۔ پھر سے ظلم، دہشت گردی، بھارتی فوجی اہلکاروں کے ہتھوں ہتھوں میں ہرگز سے کبھی ادا ہی نہیں کیا جاتا۔ نہ ہرگز کی مقدار و مقدار کرنے میں اکثر جو چیز لوگوں کے پیش نظر ہوتی ہے وہ صرف یہ کہ اسے افغان کی مدد کے تمام کاموں کا نیا ہی بنایا جائے اس طرح مختلف صورتوں کے ایک شرعی حق کو کاہل و پست کیا ہے اور اس بات کی کوئی پروا نہیں کی گئی کہ جس شریعت کی بنیاد سے لوگ خود کو مروجہ و معطل کرتے ہیں وہ ہرگز کمالی فروع کا معاون قرار دیتی ہے اور اگر معاون اور اگر بے کی نیت نہ ہو تو خدا کے نزدیک محنت اور پر عمل ہی نہیں ہوتی۔

ہمارے لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ میں سوسائٹی کا حرف لگا کر لڑتا ہوں اور میں کے مروجہ کے شریعت کے احکام اور اس کی مدد کے بالکل خلاف صورتوں اختیار کر لی ہوں اس کے خلاف حدود کو اندوے شریعت جائز قرار دینا کس طرح ہو سکتا ہے۔ جن اعتبار کی جہد حق، اعتبار عرف کی، یا پھر میں عقل کی کہانی میں ان کے پیش نظر نہ لگتی ہوں سوسائٹی حق اور اس کے خلاف شریعت مدد، انہوں نے جو کہ لکھا تھا وہ ایک اصطلاح شدہ سوسائٹی اور اس کے عرف کو پیش نظر رکھ کر لکھا تھا، کوئی مفتی اگر وہ اس کی جہدوں کو عقل کے اپنی ذمہ داری کے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ اس کا فرض ہے کہ قانون دینے سے پہلے اصولی شریعت کی روشنی میں اس کی جہدوں کو اچھی طرح سمجھنے اور تحقیق کرنے کے میں حالات میں انہوں نے وہ جہد قرآن میں حق سے وہ حالت گفت تو نہیں ہیں ہیں یہ آج چہاں کیا جا رہا ہے۔

ترجمہ: مولانا محمد رفیع، شعبہ اسلامیات، جامعہ اسلامیہ، لاہور

غیر محرم قریٰ ازتہ سے پردہ کی ضرورت

سوال :-

ایک شوہر بیوی کو گھلیے رشتہ داروں کے سامنے بے پردہ کرنے کے لیے مجبور کرنا کہ ہے جو شرفِ بیوی کے لیے غیر محرم جو ۹ میں اسٹریٹ اور بنگلے کے ایسے غیر محرم قریٰ ازتہ دار ہیں سے ہمارے آج کل کے نظام معاشرت و رسوم عمومی پر وہ نہیں کرتی، اسی سے پردہ کی حاجت پڑتی ہے یا نہیں؟ اور اگر کہنا چاہیے تو کن حدود کے ساتھ؟

جواب :-

شوہر کو حق نہیں پہنچا کہ وہ خدا اور رسول کے احکام کی حکمت و ہدایت کا یہی کو حکم دے۔ اصل گروہ یہ حکم دے تو ایک مسلمان عورت کا فرض ہے کہ اس کی اطاعت سے انکار کر دے۔ جو خداوند کے دربار میں اللہ تعالیٰ نے اسی رشتہ داروں کی غیر محرم دے دی ہے جن کے سامنے ایک مسلمان عورت اپنی زینت کے ساتھ آ سکتی ہے۔ اسی کے سوا کسی کے سامنے اظہارِ زینت کا حکم دینا کسی مسلمان کے ذرا نا احتیاس سے رہا ہے۔

سٹریٹ اور بنگلے میں عورتوں کا گھوننا جن غیر محرم قریٰ ازتہ داروں کے ساتھ رہیں جن کو تہ کی حاجت ہے کہ ان کی اہمیت وہ ہیں کہ جو بالکل غیر محرم سے پردہ کی اہمیت ہے۔ عورتیں اپنے غیر محرم رشتہ داروں کے سامنے بغیر زینت کے ساتھ لباس میں اپنے خسر کے ساتھ آ سکتی ہیں، اگر عورت اس حد

نہ ان کے سامنے رہنا چاہیے جس حد تک معاشرتی ضروریات کے لحاظ سے
 ناگزیر ہو۔ یہ غلط اور بے تکلفی اور ایک ایسے ہی نتیجے کہ نہیں غلط کرنا اور کھانا
 میں بیٹھنا، جس کا طرز جاری موجودہ سماجی و شرعی کثرت کے ساتھ پایا جاتا
 ہے، شرعی احکام کے قطعی خلاف ہے، اور بعض پرستہ واسطہ شفا و صحت کے
 ساتھ ایسے تعلقات کی تو حد میں ہیں مزاج نہایت موجود ہے۔

اس معاملہ میں فی الواقع ہماری معاشرت میں شرعی تعلیم کی پیدا ہو گئی ہے
 شریعت کا جو حکم ہے وہ میں نے بتا دیا ہے۔ مگر اسلام میں طرز سے جو غیر
 شرعی حالات پیدا ہو گئے ہیں ان کو دھارنے کے لیے نئی ہجرات اور حرم کی
 ضرورت ہے۔ ایک طرف بہتر تعلیم فیروز سے اسے ہم سے کاہنہ کرتے
 ہیں جو شریعت کے تعلقات سے بڑھ جاتا ہے۔ دوسری طرف ایک کثرت و کثرت
 کے واسطے نام حدود شرعی کوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ اس مسئلہ میں اگر کوئی شخص
 احکام شریعت پر ٹھیک ٹھیک عمل کرنا چاہے تو شریعت سے غفلت
 تعلقات کو کوڑ سے بغیر نہیں کر سکتا۔

درجہ اول فقرات۔ وجہ، شہید، شہید، جو ان کی کثرت

پندہ کے متعلق چند عملی سوالات

سوال ..

آپ کا کتاب "پندہ" کے مطالعہ کے بعد میں نے اس کی بڑی قدر

عورتوں کے لیے توجہ و محبت ہے وہ بچے اسلام ہے اگرچہ ان عورتوں کا
موت نہ کہا گیا کہ ان کے ملنے سے یہ وہ ہو گئی ہیں کہ ہماری نیت پاک ۱۹۱
(۵) اگر خط رسول کے احکام کے تحت یہ وہ اختیار کرنے کی
کی دلیہ داخل ہو تو اس کے علم کو مذکور ہوتا ہے واپس، بلکہ آپ
کے ہاتھ کے نیچے جنت ہے ۔

(۶) کیا عورتوں کو رسول اللہ عورتوں کے مشترکہ جہوں میں تقاب
نظر کر تھیں کہ ان کے ہاتھ ہے ؟ حدیث کا کہ ہے کہ عورتوں کی آواز کا
علم رسول اللہ پہنچا ہوا نہیں معلوم ہوتا ۔

(۷) کیا عورتیں ایسی ڈاکٹر یا نرس یا سفری ہو سکتی ہیں ؟ جیسا کہ ہماری
قوم کے ٹیٹے ٹیٹے یٹھوں نے قوم کو اپنی کرتے ہوئے کہہ ہے کہ
ہماری عورتیں سب کاموں میں جوتے کے گزشتہ اقتدارات اور ہانڈی کی
توڑی کریں ۔ اسی قطع نظر سے عورتیں کا ہی مشاغل کو اختیار کر سکتی ہیں
اصحاب انہیں یہ وہ ہیں کہ یہی انہیں دینا ہو گا یا عورت یہ وہ ہے اور
یہ آسکتی ہیں ؟

(۸) کیا عورتیں چھوٹوں کو تقاب کے ساتھ چھوٹی شرکت کر
سکتی ہیں ؟

جواب :-

(۱) آپ نے قرآن مجید کے اصل الفاظ یہ لکھ دیے ہیں ۔ وہ آیت جس
کا حوالہ آپ دے دے ہے میں مسجد اعزاب میں نہیں اپنے بلکہ مسجد اقصیٰ میں ہے

اس میں الفاظ یہ ہیں کہ ”وَلَا يَبْدُونَ زِينَتَهُمْ لَا...“ یعنی بجز ان لوگوں کے اور کسی کے سامنے اپنی زینت کا اظہار نہ کریں۔ دوسرے عقولوں میں گھر سے پہرہ ڈالنا اور آرائش کے ساتھ غیر عزم لوگوں کے سامنے نہ آنا۔ دوسرے طرف گھر سے پہرہ لگنے کی صورت میں، جاہلیت ہی گئی ہے کہ ”يَذْمُونَ خَيْفَتُ بْنُ خَلَفٍ يَوْمَهُمْ...“ یعنی اپنی پیادوں کو اپنے اوپر گھونٹ کے لہو پہ لٹکایا کریں۔ ان دونوں باتوں پر خود کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کی تین قسمیں ہیں اور ہر قسم کے بے انگ احکام ہیں۔ ایک وہ عزم و شہادت و خیرہ جن کا ذکر سورۃ النور والی آیت میں آتا ہے۔ دوسرے انکل ایجنی لوگ جن کا عزم سورۃ الاحزاب والی آیت میں بیان ہوتا ہے۔ تیسرے ان دونوں کے درمیان ایسے لوگ جن کا عزم نہیں ہے اور ایجنی بھی نہیں۔ پہلی قسم کے مردوں کے سامنے محبت اپنے بناؤں سکھانے کے ساتھ آ سکتی ہے۔ دوسری قسم کے مردوں کو چہرہ تک نہیں دکھا سکتی۔ نہ پہلی قسم کے لوگ تو ان سے پردے کی نوعیت نہ کہ وہ ان دونوں محفلوں کے درمیان رہے گی۔ یعنی ان لوگوں سے انکل ایجنیوں کا یہ دور ہوگا اور ان کے سامنے زینت کا اظہار ہی کیا جائے گا۔

(۲) سامنے ہونے کے بعد مطلب یہ ہے کہ اس طرح کی آزادی اور بناؤں سکھانے کے ساتھ سامنے ہونا، جیسے باپ بھائی وغیرہ کے سامنے ہونا ہے، اور بے خوف دلچہ کہ بات چیت کرنا، ہنسنا، ہونا، حتیٰ کہ تہلیل تک میں ساتھ رہنا۔ چنانچہ کسی قسم کے غیر عزم مردوں کے ساتھ بھی چل کر نہیں ہے، خواہ وہ ایجنی ہوں یا شہدار۔ دوسرا مطلب اس کا ہے کہ

محبت اپنی زینت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر اگر نیک سر کو ڈھاکے کر موت چھو جائے
 ہاتھ کھولے ہوئے کسی کے سامنے آئے، "اھ وہ بھی اپنے آپ کو دکھانے کی
 غرض سے نہیں بلکہ اپنی عزت و حق کو بے جا کرنے کی غرض سے جو شرک خاندانی
 معاشرت میں پیش کرتی ہیں، مگر آزادی کے ساتھ بیٹھ کر غلام نہ کرے، خلوت
 میں بھی اس کے ساتھ نہ رہے، "اھ موت اس طرح سامنے ہو کہ شفا اس کے
 سامنے سے گھبرا جائے یا کوئی خودی بات ہو تو کم چھوٹے ہوتا ہے۔ اس حد
 تک غیر عزم اعزہ کے سامنے ہونے کی شرعاً اہمیت ہے، تاہم از کم ممانعت
 نہیں ہے۔ ہر حال چار بار چائیں اھ خاندان بھائیوں کے ساتھ جو ایسی مذاقی
 اصابتیں ہوتی ہیں۔ آج مسلمانوں کے گھروں میں بے جا ہے اہل
 طرح سہاوی وکیں اس قسم کے عزتوں کے سامنے بیٹھتی ہیں، "شریعت
 اسلام میں ان بے اعتدالیوں کے لیے کوئی دھڑ بھڑ نہیں ہے۔

(۴) ایسے حالات میں اگر شریعت کی پابندی کا لازمہ دونوں طرف ہو جائے
 ہو تو صحیح طوائف یہ ہے کہ جب کوئی غیر عزم عزم میں آئے تو شرعی قاعدہ کے
 مطابق استیذان (عقب اجازت) کہتے ہیں۔ پھر چھائی آواز آئے تو محبت کو

لے آئیں۔ کہ اگر ان وقت کے علم استیذان کو آج مسلمانوں نے اپنی معاشرت سے
 اٹھوایا ہے تو یہ ہے اس اجازت کے غیر عزم عزم میں آئے کہ بے اعتدالی کی حالت بجا
 جاتی ہے۔ "اھ شرعاً خود گھر کے بعد" حق اگر چہ ایسی چیزیں اھ بھائیوں کو بھی عدم ہے
 کہ جب وہ گھر میں داخل ہونے لگیں تو کم از کم گھنٹہ دینی یا کوئی ایسی آواز (یعنی صفحہ ۴۴) ہے)

چاہیے کہ کوئی چیز اس طرح نہ کرانی نہ شیت کہ چاہے اللہ تعالیٰ اپنا رخ بدلے اللہ
 بیشو مٹے۔ اگر بالکل ناگوار ہو تو چروہ اس طرح غیر محرم عورت کے سامنے ظاہر
 ہونے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس طرح اجازت سادگی کے ساتھ
 بات کر لینے میں بھی کوئی فوج نہیں ہے۔ البتہ غلط اس لئے تعلق اللہ نہیں ملتا
 بالکل ناجائز ہے۔

(۴) عازموں کے معاملہ میں یہی تحقیق ہے کہ میں عازموں کے متعلق
 صاحب غناذ کہلائے ہو کہ وہ "غیر فوہی الا زینتہ" کی تعریف میں آتے
 ہیں۔ یعنی اپنے آقا کے گھر کی عورتوں کے متعلق کوئی مرد نہیں ان کے ملنے
 آنے کا موقع نہیں ہے، ان کو گھر میں آنے والے اہل کام کرنے کی اجازت
 دی جاسکتی ہے۔ لیکن جن عازموں کے متعلق صاحب غناذ کہلائے نہ ہو، ان
 کو گھروں میں آنا جانا جائز نہیں ہے۔ ہر حال اس معاملہ میں گھر کے قواعد کا احترام
 مستحب ہے، بشرطیکہ وہ شریعت کے پابندی کا ارادہ رکھتا ہو، نہ کہ حدود شریعت
 کو بہلے پہلوں کے ساتھ ٹلانے والا ہو۔

(۵) ماں کے دال کے نیچے جنت ہے، شک ہے، لیکن حکم عورت اسی
 ماں کا مانا جاسکتا ہے جو عورتوں کے سے کام کرے، یعنی غلام و مول کے احکام
 کے آگے جھکنے والی ہو اور اپنے نفس یا خاندانی رواجوں پر شریعت کو قربان
 کر دینے والی نہ ہو۔ یہی وہ ماں جو اس کے برعکس صفات رکھتی ہو تو اس کی

کدی جیسے گھر کی عورتوں کو احرام ہو جائے کہ کوئی سوا کرے۔

خداوند تو کی جاتی ہے گی، مگر غیر شرعی شخص میں اس کی اطاعت نہیں کی جاسکتی
شرعیات کی پابندی سے گزارا ہو کر انھوں نے فلسفہ و ملامت کی شریعت کو خدا
کی شریعت پر ترجیح دے کر تو اس نے اپنا قدم خود جہنم کی طرف ڈال دیا۔ پھر
آخر اس سکھاؤں کے نیچے جنت کیسے ہو سکتی ہے۔

(۶) بعض حالات میں چیز چاہئے کہ عورت ہی سے کی جائے یا باندی
کے ساتھ مردوں کو خطاب کیسے، لیکن انھوں نے یہ جانتے نہیں ہے اس امر کا
فیصلہ کرنا کہ کن حالات میں چیز چاہئے کہ اسے اللہ کن میں جانتے نہیں صرف ایسے
شخص یا انھیں اس کا کام ہے جو مواقع اور حالات کو شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے کی
اہلیت رکھتے ہوں اور شریعت کے خدائے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی
نیت رکھیں اور پانی پانی ہو۔

(۷) بیٹھنا جہاں کا حوالہ دے کر آپ نے جو سوال کیا ہے اس کا
مختصر جواب تو یہ ہے کہ اگر اسلامی تہذیب اسی چیز کا نام ہے جس کی پیروی
حضرات خود اللہ کے اتباع میں آج کل کر رہے ہیں تو پھر اسلامی تہذیب
اسلام ہی تہذیب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پھر تو مسلمانوں کو وہ سب کچھ کرنا
چاہئے جو آج کل اسلام میں ہوتا ہے لیکن اگر اسلامی تہذیب اسی تہذیب کا
نام ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی تھی تو آج کل کے مسلمانوں کا لہجہ
ترکی کی تہذیب کا ہونا اور مسلمانوں میں مسلمانوں کو سمجھنے سے قاصر رہنا
بہتر ہے کہ ان کو قبروں میں دفن کر دیا جائے۔ دنیا کی اہمیت گرا جائے گی
چکہ تعلیم حاصل کرنے اور غیر مسلمات بننے کا معاملہ اس سے کہ بہت غلط نہیں

ہے۔ نیز اگر نظام تعلیم و تربیت ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہو اور ہم اپنے طریقہ پر لڑکیوں کو تیار کر کے ان سے لکڑی کے ضروری کاموں کی خدمت لینے پر قادر ہوں تو یقیناً ہم اس کا انتظام کریں گے کہ اس کی حدود کی پابندی کرتے ہوئے لڑکیوں کو اپنی طلبہ سرجمی 'تیار کریں'، 'رہنمائی' اور تربیت، اطفال کی تعلیم میں اضافہ کر دے اور دوسرے عوام و شعوبہ کی اسی تعلیم و تربیت دے کہ صحت میں نہ ہو اور ان سے تصدق کی دوسری قسمت ضروری خدمات میں ایسے طریقوں پر لیں جو اس کی تہذیب کے مطابق ہوں۔ اس سلسلہ میں بات بھی ختم ہوتی ہے کہ ہم مسلمان اس مغربی فکر کے قائل نہیں ہیں کہ تیار داری رہنمائی، اکا پیڈر وٹ کے لیے مخصوص ہے اور کہ نہ اندرونی مواد سب قسم کے ہتھیاروں میں زبردستی ہی چھپی چھپائی ہے۔ ہمارے نزدیک اس خیال کے لیے کوئی عقلی اور عقلی فیاض نہیں ہے، 'اصا اخلاقی حیثیت سے' نہایت شرمناک ہے کہ زبردستی سے فرد و فرد کی تیار داری کے کام لیے جائے جس میں مرد تیار داری انجام دیتے ہوئے 'جاسوسوں' کی، اس بنیاد پر ان لوگ اگر مردوں کو اپنی خدمات کے لیے تیار کر کے تو محققین کے علاج اور تیار داری کے لیے کریں گے تاکہ ہم اپنی خدمات کے لیے۔ ہمارے نزدیک مردانہ ہتھیاروں کے لیے مرد ہی نہیں چاہیے۔

(۸) جنگ کے وقت پر تیار داری سرجمی 'جی'، 'بھادوں' کا کھن پکانا،

اطلا اور رسد دہانی، پیغام رسانی وغیرہ کی خدمات انجام دینا محوروں کے لیے جائز ہے۔ ہمارے کے احکام سے قبل بھی یہ خدمات خود ہی انجام دیتی تھیں اور اس احکام کے آنے کے بعد بھی دیتی رہیں گی اور آج بھی دے سکتی ہیں۔ لیکن

جواز اس شرط سے ہے کہ فوج اسلامیہ جو حضرت کشک پانندہ اور ان بھائیوں
 سے پاک ہو، نہ کسی ملک کی فوجوں نے کسی خاص ملک کو فتح کیا ہے (۱۰۰۰۰۰۰۰)
 جیسے مسعودیوں سے مسعودیوں کو فتح کیا اور پھر وہاں پہنچیں اور انہوں کے
 لیے ان سے قبل کسی کی خدمت لینا اور شیعہ نام ہے جس کے لیے کوئی گواہی
 برائے نام بھی اسلامی تہذیب میں نہیں مل سکتی
 (تہذیب و تمدن، صفحہ ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲)

رسول کی شریعت

سوال ۱۔

چند اشکال پیش ہیں۔ ان کے متعلق شریعتی رہنمائی چاہیوں۔ امید ہے کہ
 آپ میرے سوالوں کے لیے حسبِ ذیل امور پر مدد فرمائیں گے۔

۱۔ آج کل کی فوجوں کا اخلاق و حالت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اگرچہ جنگ عظیم
 کے بعد دنیا کی فوجوں نے جہاد میں ایک نیا دور اختیار کیا ہے۔ لیکن
 مواصلات کی سہولتوں سے۔ اور دنیا کی فوجوں نے عورتوں کی بہت سی اور جہاد مواصلات کی سہولتوں
 کے لیے۔ یہ عورتوں کی بہت سی اور جہاد مواصلات کی سہولتوں کے لیے۔ یہ عورتوں کی بہت سی اور جہاد مواصلات کی سہولتوں
 اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس پر فوجوں کے عورتوں کے لیے یہ سہولتیں دیا گیا ہے کہ
 ان کی بہت سی اور جہاد مواصلات کی سہولتوں کے لیے۔ یہ عورتوں کی بہت سی اور جہاد مواصلات کی سہولتوں کے لیے۔

۱۔ ایک شخص ملاں اپنے بیٹے ایچی کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ انھوں نے
 احمد دینا دلوں کا ساتھ دینے کا بھی خواہش مند ہے، یعنی شادی نہ لڑکے
 و انتہام سے کر کے وقتی سی مسرت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کی
 دشمنی کیسے کی جائے !

ب۔ ایک مفروض مسلمان جو تمام انتشار پر کبھی قرض مانگنے کی
 استطاعت نہیں رکھتا بیٹے شیون کی شادی کرنا چاہے تو فرج انانی کی
 طرف سے ایسی شرائط ملنے آئی ہیں جو ہر حال غریب کٹھن پر چڑھتی ہیں تو
 اس کے لیے کیا کام ملے گا ؟

ج۔ غنڈا کیوں کی شادی کے معاملہ میں اس کا انتظار کیا جاتا ہے
 کہ دوسری طرف سے نسبت کے پیغام میں پہل ہو، چنانچہ اسی انتظار
 میں بعض اوقات لڑکیاں جوان کرنے کے بڑھاپے کی مرحول میں داخل
 ہوتی ہیں اور کنواری رہ جاتی ہیں۔ اس معاملہ میں اس کا کیا چاہتا ہے ؟

د۔ سرحمد علی شادی بیاہ، پیدائش اور موت کی تقریبات پہنچتی
 چڑ، باجر، انگنی، سجنج ایسا کہ طرح پر مسیحاں اتنی طریقہ کی جھڑم فہم ہوتے
 ہیں ان کی حیثیت شریعت میں کیا ہے ؟

جواب :-

۱۔ ایسا شخص جو خود جانتا ہے کہ وہ انتشار پر کرنے کے قابل نہیں ہے،
 اور پھر بعض دنیا کے رکھواسے اپنی غلط خواہشات کی تسکین کی خاطر اپنی چادر
 سے زیادہ پالنا بھیلانا چاہتا ہے وہ تو جان بوجھ کر اپنے آپ کو معصیت کے

گڑھے میں پھنک رہا ہے۔ اپنی غلط خواہش کی وجہ سے یا تو وہ سوئی قرض
 لے گا یا کسی مہندس کی جیب پر ڈاکر ٹائے گا۔ اور اگر اسے قرض حسن مل گیا
 جس کی تجدید نہیں ہے، تو اسے دیکھ لے گا۔ اور اس سلسلہ میں خدا جانے کتنے
 جھوٹ اور کتنے بے ایمانیاں اس سے سرزد ہوں گی۔ آخر ایسے شخص کو کی بھیا
 جاسکتا ہے جو بعض اپنے نفس کی ایک لحظہ خواہش کی خاطر راستے بٹسے گا ؟
 جانتے بوجھتے اپنے سر لینے پر آمادہ ہے ۔

ب۔ ایسے شخص کو اپنے لڑکے لڑکیوں کی شادیوں میں بڑگوں میں
 کرنی چاہئیں، جبراً ہی حیثیت سے اُسی جیسے ہوں اور جاس کے لیے تیار ہوں
 کر اپنی چاند سے ذرا خود زیادہ پاؤں پیچہ میں اور دوسرے کو زیادہ پاؤں
 پیچہ سے زیادہ کریں۔ اپنے سے جبراً ہی حالت رکھنے والوں میں شادی بیاہ
 کرنے کی کوشش کن اپنے آپ کو خواہ کواہ مشکلات میں مبتلا کرنا ہے ۔

ج۔ یہ صحت تو کچھ فطری ہی ہے، لیکن اس کو خدا سے زیادہ بڑھا
 مناسب نہیں ہے۔ اگر کسی شخص کی ٹوکی جہاں اور شادی کے قابل ہوگی جو اور
 کوئی مناسب لڑکا نظر آئے، تو اس میں کوئی مداخلت نہیں ہے کہ وہ خود اپنی
 طرف سے پیغام دینے کی ابتدا کرے۔ اس کی شادی خود صواب کلام میں متی میں۔
 اگر بات حقیقت میں کوئی لذت کہ بات ہوتی تو ہی مسلم اس کو منع فرما دیتے۔
 د۔ یہ سب چیزیں وہ مہندسے میں جو لوگوں نے اپنے گے میں خود

ٹول لیے ہیں، ان میں جنس کر ان کی زندگی اب تنگ ہوئی جا رہی ہے، لیکن
 مذہب است اسے جان کی وجہ سے ان کو کسی طرح چھڑانے پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔

اس کا علاج یہ نہیں ہے کہ براہ راست اس باتوں کے بھگت کچہ کھا جائے ، بلکہ صوفیہ ہے کہ لوگوں کو قرآن و سنت کی طرف دعوت دی جائے ، خدا اللہ رسول کے طریقہ پر لوگ آجائیں تو شرعی خرابیاں بھی معد ہوں گی اللہ یہ چھوٹی چھوٹی خرابیاں بھی دسریں گی ۔

سوال ۱۰۔

یہ عرض سے گزرتا کہ زندگی گندہ باد ہیں اللہ اس سبب کی ذمہ دار میرے ”اتحاد“ کے سر ہے ۔ چارے اطراف میں کچھ اس قسم کے اصول و مرام شائع ہیں جن کے بارے میں اگر فقہی نوشتا نیوں سے کام لینا شروع کر دیا جائے تو ان کو ”اللہ“ غیر شرعی حکم کہنا مشکل ہو گا ، مثلاً کہ نسو ، یا عکود کے لیے زنجیر و دھبہ جات کا مطالبہ ، کچھ ایسے کے ہیں جن پر ایک دوسرے کے کینوں اور خدمت گاروں کو طبعی عطف و انعام کچھ دنیا دانا ، بلکہ ہی اعلیٰ قرابت کرنا ، اللہ ان کی مخالفت کرنا ، ظرو و بہت سی چیزیں ، بلکہ ہرگز مصلحت مند نہ کہ کے دیکھی جائیں تو ان سے غائب کسی ایک کو بھی نا جائز نہ کہا جاسکے گا ، لیکن اگر اللہ مرام کے اس پہلو پر نظر ڈالی جائے کہ ان کی پابندی اہل التزام میں حد تک ہے کہ ان کے بغیر کامیابی نہیں ہوتی ، اللہ کوئی کسی عیب کا آدمی کچھ عیب پر ۔ ان کی پابندی قبول کے بغیر زندگی دنیاوی زندگی کا آغاز کری نہیں سکتا ، تو انکو مصلحت سے بہت کچھ میں آتی ہے کہ یہ چیزیں اب صرف

”ہرج“ کے معنی یہ آتی نہیں رہی ہیں، بلکہ سببِ ابدی کا ایک
 قانون بن گئی ہیں اور یہ قانون کہ ان کی مخلوق عذی کرنے والا گویا
 ہر دم تصور ہو تا ہے یہی سبب ہے کہ جتنے ہیں کہ ہر اعلیٰ قانون کو توڑ دیا
 جائے، ”چاہے وہ کیس ہو“ تو سوال یہ ہے کہ اگر کوئی بلا چیز ہی اس
 شکستِ حقیقت کی توفیق میں یا نہیں؟ اگر یہ توفیق ہے، ”جیسا کہ
 میری رائے ہے کہ اگر یہ حقیقت آپ سے لٹھی ہے کہ ہندوستان
 کا کوئی گوشہ بھی ایسا نہیں ہے جہاں اس قسم کی ”شریعتِ دوم“ نافذ
 اعلیٰ ہو، خواہ اس کی تخصیص ان کے لیے ہی ہو۔ جن تقریبات کو اب تک
 ”شرعی تقریبات“ کہا جاتا ہے وہ بھی بس صرف اس حد تک ”شرعی“
 ہوتی ہیں کہ ان میں نہایت ”باج و کار“ اور ایسی ہی دوسری طرقات و
 ترغیبات نہیں ہوتی، لیکن مذکورہ بالا حکم کا جہاں تک تعلق ہے
 وہ ان میں بھی جدید ائمہ موجود رہتی ہیں اور انہیں ”اباحت“ کی چادر
 میں چھپایا جاتا ہے۔ پس کیا اہمیت اسلامی کا بارش نہیں ہے کہ وہ
 اپنے لوگوں کو غیر شرعی دوم“ کی وضاحت اس طرح کر کے بتائے
 کہ ”اباحت“ کی تباہی ہو جائے اور وہ اپنی تقریبات کو بالکل
 منسویٰ طریقہ پر نہ لیں۔

اگر ان دوم کے خلاف میرا اس میں نہ ہو تو پھر کچھ وضاحت
 سے ”شریعتِ دوم“ کے داعیات کو قابلِ فسادات کو انہی باطلات
 مستثنیٰ قرار دینے کی وجہ ضرور فرمائی۔ اس سے اگر ”میں“ ہو

یہ تو تجربہ کی حیثیت سے نکات حاصل ہو گئے گی اور آپ نے
میری رائے کی تصدیق کی تو پھر میرے لیے جگہ پر کامیابی کا کہیں موقع
نہیں ہے۔ مگر آپ اس سے بڑی مسرت ہو گئے، کیونکہ پھر تعلیم صحیح معنوں
میں شہر کی رہی ہو گی۔ واللہ اعلم بحدث بعد ذلك ان شاء۔

جواب :-

ہم "الاقدم والاختم" کے اصول پر کام کر رہے ہیں۔ پہلے دینی چیزوں کو
دلوں میں جگانا ضروری ہے، اس کے بعد تعلیمات کو ایک تہ تیغ و تہذیب کے
ساتھ زندگی کے مختلف گوشوں اور گوشوں میں دوست کرنے کا موقع آئے گا۔
اگر ہم شادی بیاہ دین میں ایک سو سے معاملات کی تفصیلات و جزئیات بیان
کرنے پر اصرار آئی تو ہماری اشد ضرورت کا کام منتشر ہو جائے گا۔ اس لیے
نہایت تک دینی کے قیام ہی اور اس کا تعلق ہے ہم ان کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے
ہیں، اور جہاں تک جزئیات کا تعلق ہے ان کے تعلق ہم سب سے اہم سے
کام لے رہے ہیں۔

شادی بیاہ وغیرہ تقریبات کے رسوم کی پوری پوری اصلاح اس وقت تک
ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ دینی زندگی اپنی صحیح بنیادوں پر تعمیر ہوتی ہو، اس
مرحلہ پر پہنچ جائے، جہاں ان چیزوں کی اصلاح ممکن ہو۔ اس وقت تک
ہمارے ارکان کو زیادہ تر صرف ان چیزوں سے اکتانہ ہے اور ان کے پاس یہ نہیں کہ
مردم خواہ شریعت کو جاننا تھا، دینی وہ چیزیں جو معاشرت اسلامی کی دعوت کے
توجہ میں اگر اسلام کی بنیاد پر معاشرت میں قانون و شریعت بنی ہوئی ہیں تو وہ

بعد سے توبہ اور صبر پر غماز کتنی ہی لگی ہو لیکن سب سے بدست نہیں اس کو اس سید پر
 گواہ کرنا چاہیے کہ توبہ کا حق کی وضاحت ہو سکے گی۔ مگر یہ گواہ کرنا خداوندی کے
 ساتھ ہو، بلکہ احتجاج اور فہمائش کے ساتھ ہو۔ یعنی پہلے موقع پر واضح کر دیا
 جائے کہ شریعت کو اس طرح کے علاج چاہتی ہے جیسے اندراج سہولت اور
 دوسرے کاموں کے ہونے والے تھے لیکن اگر تم لوگ یہ سختی کے بغیر نہیں دیتے تو
 یقیناً ہم اس کو گواہ کرتے ہیں اور غلطی دعا کرتے ہیں کہ وہ وقت آئے جب
 تم جی اور صاحب علی کی طرح سادہ علاج کرنے کو اپنی مثال سے فریاد گھبرا
 جانا مدد تو ہم لوگوں کے لیے ہے جن سے ہم توقع تم کے مدد اور پیدا
 کرنے اور جن کے ساتھ اپنی طرح کے دشمنی اور میں معاہدہ کرنے پر مجبور ہیں۔
 لیکن خود ان کا یہ رحمت کے صریح ایسے جتنے مدد اور دعا کرتے ہیں ہونا انہیں
 حرم کی آلودگیوں سے پاک کر کے سادگی کی اس سطح پہلے آئے چاہیے جس تک
 بنی اصل اللہ علیہ السلام احکامات کے موافق نے انہیں بنایا تھا۔ چارے معاملات میں
 بہادت کو بہادت ہی کی حد تک دینا چاہیے۔ سوانح کی زندگی اپنے واسطے بہت
 سے ایسے ہوتے ہیں جو بغاوت کن بھی چاہتے ہیں مگر چل کی جدت نہیں کر
 سکتے۔ دوسری کی چیزوں سے جہالت میں لوگوں چاہتے ہیں کہ دوسروں سے پہلے
 انہیں کاٹنے کی عادات نہیں رکھتے۔ اپنی چیزوں پر دوسرے ہونے سوانح کے
 بوجھ سے اس کی گریز ٹوٹ ہی جاتی ہے مگر یہ کوئی سیٹھ میں پیش قدمی نہیں کر
 سکتے۔ پہلی اور پیش قدمی اب ہم لوگوں کو کرنی ہے۔ چارے ہر ماحول کا فرض
 ہے کہ زندگی کے سبب حرم کے ساتھ اور تقریبات کو لوگوں کو پانچوں سے آزاد

بجائے گا کہ وہ اس کے لیے وہی چیز دیکھ گیا تھا تو اب
 دوسرے دائرے کو اتنی ہی دیتے کیوں اختیار کیا جائے ؟
 اس الجھی کو طرفین نے حل کرنے کا محنت نہ کی ہے کہ اس
 طرح میں جہاں سے غریب کا پہلا دائرہ محدود ہوگا ، پہلے ہی لوہے
 ہزاروں پیڑ پر کیا جائے گا ، اگر بعد میں غلے کی طرح اس قدر بکھری کہ
 لوہے کے ٹوکروں پر جائے گا ، اس طرح نہ پہلا دائرہ داخل ہوگا نہ پہلا
 چھلے بھرنے پر رہے گا ۔

بلکہ اس لحاظ سے محنت نہ صرف میں کشک ہی محدود ہے اس لیے
 اس کا اچھا پہلے دائرہ لازم کے سامنے ہی کر دیا ہے اس سے عقائد
 کہہ کر دلائے شریعت سے انتصواب کر لیں ، اس پر انہوں نے
 فرمایا کہ ایک مقامی مفتی صاحب سے استفادہ کیا جا چکا ہے اس کی
 دال میں ایک محدث طرفین جب مفتی ہیں تو شریعت میں بھی نہیں ہو
 سکتی ، اس پر میں نے دائرہ صاحب پر پناہ ہم ایجنڈا کا ہر ایک ہے ۔
 یہ محدث محبت اعلیٰ کے ایک کی کے سامنے رکھا تو انہوں
 نے فرمایا کہ محنت نہ صرف میں ایک تو پہلے دائرہ کو فریب رہا چکا
 گا اس سے دوسرے ہزاروں پر کہہ دیں ایک محدود لازم کے سامنے قائم
 کی جائے گا اس کے بعد اس کی شریعت میں اگر ایک لڑکی کو نکاح کیا جائے
 گا ، اس سے میرا سے بچ نہیں جاتا ۔

اب مشکل ہے کہ اس کی تصویریں ڈالے گا جہاں ہونے کی وجہ

معاشرے کے شرکیہ کی ہر بات ہے اور شہادہ کی راہ بھی بنا چکے ہیں ۔
 صحت میں ہے کہ اگر انہیں اس کے ہاتھ چوسنے کا شہادت نہیں دیتا ۔
 اگر کسی کثیفہ دیکھنا شروع ہو جائے تو شرک بہت ہوتا ہے اور اس میں
 حذر ہوتا ہے کہ سوچا کر میرے اہلکار سے ملے رہے ہیں ۔ اگر شرک
 سے باز ہوتا ہے تو کہا جائے گا کہ یہ شرک کی شہادی پر غور نہیں ہوتا ۔
 نیز اگر وہ شرک کا دھوکہ دے گا تو یہ شرک کی شہادی پر غور نہیں ہوتا ۔
 ہوں ، کیا وہ شرک حقیقت میں کر رہا ہے اور اس کا علاج کیا ہے ؟

اب یہاں آپ میرے سامنے ایک اور مسئلہ پیش فرمائی ہیں ۔
 یہ وہی شخص ہے جو اسلام کی تعلیم میں داخل ہوئے ہیں ۔
 شریعت کا علم سیکھ کر آ رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بتا رہا ہے کہ
 اس کے کوئی کوئی مسئلہ نہیں ہے ۔

جواب :-

جو معاملہ آپ نے پیش کیا ہے وہ ایک نیا مسئلہ ہے اور اس کا حل بھی
 مسلمان شریعت و اخلاق سے ملے گا کہ وہ کئے ہیں ۔ شریعت نے ہر کوئی
 کا ایک حق مقرر کیا ہے اور اس کے لیے ہر طریقہ طے کیا تھا کہ عبادت اور
 کے معاملہ میں حق قائم ہے جو اس کا ارادہ کرے اور واجب ہے ۔ لیکن
 نے شریعت کے اس طریقہ کو بدل کر ہر کوئی ایک ہی اور دیکھا ہے کہ چیز بنا
 لیا ۔ اور جس سے شہادہ ہر کوئی کے لیے ہر نئے شرک کے لیے

اور کرنے کی ابتداء ہی سے نیت نہیں ہوتی اور جو خاندانی نزاع کی صورت میں صورت اور مردوں کے لیے دے جائیں چاہتے ہیں۔ اس بات کو ملحوظ سے بچنے کی سیدھی اور صاف صورت ہے کہ ہر اسے ہی باغیہ جائیں جن کے اور کرنے کی نیت ہو، جن کے اور کرنے پر شوہر قاصد ہو۔ بعد اہر مدت اور کردار جائے تو بہتر ہے اور اس کے لیے ایک وقت کی قرارداد ہونی چاہیگی اور آسان طور میں اس کو اور کردار چاہیے۔ اس راستی کے طریقہ کو چھوڑ کر اگر کسی قسم کے چلے جائیں گے تو تمہارا اس کے سوا اور کچھ ہو گا کہ ایک غلطی سے بچنے کے لیے وہ قسم کی اصلاحیں کی جائیں گی جو شرع کی نگاہ میں بہت بُری اور اخلاق کے اعتبار سے نہایت بدنامی، ناپ لیکن کاج میں درمیں یا گواہ کی حیثیت قبول نہ کریں بلکہ فریقین کو سمجھانے کی کوشش کریں اور اگر دائیں تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ کاج میں شریک ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جن چھوٹ اور قریب کا گواہ دینا مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔

(ترجمان القرآن، ذی القعدہ ۱۳۸۶ھ، مکتوبہ پاکستان)

آلات کے ذریعے سے تولید و تناسل

سوال :-

کیا وہی آلات کے ذریعے سے اگر مرد کا نطفہ کسی صورت کے رحم میں پلپوریا جائے اور اس سے تولید پیدا ہو، تو یہ عمل حضرت سے

خالی ہونے کی وجہ سے ہمارے بچے نہیں؟ اور اس عمل کی حوصلہ شکنی
 تھوڑی جانی گئی، اور اس پر خند چھڑی ہو گئی یا نہیں؟ اس امر کا خیال
 رکھیے کہ آبجیل کی فحش وار عصمت مرد سے بے نیاز ہونا چاہتی ہے
 وہ اگر سائنٹفک طریقوں سے اپنے مقصد کا نسل بڑھانے کا فریضہ
 ادا کر دے تو پھر اس کے خلاف کوئی شکایت نہیں ہونی چاہیئے، بلکہ
 یہ اس طرح پیدا ہونے والی اولاد کو اندوے قانون ہائز اولاد تسلیم
 کیا گیا ہے۔

جواب :-

آلات کے ذریعہ سے استقرار عمل کا جواز کو دور دراز میرے لیے اس
 عمل کا تصدیق نام قابل ہر داشت ہے کہ عصمت گھڑی کے مرتبے تک بڑا
 دی جائے۔ آخر فحش کی منفی اثاث اور حیوانات کی مادہ میں تو فرق
 رہنے دیجئے۔ حیوانات میں بھی اللہ تعالیٰ نے تولید و تناسل کا جو طریقہ مقرر
 کیا ہے وہ نہ مادہ مادہ کے اتباع کا طریقہ ہی ہے۔ یہ انسان کی خود غرضی ہے
 کہ وہ گھڑیوں کو اپنے نسل سے بننے کا اہل حاصل نہیں کر لے دیتا اور
 اس سے صرف نسل کشی کام چلتا ہے۔ اب اگر انسان کی اپنی مادہ کے ساتھ
 بھی یہی رتا شروع ہو جائے تو اس کے معنی فحشیت کی انتہائی تدریج کے
 ہیں۔

آج کی فحش وار "عصمت" مرد سے بے نیاز ہونا چاہتی ہے، اس کا
 اس کی فطرت کو معنوی گھڑی و منفی ماحول نے مسخ کر دیا ہے۔ وہ نہ اگر وہ

مجھ انسانِ فطرت پر ہوتی تو اس قسم کی گری نہ ہونی خواہش کو دل میں جگہ دینا تو نہ کر
ایسی تجویز سننا بھی گوارا نہ کرتی۔ عصمت کو نفسِ کثی کے لیے نہیں ہے بلکہ
عصمت اور مرد کا تعلق نفسانی تقدیر کی تصدیق کیا ہے۔ فطرتِ الہی نے عصمت
اور مرد کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ ان میں ملاقات اور محبت ہو، حسن و عاشق
ہو، مل کر گھر بنائیں، گھر سے خاندان اور خاندان سے سوسائٹی نشوونما حاصل
کرے۔ اس مقصد کو خدای تعالیٰ کے عصمت کو نفسِ کثی کا اکہ بنا دینا
فَلْيَكْسِبْنَ حَقَّ عَهْدِهِنَّ (عہد کی بنی ہوئی فطرت کو چل دینے) کا
بمصلحت ہے جسے قرآن ایک شیطانی فعل قرار دیتا ہے۔

خداوند تعالیٰ نے عصمت اور مرد کے درمیان نکاح کا طریقہ مقرر فرمایا
ہے اہلادی اولاد جاننا اور مرد سے جو قید نکاح میں پیدا ہو۔ اسی سے ولادت
اور نسب کی تحقیق ہوتی ہے۔ اگر اکہ کے نزدیک سے کچھ پیدا کیا جائے تو
اُسے حلال نہیں کہا جاسکتا۔ شرعی نقطہ نظر سے وہ عوامی ہی کہا جائے گا۔
نیز اس کا سلسلہ آہلِ مقلع ہوگا اور وہ باپ کے درجہ سے عروم رہے گا
جو قطعی طور پر اس کی حق تعالیٰ ہے۔

ہر مرد تو کہے کہ جس بچے کا کوئی باپ نہ ہو اس کی تربیت کا ذمہ دار
کوئی ہوگا؟ صورتِ ماں؟ کیا وہ علم نہیں کہ خدا نے انسان کے بچے کے لیے
ماں اور باپ، چچا اور ماما، دایا اور دایا، وغیرہ لوگوں کی صحبت میں جو رہتی
ہیلا کے میں ان میں سے آگے سے مقلع کر دیتے ہیں اور صورتِ سلسلہ
احدی پر منحصر نہ جاسکے؟ کیا دنیا سے چوری جنت؟ پھر ذمہ دار ہیں اور

پہلے اخلاق کو فنا کر دینا انسانیت کی کوئی خدمت ہے؟ کیا یہ انصاف ہے کہ عصمت پر حمل ہونے کی ذمہ داری قائم رہے مگر جہیز کے لیے باپ ہونے کی ذمہ داری کے سبکدوش ہو جائے؟

پھر اگر یہی سلسلہ چلی چلا تو ایک دفعہ عصمت منظر پر کسے گی کہ کوئی کتاب ایسی ہونی چاہیے کہ انسان کا کچھ میسرے دلم میں پرورش پانے کے بجائے "استغناء" میں ڈال دے۔ یعنی ان کی کیمادی عمل میں پیدا ہونے لگے۔ اور جب تک یہ حالت پیدا نہیں ہوتی، عصمت چاہے گی کہ اسے کچھ چھپنے کی تکلیف دی جائے، اس کے بعد اس کے فرائض انجام دینے کے لیے وہ تیار نہ ہوگی۔

عصمت جب دنیا ہوگی تو انسان کے لیے اس طرح "کثیر بیگانگی"

کے اصول پر ٹیکریوں میں ڈھل ڈھل کر نکلیں گے جس طرح اس پر سوائے اندھ سے نکلتے ہیں۔ یہ انسانیت کے ترقی کا آخری مقام، اس کا اسفل فانی ہوگا۔ لیکن "کافر خداوند" نے اس کثرت سے انسان نہیں بکری بنائے، جانور پیدا ہونے لگے، جن میں انسانی شرف اور ایزہ انسانی جذبات و احساسات کی خوشبو ہونے لگی۔ ہم بھی نہ ہوگی اور حیوت کا وہ تنوع ناپید ہوگا جو انسان کی رنگ و رنگ ضرورت کو پیدا کرنے کے لیے ناگزیر ہے۔

ہم کا رخاؤں سے کسی اصول اور اپنی اپنی کسی غلطی اور غلطی، کسی سبکی اور کانت کے پیدا ہونے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ میرے خیال میں تو وہ ملکہ پرستانہ تہذیب لغت جیسے کے قابل ہے جس کے نزدیک ایسی تجویزیں انسانی کے درمیان آتی ہیں۔ اس قسم کی تجویزوں کا انسانی درمیان میں آنا ہی اس بات کا ثبوت ہے

کہ اس تہذیب نے انسان کے ذہنی و اخلاقی و فطانت کے تصور کو نہایت بہت
اصول بن کر لیا ہے۔

(ترجمان القرآن، جرم منکر شدہ - جنوری، فروری ۱۹۷۷ء)

اسلام اور آلاست موسیقی

سوال :-

- (۱) کیا آلاست موسیقی یا اصوات کی تہذیب گناہگار ہے ؟
- (۲) کیا شادی پر اس کے موقع پر ایسے طریقہ کار، ہاتھ پیریں ؟ نیز نغمہ
ان کا استعمال کیا ہے ؟
- (۳) اگر حجاب نسوی میں ہے تو ایسے لوگوں کے لیے کیا حکم ہے جو خود
ان کا استعمال نہیں کرتے لیکن ایسے تعلقہ دلوں کے ہیں جو اب کشیدگی
پہنچ چکے ہیں، جو آلاست موسیقی کا استعمال کرتے ہیں ؟
- (۴) کیا ہم سے بے ایسے نکاح میں شامل ہونے کی اجازت ہے
جہاں آلاست موسیقی کا استعمال ہوتا ہے ؟
- (۵) آلاست موسیقی کے حاملوں کا خیال ہے کہ جو گناہ گوار کے گناہ میں
وقت ہی ایک موسیقی کا اکثر بے حد لگاؤ تھا، اور آپ نے اس
کے استعمال کی اجازت دی ہے، لہذا ہم سے نہ ملے ہیں وقت کی
اگر متعدد ترقی یافتہ شکلیں متعلق ہو گئی ہیں تو ان کا استعمال کیوں نہ ہو

نہیں، بلکہ کوئی ہے کہ شرکت کا حصہ اور حسبِ موسیقی شروع ہو تو نہایت
 نرمی اور شرافت کے ساتھ یہ کہہ کر کہ سوں اور عزیزوں سے رخصت چاہی جائے
 کہ جہاں تک تہا سے جائز کاموں کا تعلق ہے ہم تہا ہی عزت میں ملے سے
 شریک ہیں اور جہاں تک ناجائز کاموں کا تعلق ہے ہم ان میں نہ خود شریک ہونا
 پسند کرتے ہیں نہ یہ گوارا کرتے ہیں کہ تم ان غلامیوں میں جلا ہو۔

(۵) بعض غلط ہے کہ کائنات کے سوا اس زمانہ میں اور کوئی اور سوا الہ موسیقی
 نہ تھا۔ لیکن اندر ہم اندر صحر کی تفسیر سے خود عرب جاہلیت کا موسیقی تازیانی
 سے جو شخص چاہی بعض پر وہی بات کہہ سکتا ہے۔ متعدد باتوں کے نام کو خود
 اسلوب جاہلیت میں ملتے ہیں۔

(۶) ذات کا نام لگا کر آیت موسیقی میں شامل ہو ہی تو اس سے کیا ہوتا ہے۔
 شادی بیاہ اور عید کے موقع پر شہری صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اجازت دی ہے۔
 اور یہ زیادہ سے زیادہ خود ہے جہاں تک آدمی چاہتا ہے۔ اس آخری حد کو جو
 شخص غلط آواز بنا، چاہتا ہو اس کو اگر کس نے لہجہ کیا ہے کہ خواہ قرآن اُس
 نغمہ کے پیروں میں اپنا نام لکھوانے جو آیت موسیقی توڑنے کے لیے بھیجا
 گیا ہے؟

(نیز ان القرآن، ج ۱، صفحہ ۳۳۰۔ جلدی، فردی لکھنا)

گڑیوں کا حکم

سوال :-

یہ بچوں کے کھیل کا سامان، شٹل جینی کی گڑیاں، تاش، شکر کی چڑیا اور فکس کے بے ٹڑیاں وغیرہ فروخت کرنا جائز ہے یا غیر جائز؟
 اگر درست کی گڑیاں لگائی جاسکتی ہیں ؟

جواب :-

بچوں کے کھلونے میں پاپا بھٹے، خود، جائز نہیں ہے۔ لہذا اگر کسی خاص کھلونے یا کھیل کے سامان میں کوئی شرعی تباہی نہ ہو۔ مگر بے جان و ادراک اور ان کے پستے تو ان کی حد تک ہیں۔ ایک بچہ اگر لہری بازی سے تمام خود غافل کے ساتھ نہیں رہتا تو جو۔ دوسرے بچے کو بھی ایک سرسری ساڑھا بچہ کسی جائز کا بچہ جیسے غریب کے کھڑے سے کھڑے کی گڑیاں۔ پہلی قسم کے بچوں کی فروخت جائز نہیں ہے۔ البتہ دوسری قسم کے کھلونے آپ بچہ سکتے ہیں۔ مگر یہ ہندوؤں کی فروخت کی گڑیاں تو اگر وہ مشرک و غیرت کی نمائندہ ہوں، مثلاً کوشن میں کی سداق یا دم چندی کا لہرو وغیرہ، تو ان کی فروخت حرام ہے۔

اشتہاری تصویریں

سوال :- اشتہار کے لیے کیٹنگ وغیرہ آج کل عورتوں کی تصاویر

بنائے کا بہت مواقع ہے، نیز بعض مشہور شخصیتوں اور قومی رہنماؤں کی
تصاویر بھی استعمال کی جاتی ہیں، علاوہ یہ کہ ذاتی اشیاء کے ذریعہ اور
یوتھوں اور لڑکوں پر چھائی جاتی ہیں۔ ان مختلف صورتوں سے ایک
مسلحہ ہمارا پاداش کچھ بڑھ سکتا ہے ؟

جواب :-

اگر کوئی ائمہ یا کھٹہ خود آپ چھپائیں تو اسے تصویر سے پاک رکھیں ۔
اور ضرورتاً اگر آپ کو اپنی ذات کے لیے کھٹوں اور طریقہ کا استعمال کرنا چاہیے
تو اتنی تو بے تصویر لیجئے اور نہ تصاویر کو چھپا دیجئے ۔ لیکن انہوں اور یوتھوں اور
لڑکوں پر آپ کہاں تک تصاویر کو مٹا سکتے ہیں ۔ موجد تصویر پرست دنیا
کے قسم کمالی ہے کہ کسی چیز کو تصویر سے خالی نہ چھڑے گی ۔ ٹاک کے ٹکٹوں
اور ٹکٹوں تک پر تصاویر پر چھڑا دیں ۔ یہ ہر گیر نظام طاقت اپنی نپا کیوں اور
لڑکوں کو چھڑے کے کر شاخوں اور چوں تک چھپا دینا جہد ہے ۔ اس اپنی ۔
عداوت تک اپنا دامن بچائے اور اس حد سے آگے جو کہ ہے اس سے اپنے
آپ کو اور دنیا کو بچانے کے لیے یہ سہی کیے کہ نظام اعلیٰ کا تسلط ختم ہو اور
نظام حق کا اقتدار ہے ۔ اس کی چھڑائے گی تو شاخیں آپ ہی چھڑا دیں گی ۔

کنیز کی تعریف اور اس کے حلال ہونے کا حکم

سوال :- قرآن نے کنیز کی تعریف بیان کی ہے ؛ اور کنیز کے

۱۶۴ سوال ہوئے کی دلیل کا ہے ؟

جواب ..

قرآن میں کنیز کی تعریف کی گئی ہے کہ ”وہ عورت جو خود یا دوست سے حاصل ہو“ اور چونکہ قرآن خود ان کے استعمال کو صرف بتی فی سبیل اللہ تک محدود رکھتا ہے اس لیے قرآن کی تعریف کی دوسری کنیز صرف وہ عورت ہے جو باوجود اس جنگ میں گرفتار ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

یہ تعریف اسلامی عورت کے حلال ہونے کی دلیل اس آیت میں ہم کو دیتی ہے۔ تَحْرِيْتُ عَلَيْكَ اَنْتُمْ كُذِّبْتُمْ وَ اَنْتُمْ كُنْتُمْ حُرًّا هُنَّ اَمْوَالُكُمْ اَيْتَانِ كُذِّبْتُمْ (حرام کی گئیں تمہارے لیے تمہاری عورتیں) اور وہ عورتیں جو شادی شدہ ہیں، مسلمان عورتوں کے

جن کے ملک ہونے تمہارے بعد سے (آقا)۔ یہ حدیث صحیحہ عربی میں تفسیراً فقیر و فقیر اور دوسرے مضامین میں لکھا جاتا ہے۔ یہ کہ اسے خود کنیز کی مذکورہ بالا تعریف کے حق میں کافی دلیل ہے۔ اس پر مزید دلیل ہے کہ وہ شادی شدہ

عورت ہیں کہ اس آیت میں عورت کے حکم سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے بہر حال وہ عورت تو نہیں ہو سکتی جس کا نکاح دار الاسلام میں پہلا ہو، کیونکہ آیت کا سیاق خود بتا رہا ہے کہ وہ اُن شخصیات میں شامل ہے جو حریتِ بیگم کے تحت آتی ہیں اس لیے لفظ اِنَّ مَا مَلَكَتْ اَيْتَانِ كُذِّبْتُمْ سے مراد ہی شادی شدہ عورتیں ہونگی جن کے نکاح دارِ الغزہ میں ہونے پر وہیں اور پھر وہ جنگ میں گرفتار ہو کر آئی ہیں۔

رہی ان کے بے علاج حال ہونے کی دلیل، تو وہ یہ ہے کہ اقل تو مذکورہ
 آیت میں جن شادی شدہ عورتوں کو عزم کیا گیا ہے ان سے وہ عورتیں مستثنیٰ
 کر دی گئی ہیں جو جنگ میں گرفتار ہو کر آئی ہیں۔ پھر اس کے بعد فرمایا :
 وَ اُولٰٓئِکَ کُنَّ مَنَاقِزًا ۚ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِہَا مَا اَلَکُم مِّنْ حٰیثٍ مِّنْ حٰیثٍ
 غَیْرَ مَسَاۤجِدٍ ؕ (اس حال کی کیا تہمت ہے بے ان کے سوا دوسری عورتوں
 کو اس طور پر کہ ان کو اپنے سوال کے بدلے حاصل کر دو قیدِ کراچ میں اسلئے دلے
 ہی کر، ذکرِ آزاد شہوت دانی کرتے ہوئے)۔ اس سے صحت معلوم ہوا کہ جنگ
 عین میں آئی ہوئی عورتوں کو سر دے کر علاج میں لانے کی ضرورت نہیں ہے،
 وہ اس کے بغیر ہی حامل ہیں۔

اس یعنی پرہیز آیت بھی دلالت کرتی ہے،

قَدْ اَقْلَمَ الْمُسَاۤفِرُوْنَ الَّذِیْنَ هَدٰی صَلٰوَتُہُمْ
 خَاشِعُوْنَ وَالَّذِیْنَ هَدٰی الطُّرُقُ جہد
 جَانَتُوْنَ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِہُمْ اَوْ بِمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُہُمْ
 فَاَنفَعُ غَیْرِ صَلٰوٰتِہُمْ ؕ

(خارج ہائی یہاں والی نے ہر اپنی نذر میں شہوت پرستے ہیں
 جو اپنی شرم گاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں سوا اسے اپنی
 بیویوں یا اپنی لڑکیوں سے محفوظ رکھنے پر وہ قابلِ طاعت نہیں

ہیں)۔

اس آیت میں اپنی یہاں کے لیے مذکور کی عورتوں سے تعقی شہوتانی کو

جائز نہیں لگتا ہے۔ ایک ہن کی اندراج۔ اعداد سے مَا تَلَّكَتْ اَيَا نَحْمُ
اندراج سے مراد تو ظاہر ہے کہ محکومہ بیویوں میں۔ اب اگر مَا تَلَّكَتْ اَيَا نَحْمُ
میں محکومہ بیویاں ہی ہوں تو ان کا اندراج سے الگ ذکر سر اسر فضول نہیں رہتا
ہے۔ اور اس سے ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اُن سے بعض بکبہ میں کی بنا پر تعلق
جائز ہے۔

(ترجمان القرآن، شوال ۱۳۵۵ھ، جون ۱۹۳۶ء)

تعدد ازواج اولو ثریاں

سوال ۱۔

حسب ذیل آیت کی تعلیم کے لیے آپ کو تعلیم دے رہا ہوں،
وَبَيْنَ غُفَّتُمْ اَلَا تَقْبَلُوْنَ اِيَّيْنَا نِي فَاَلْيَكُمُوْا مَا
كَلَمَ تَلَّكَتْ مِن اَهْلِيْنَا نَسْتَنِي فَوَلَّكَتْ فَوَدَّ لَسْمُ
فَاِنْ يَجْعَلُكُمْ كَالْاَعْدُوْا فَاَوْجِدُوْا اَوْ لَا مَا تَلَّكَتْ اَيَا نَحْمُ
میراثت طلب میں ہے کہ اس آیت میں چار بیویاں کرنے کی
اجازت صرف اُس شخص کو ہے جو تعلیم لڑکیوں کا ملے جو اس امر کا
تذکرہ ہو کہ وہ ان لڑکیوں کے متعلق اخصاص ذکر کرے گا ؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ بیویوں کے متعلق تو تعدد کی قید ہے کہ
نیز وہ سے زیادہ چار بیویوں کی جائز نہیں ہے۔ لیکن لڑکیوں کے ساتھ

تعلقات ذیل دشواری قائم کرنے کے واسطے ہیں، ان کی تعداد کے متعلق کوئی تعین نہیں کیا گیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اگر اس کا جواب یہ ہو کہ جنگ کے زمانے میں جو عورتیں بچڑی پہلی آئیں گی ان کی تعداد کا تعین نہیں کیا جاسکتا، اس لیے لائبریریوں سے نسخہ حاصل کرنے کے متعلق بھی تعداد کا تعین نہیں کیا گیا، تو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ شک یہ صحیح ہے اور اس لحاظ سے تعین بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ایک سال کے حصہ میں کتنی نوٹریاں آئیں گی۔ ہر سال کے ایک شخص کے حصہ میں دس آئیں اور دوسرے کے حصہ میں ہیں۔ لیکن جہاں تک ان نوٹریوں سے نسخہ کا تعلق ہے اس کا تعین تو ہر سال ہوجاتا تھا کہ ایک شخص کے پاس نوٹریاں کتنی ہیں وہ ان میں سے صرف ایک یا دو سے نسخہ کر لیتا ہے، جیسا کہ بیرونی کی صورت میں ہوتا ہے۔

اس آزادی کے ہوتے ہوئے ایک شخص نہ صرف کہ اصل قیمت میں حصہ کے طور پر بہت سی نوٹریاں حاصل کر سکتا ہے، بلکہ وہ ان کی جتنی تعداد چاہے طرح بھی لے سکتا ہے۔ یہی صورت میں ایک غریب پرست سربہ دار کے لیے گناہ ہوا موقع ہے کہ وہ جتنی نوٹریاں چاہے غریبوں سے حاصل کر لے۔ نوٹریوں سے جو تعین تعداد نسخہ کرنے کی کئی پہلی اور عام اجازت دینے کی وجہ سے معاشرہ کے اندر وہی غلامی داخل ہو جاتی ہے جس کو اسلام نے نہایت سخت سزا کا مستوجب

قرارداد ہے۔ میرے خیال میں یہی سبب تھا کہ مجھ کو مجوں مسطوروں کی
 سطحیں وسیع ہوئی اور ان کی مدت میں اضافہ ہوا۔ مسلم سوسائٹی میں
 رجم کی سزا کے جاری ہونے کے باوجود ہوس ہائیڈروجنیائی: کوئی
 قانون ایسا نہ تھا جو اس سزائی کا اضافہ کرتا۔ اسی وجہ سے کہ ہم غلط
 بنوائے اور عیسائی کے عزم میں لوٹنے والوں کے غولہ کے غولہ پھرتے دیکھتے
 ہیں اور پھر تاسیہ میں ان ذلیل سادہ شوروں کا حال دیکھتے ہیں جو لوٹنے کی
 غولہ کے اندر سے پردہاں ہڑتی ہیں۔ پس میری شائے ہے کہ اگر
 لوٹنے سے قلعہ کرنے کی اجازت بھی، لیکن قلعہ ہوتی تو مسلم سادہ شوروں
 میں وہ مفاد اور نفس پرستیوں نہ پیدا ہوتیں جن کی طرف اہل اسلام
 لگا گیا ہے۔ بہر حال ارشاد فرمائیے کہ شائے کسی دعوہ و مصلحت کی
 بنا پر لوٹنے والوں سے قلعہ کی اجازت دیتے ہوئے قلعہ کا قلعہ نہیں
 کیا !

اسی ضمن میں ایک تیسرا سوال یہ بھی ہے کہ اگر قلعہ کی مشورہ ہو تو کیا
 اس کے ساتھ قلعہ جانگ ہے ؟

جواب :-

آیت **فَإِنْ يَخْتَضِعْ لَكُمُ الْكُفْرُوكُلُوا فِي الْوَيْثَانِ** پر تفصیل کے ساتھ

یہ اس طرح کے سوالات اور ان کے جوابات سے نکلے ہوئے مسائل ہیں جنہیں غلط
 ہی کرکشی و مسائل میں مستقبل کے لیے زیر بحث آنے ہیں۔ علاوہ مسائل میں

تعبیر انفرکٹن میں ٹوٹ نکلو چکا ہوں۔ اس کے اعداد سے کی حاجت نہیں۔ آپ اسے ملاحظہ فرمائیں۔ جہاں تک خود اس کثرت کی تفسیر کا تعلق ہے، اس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں، اعداد صحیح و کسریوں سے متعلق ہیں۔ مثلاً ایک معنی یہ بھی ہے

سواء کاتعلق اُس عدد کے حالات سے ہے جب کہ ڈیٹا میں امیران جنگ کے تبادلوں کا طریقہ واضح نہ ہوا تھا۔ عدد پہلے یہ سمجھ کر نہائی و شری مکتوبات کے لیے شکل ہوتا تھا۔ آج اس مسئلہ پر بحث کرنے کی فرط یہ نہیں ہے کہ ہم اب لکھنؤ کی قیادت کا بار کھولنا چاہتے ہیں، بلکہ اس کی فرط یہ سمجھنا ہے کہ جس عدد میں امیران جنگ کا تبادلہ عدد قدس کے ساتھ ملے نہ ہو مگر ان تمام ذرائع میں اسلام نے اس پیچیدہ مسئلہ کو کس طرح حل کیا تھا۔ نیز اس کی فرط میں اعتراضات کو رفع کرنا ہے جو، واقف لوگوں کی طرف سے اسلام کے اس حل پر کیے جاتے ہیں۔ ہم نے جب بھی اس مسئلے سے بحث کی ہے اسی فرط کے لیے کہ ہے، اگر افسوس ہے کہ تفسیر حارثیہ کا دار لک جانے لگا ہے، معنی پہناتے ہیں کہ ہر آج اس زمانہ میں بھی غویٰ ہی کے طریقے کو جاری رکھنا چاہتے ہیں، امیران جنگ کا تبادلہ عدد قدس نہیں ہو رہا ہے۔ جیسا معلوم ہے کہ وہ اس قسم کی باتیں کسی خط نہیں کی بنا پر نہیں کہتے ہیں، اعداد ہم فرط سے اتنی حیران کن کی توقع بھی نہیں کرتے کہ وہ جاری اس قہرنا کے بعد اپنی لازم ترانہوں سے باز آجائیں گے۔ تاہم یہ قہرنا صرف اس کے کہ جاری ہے کہ جو لوگ جن کی باتوں سے کسی خط نہیں میں پڑنے لگے ہیں جن کی خط نہیں وہ بد جانتے۔

کہ اگر تم قبیروں کے ساتھیوں (صحابہ) نہیں کہہ سکتے تو ایسی عورتوں سے نکاح کر
 لو جن کے شوہر مر چکے ہیں اور جو سٹے چھوٹے نیم بچے بچھڑ کر گئے ہیں۔
 یہ معنی اس لفظ سے زیادہ ملتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ صحابہ جنگِ احد
 کے بعد نازل ہوئی تھی اور اس جنگ میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے تھے
 لیکن یہ آیت کہ اسلام میں چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت ہے، اور
 یہ کہ بیک وقت چار سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے، اللہ کے اس فرمان
 کا کوئی تعلق تیہانی کے معاملہ سے نہیں ہے، بعض اس آیت سے نہیں سمجھتی
 بھڑکی مٹی اللہ علیہ وسلم کی اس قول و فعل تشریح سے معلوم ہوتا ہے جو آپؐ نے
 اس آیت کے نزول کے بعد فرمایا تھی۔ سبب یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے
 اپنی دونوں کو جن کے نکاح میں چار سے زیادہ عورتیں تھیں حکم دے دیا
 کہ وہ عورت چارہ کہیں اور اس سے زائد نہیں قدر گزریں انہیں چھوڑ دیں۔
 حالانکہ ان کے دس تیہانی کا کوئی معاملہ پیش نہ تھا۔ نیز آپؐ کے بعد میں
 بھڑت صحابہ نے چار کی حد کے اندر متعدد نکاح کیے اور آپؐ نے کسی سے
 یہ نہ فرمایا کہ تم سب سے پہلے تم بچوں کی پرورش کا کوئی سوال نہیں ہے، اس لیے
 تم اس اجازت سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں رکھتے۔ اسی بنا پر صحابہؓ سے
 نے کہ بعد کے کردار تک امت کے تمام فقہاء نے یہ کہا کہ یہ آیت نکاح
 کے لیے بہ یک وقت چار کی حد مقرر کرتی ہے جس سے تھوڑا سا نہ نہیں کیا
 جاسکتا، لہذا کہ چار کی اجازت عام ہے، اس کے ساتھ کوئی قید نہیں کہ
 تیہانی کا کوئی معاملہ بھی درمیان میں ہو۔ خود حضورؐ نے متعدد نکاح کیے اور کسی

میں میچوں کے مسئلے کا دخل نہ تھا۔

کوئٹہ کے بارے میں آپ جو تجویز پیش کرتے ہیں کہ ایک شخص کو لٹریچر کو قید تصور اور رکھنے کی اجازت ہوتی مگر قیغ کے لیے ایک بارہ کی حد مقررہ کر دی جاتی ہے اس میں آپ نے صرف ایک ہی پہلو پر نگاہ رکھی ہے اور دوسرے پہلوؤں پر غور نہیں فرمایا۔ قیغ کے لیے جو حد بھی مقرر کی جاتی ہے اس سے زیادہ بھی ہوتی محدودوں کے مسئلہ کا کیا حل تھا؟ کیا یہ کردہ مرد کی صحبت سے متعلق حدود پر محروم کر دی جاتی ہے؟ یا یہ کہ انہیں گھر کے اندر اور اس کے باہر اپنی خواہشات نفس کی تسکین کے لیے ناجائز وسائل تلاش کرنے کی آزادی دے دی جاتی ہے؟ یا یہ کہ ان کے علاج کا زما دوسرے لوگوں سے کر کے پہانگوں کو اندرون کے قانون میں کیا جاتا اور قیدی خود ان کو سلجھانے کی ذمہ داری ڈالنے کے علاوہ ایک ذمہ داری ان پر بھی ڈال دی جاتی کہ وہ ان کے لیے ایسے شوہر تلاش کرتے پھر یہ جو لٹریچر کو علاج میں لینے پر راضی ہوں؟

آپ کے قیغے سوال کا جواب ہے کہ لٹریچر سے قیغ کے لیے شریعت میں قید نہیں ہے کہ وہ اپنی کتاب میں سے جو حد قید عقل کا بند سے بھی نہیں ہونی چاہیے تھی۔ اگر یہاں ہوتا تو یہ شخصیں آزادی سے آزادانہ فوت ہوجاتی ہیں کی بنا پر اسیرانہ ملک کو (تجاوز نہ ہو سکنے کی صورت میں) افراد کی ملکیت میں دینے کا طریقہ پسند کیا گیا تھا اور قیدی محدودوں سے ان کے ہاتھ لٹریچر کی اجازت دی گئی تھی۔ لیکن اس صورت میں صرف وہ محدود قیغ

سوسائٹی کے اندر جذبہ کی چاکلی تھیں جو کسی ایسے کتاب کم میں سے گرفتار ہو کر آئی ہوں۔ غیر اہل کتاب سے جنگ پیش آنے کی صورت میں مسلمانوں کے لیے پھر مشنر علی طلب زدہ جاتا کہ ان میں سے جو عورتیں قید ہوں ان کو دارالاسلام کے لیے قنبہ بننے سے کیجے پکایا جائے۔
(ترجمان القرآن، جنوری ۱۹۵۱ء)

تعددِ ازواج پر پابندی

سوال :-

میرا آپ سے ایک سکھ دوست کہ چاہتا ہوں، وہ بکرانگر
اس کی دوست میں عورتوں کی تعداد مردوں سے کم ہو تو کیا حکومت
اس نامہ تعددِ ازواج پر پابندی عائد کر سکتی ہے؟

اس سوال کی ضرورت نہیں ہے اس لیے محسوس کی ہے کہ میرا اندازہ
یہ ہے کہ قرآن مجید نے جہاں تعددِ ازواج کی اجازت دی ہے
وہاں جہنگلی صورت حال پیش نظر تھی۔ اس زمانے میں سالہا سال
کے مسلسل جہاد کے بعد بہت سی عورتیں بچہ ہو گئی تھیں اور بچہ
ہے اس لیے تعددِ ازواج کی اجازت تھی۔ اس صورت حال سے نکلنے کے
لیے یہ اجازت دی گئی تھی، تاکہ بیواؤں اور یتیم بچوں کو سوسائٹی میں
جذبہ کیا جائے اور ان کی کفالت کی شائستہ صورت پیدا ہو سکے۔

جواب ۱۔

آپ کے پہلے سوال کا جواب ہے کہ کسی سوسائٹی میں عورتوں کی تعداد کا مردوں سے اتنا کم ہونا کہ اس سے ایک معاشرتی مسئلہ پیدا ہو جائے ایک شاندار نادر واقعہ ہے۔ عموماً تعداد مردوں ہی کی کم ہوتی رہتی ہے۔ عورتوں کی تعداد کم ہونے کے نتیجہ وہ نہیں ہیں جو مردوں کی تعداد کم ہونے کے ہیں۔ عورتیں اگر کم ہوں گی تو اس وجہ سے کہ صنعتی اثاث کی پیداوار میں صنعت ذبحہ سے کم ہوں۔ اور ایسا ہونا نقلی تو شاندار نادر ہے۔ اور اگر وہ بھی تو عورتوں کی اتنی کم پیداوار نہیں ہوتی کہ اس کی وجہ سے ایک معاشرتی مسئلہ پیدا ہواں اسے حل کرنے کے لیے قوانین کی ضرورت پیش آئے۔ یہ اور مسئلہ عورتوں کی شادی کے رواج سے یہ مسئلہ خود ہی حل ہو جاتا ہے۔

دوسری بات جو آپ نے غلطی سے وہ قرآن کے صحیح مفسر پر مبنی نہیں ہے۔ اسلام کے کسی نذر میں بھی تعداد ازدواج ضرور مقرر تھا، اور کوئی خاص نکتہ ایسا نہیں آیا کہ اس ممانعت کو کسی مصلحت کی بنا پر رفع کر کے یہ فعل جائز کیا گیا ہو۔ دراصل تعداد ازدواج ہر دور کے میں تمام انبیاء کی شریعتوں میں جائز رہا ہے اور عرب جاہلیت کی سوسائٹی میں بھی یہ جائز اور کایا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد صحابہ کرام بھی اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس پر عمل کرتے تھے۔ قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس سے یہ شہ کیا جاسکتا ہو کہ اس آیت کے تفسیر سے پہلے تعداد ازدواج ناجائز تھا اس آیت نے اگر اسے جائز کیا۔ آپ کے علم میں ایسی کوئی آیت نہ تو اس کا حوالہ دیں۔

سوال :-

آپ مجھے صاف فرمائی اگر میں عرض کروں کہ آپ
 کے جواب سے تشفی نہیں ہوئی۔ میری نگاہیں صرف
 اتنی تھی کہ اگر کسی معاشرے میں عورتوں کی تعداد
 مردوں سے کم ہو جائے تو کیا اس صورت میں
 حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ایک سے زیادہ
 شادیوں پر پابندی عائد کرے؟ آپ نے فرمایا ہے
 کہ ایسا شاذ و نادر ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن میرا سوال یہی
 اسی شاذ و نادر ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ کو
 معلوم ہو گا کہ اس وقت پاکستان میں درہم شادی کی تعداد
 سے دھرتی مردوں کے مقابلے میں کم ہے۔ اس کی ضرورت
 کو لے کر قانون بنا سکتی ہے کہ جب تک کہ صورت حال
 قائم رہے، ایک سے زیادہ شادیوں کی منعقدت ہو
 جائے !

میں نے عرض کیا تھا کہ تعدد الزوجات کی اجازت کا مطلب
 یہ ہے کہ اس ذمہ سے میں جیسا ضرورت محسوس کروں وہ تم
 دھرتی میں ضرورت سے آگے نہ بڑھاؤں گا۔ لیکن اس کے علاوہ
 وہ سے جو دھرتی میں تعلیم بچوں کا مسئلہ حل کرے پڑا
 اس کی صورت میں جو یہ کی گئی کہ ایک سے زیادہ شادی

کی اجازت دے دی جائے۔ جس مقام پر اجازت دی گئی ہو
 اس سے قبل چاروں قسوں کی کاڈر آئے۔ اس طرح میں نے غلط
 بیج اور احتیاط کیا ہے کہ اجازت مخصوص حالات کے لیے
 ہی ہو سکتی ہے۔ مگر احتیاط غلط بھی ہے اور جیسا کہ آپ نے
 فرمایا ہے کہ قرآن کے بیج مطلق پر ہی نہیں تو اس سے بحث
 کر ہی رہی ہیں کہ سوچا جاسکتا ہے کہ وہ دو انہیں تین اور چار بار
 تکرار ایسی صورتوں کے ہوتے ہیں، مگر ملاحظہ میں
 مولوں کی تعداد مولوں کے مقابلے میں زیادہ ہو۔ مگر ان کی
 تعداد متوازن زیادہ نہ ہو مولوں کے مقابلے میں تو اس سے
 فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے ؟

جواب :-

پاکستان کی مردم شماری میں مولوں کی تعداد مولوں سے کم ہے اس
 بات کی دلیل نہیں ہے کہ کسی واقعہ پر اسے اس مولوں کی تعداد مولوں سے کم
 ہے۔ بلکہ اس میں چارے ہیں کے تمام جہات کا شمار داخل ہے جس کی بنا پر
 لوگ اپنے گھر کی مولوں کا اندازہ کرانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ تاہم اگر غلط
 کی آدھی میں چند کہ کافر ہی ہوگی تو اس سے کوئی ایسا معاشرتی مسئلہ پیدا نہیں
 ہوتا جس کے لیے اقدام اصلاح پر یا چھٹی کا ذکر کرنے کی ضرورت پیش آئے۔
 یہ مسئلہ جوہر اور مختلف مولوں کے تکرار ثانی سے حل ہو جاتا ہے اور اگر فرض
 اگر کوئی بہت ہی غیر معمولی کسی واقعہ ہو جائے تو ماضی میں یہ کج فہمیت کے

یہی پابندی ماننا کرنا بھی جائز ہو سکتا ہے بشرطیکہ اس پابندی کا اصل محرک
 بھی مشرک ہو۔ لیکن اس بات کو چھپانے کی فکر کی ضرورت ہے کہ جس سے وہ
 تعداد اندراج پر پابندی ماننا کرنے کی ضرورت و حاصل اس خارج پر محسوس نہیں کی
 گئی ہے بلکہ اس کا محرک مغربی تہذیب ہے کہ تعداد اندراج کا اسے خدا ایک بنائی
 ہے اور اندوئے قانون ایک مذہبی ہی کو درج مطلوب ہے۔ یہ غریب ہمارے
 نزدیک محنت قلبی و استرضی سے خدا اس کی جزا کا تاہم ضروری سمجھتے ہیں۔

یہاں سے پہلے بھی تھا اصحاب کچھ اس کا اعداد کرنا ہوں کہ تو ان ہی کوئی
 آیت تعداد اندراج کی اجازت دینے کے لیے نہیں آئی ہے۔ تعداد اندراج پہلے
 سے جائز چلا آئے تھا اور خود خدا کی آیت انہما کے تعلق سے پہلے خود بخود اصل
 انشاء علیہ السلام کے گھر میں تین اندراج تکلیف موجود تھیں۔ نیز صحابہ کرام میں بھی
 بہت سے اصحاب تھے جن کے ہر ایک سے زیادہ بچہ ہیں تھیں۔ سچا لہذا
 کی مذکورہ آیت اس جائز فعل کی اجازت دینے کے لیے نہیں آئی تھی بلکہ اس
 غرض کے لیے آئی تھی کہ جہنگب احمدی بہت سے صحابہ کے شہید ہو جائے اور
 بہت سے بچوں کے قہم ہو جائے سے خودی ملے جو معاشرتی مسئلہ پیدا ہوا تھا
 اسے حل کرنے کی صورت ماننا کر رہا تھا لہذا اگر تم خیروں کے ساتھ دیکھ
 انصاف نہیں کر سکتے تو دو دو تین تین بچہ خود لوگوں سے نکال کر کے ان خیر
 کو اپنی سرپرستی میں لے لو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تعداد اندراج صرف
 ایسے ہی مسائل پیش کرنے کی صورت میں جائز ہے۔ آخر تیرہ چودہ سو برس سے
 ہمارے معاشرے میں یہ طریقہ مانا گیا ہے۔ اس سے پہلے کب یہ سوال پیدا ہوا تھا

تھا۔ اپنی پیشکش سے آپ جہاں پہلے تک نہ ایک ساتھ چلی جھرتی
ہیں۔ ان کو ہر اک ایک ہی وقت ملتی ہے۔ بیٹاب یا غم کی حاجت
ایک ہی وقت ہوتی ہے۔ حج اگر لگائی جاتی ہے کسی ایک کو کئی بار نہ
واجب ہو تو دوسری بھی اسی مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

سوال ہے کہ ان کا علاج ایک دوسرے سے جدا کیا ہے یا نہیں۔ نیز
اگر دونوں ایک ہی وقت ایک دوسرے کا علاج میں آ سکتی ہیں تو اس کے
لیے شرعی دلیل کیا ہے؟

مقامی علماء نے ایک دوسرے کا علاج کی اجازت دیتے ہیں اور یہ وہ
ہے۔ ایک دوسرے کی مدد کے لئے اگر قرآن کی اس آیت کی تفسیر سے
مددست نہیں ہیں میں بتا دیا گیا ہے کہ وہ حقیقی نہیں بلکہ وقت ایک
دوسرے کے علاج میں نہیں آ سکتیں۔ **وَإِنْ تَجِدُوا فِيهِ غَيْرَ كَثِيرٍ
بِأَنَّهُ مُؤَلَّفٌ مِّنْكُمْ** اس حکم کو غیر زیادہ کر اگر دوسروں کے علاج
میں ہی وہ تھوڑا بہم ملے تو اسے دیا گیا تو متعدد ذیل دیکھو اس میں
ہی میں کو دیکھ کر علماء نے حکمت اختیار کر لیا ہے۔ مثلاً،

۱۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ ایک بروائی مٹو کر، مزدبوری
تک ہی اپنے منطقی تقاضا بہت کہ حدود کر کے ۱۱ اور دوسری تھوڑا بہم
محدود ہے یا اس کے علاج میں نہیں ہے نیز غم کی ہے ۱۱۔

۲۔ دوسری محبت ۱۱ اپنی نہیں ہے تھوڑا بہم پہلے کے ساتھ
تھوڑا بہم ملے ہے نہ وہی تعلق کے وقت تھوڑا بہم ہوگی۔

۳۔ دوسروں کے علاج میں ہی مدد کی صورتیں و منطقی اختلافات

کے وقت، قنٹر ہوتی ہیں، ان کی جیا جیوٹ ہوتی ہے، ان میں قیام
 جذبات پیدا ہوتے ہیں، کیا علاج اس عروج کے خالی نہیں ہیں
 یہ بتاؤ گیسے، وجہوں ہیں کہ موداً (مردم) و جنس
 بننا پیشکش (یعنی) (اعوان)

۴. عروج کا ایک بڑا مقصد فکر رائش نفس ہے اور والدی اور مولود
 میں شفقت بھی ہے۔ دوسروں کا علاج اس شعبہ پر کیا ہوا چلاؤ گے۔
 اور بھی مفاسد ہیں جن کے بیان کو یہاں لکھنا زیادہ ہے۔
 دوا و کرم شریعت کی مدد سے اس سوال کو حل کیجئے تاکہ یہ غلطی
 نہ ہو۔ ان صورتوں کے داخلی ہی کا علاج کر سکیں۔ اور اس قسم کا
 سدا ب ہو۔ نہ جو تک ہونے کی وجہ سے ان کو لاحق ہے۔

جواب :-

ان دونوں باتوں کے مسئلے میں چار صورتیں ممکن ہیں،
 ایک یہ کہ دونوں کا علاج دو الگ شخصوں سے ہو۔
 دوسری یہ کہ ان میں کسی ایک کا علاج ایک شخص سے کیا جائے اور دوسری
 عروج رکھی جائے۔

تیسری یہ کہ دونوں کا علاج ایک ہی شخص سے کر دیا جائے۔
 چوتھی یہ کہ دونوں ہمیشہ علاج سے محروم رکھی جائے۔

ان میں سے پہلی دو صورتیں تو ایسی مرتبہ کا جائزہ غیر معقول اور ناقابل عمل ہیں
 کہ ان کے بغیر کسی انسان کی حاجت نہیں۔ اب نہ جاتی ہیں آخری دو۔

صورتیں۔ یہ دونوں قابلِ اہل ہیں۔ مگر ایک صحت کے متعلق مقامی علماء کہتے ہیں کہ یہ چھ کریمین لائٹنیں کی صحت ہے چھ قرآن میں حرام قرار دیا گیا ہے، اس لیے لائٹنیں آخری صورت پر ہی عمل کرنا ہوگا۔ ظاہر صراحتاً کہ یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ دونوں لائٹنیں تو اہل نہیں ہیں، اور قرآن کا حکم صحت اور صحت ہے کہ وہ چھ لائٹنیں کو ایک وقت علاج میں علاج کر حرام ہے۔ لیکن اس پر دو سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ کیا یہ حکم نہیں ہے کہ ان لائٹنیں کو دائمی طور پر بجھ کر رکھا جائے اور ہمیشہ کے لیے علاج سے محروم رہیں؟ اور کیا قرآن کا حکم واقعی اس انصوص اللہ اور صحتِ حال کے لیے ہے جس میں یہ دونوں لائٹنیں پیدا انسانی طور پر جھلا ہیں؟

میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اس انصوصِ حالت کے لیے نہیں ہے بلکہ اس نام حالت کے لیے ہے جس میں وہ چھ لائٹنیں کے ایک ایک مستقل وجود ہوتے ہیں اور وہ ایک شخص کے حج کرنے سے ہی ایک وقت ایک علاج شروع ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ وہ نام حالات کے لیے حکم بیان کرتا ہے۔ اور انصوص، اشارہ اور وقوع یا غیر وقوع حالات کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس طرح کے حالات سے اگر معاملہ پیش آجائے تو فقہ کا تقاضا ہے کہ ہم حکم کو ان پر ٹھنڈا کر چھ لائٹنیں کے بجائے صورتِ حکم کو چھوڑ کر مقصدِ حکم کو منسوب طریقے سے پورا کیا جائے۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ شرع نے مصلحت کے لیے انفاقِ عمرت کا حکم دیا ہے کہ علوٰیٰ فکر کے ساتھ اس کو شروع کیا جائے اور حالت کا آغاز ہونے ہی

اظہار کر لیا جائے۔ وَتَكُونُوا وَاسْتَوْفُوا حَتَّىٰ تَبْلُغُوا أَهْلَ الْفَيْضِ
 الْأَبْتَيْنِ مِنْ الْفَيْضِ فَلَا تَسْتَوْفُوا مِنْ الْفَيْضِ كَيْفَ لَكُمْ لَكُمْ هَبْنِي
 اِنِّي أَفْقِيصُ، حکم زمیں کے اُن علاقوں کے لیے جن میں ملت کا اثر پھیر
 ہو جس گھنٹوں کے اندر پورا کیا جاتا ہے۔ اور حکم کو اس شکل میں بیان کر کے
 کہ دوسرے کے زمین کی آبادی کا بیشتر حصہ انی علاقوں میں رہتا ہے۔ اب
 ایک شخص سنت لفظی کرے گا اگر اس حکم کو اُن انصافوں سے سمجھ کر سمجھ کر
 پہنچ کر دے گا جو غلبہ شعل کے قریب علاقوں میں رہتے ہوتے ہیں، چنانچہ
 ذات احمد علی کا قول کی کمی ہیوں تک مستند ہو جاتا ہے۔ ایسے علاقوں کے
 لیے یہ کہنا کہ وہاں بھی غلوہ لبر کے ساتھ شروع کیا جائے اصلاحات آنے
 پر کھولا جائے، یا، کہ وہاں سرے سے دفعہ در کھا ہی نہ جائے، کسی طرح صحیح
 نہ ہوگا۔ فقہ کا تقاضا ہے کہ ایسے مقامات پر محبت علم کو چھوڑ کر کسی دوسرے
 مناسب صورت سے حکم کا نشانہ پورا کیا جائے۔ مثلاً یہ کہ غلوہ کے لیے
 ایسے اوقات متعین کر لیے جائیں جن میں کی بیشتر آبادی کے انتہائی عزم سے
 ملنے پھٹنے ہوں۔

بھی صورت میرے نزدیک ان دو اشکوں کے معاہدہ ہی میں اختیار کرنی
 چاہیے جن کے ہمراہیں میں جڑے ہوئے ہیں۔ اُن کے علاج دو انگٹھوں
 کے کرنے یا سرے سے کاج ہی نہ کرنے کی توجہ ہی لینی چاہیے۔ ان کی بجائے
 ہونا یہ چاہیے کہ ان تجمعات میں لاشعین کے نظریہ پھول کر صورت
 اس کے نشانہ کو پورا کیا جائے۔ حکم کا نشانہ ہے کہ وہ پہلو کو سونکھنے کی

رقابت میں اتفاق کرنے سے پہلے ہی کیا جاسکے۔ یہاں پر خود بھی صورت حال ہمیشہ کے کہ عدلوں کا علاج یا تو ایک ہی شخص سے ہو سکتا ہے یا پھر کسی سے نہیں ہو سکتا، اس لیے یہ فیصلہ انہی عدلوں ہی پر چھوڑ دیا جائے کہ آیا وہ ایک وقت ایک شخص کے علاج میں جاسکے یا داخلی میں یا ماضی قریب کو ترجیح دینی ہے۔ اگر وہ پہلی صورت کو خود قبول کر لیں تو ان کا علاج کسی ایسے شخص سے کر دیا جائے جو انہیں پسند کرے۔ اگر وہ دوسری صورت ہی کو ترجیح دیں تو پھر اس حکم کی ذمہ داری سے ہم بھی بے بسی ہیں خود خدا کا قانون بھی۔

احقر اعلیٰ کی یہ جہاں سکتا ہے کہ بالفرض یہ دونوں ایک شخص کے علاج میں دے دی جائیں، 'احد احد میں وہ اعلیٰ سے کسی ایک کو حقوق دے دے تو کیا ہوگا میں کہتا ہوں کہ اس صورت میں عدلوں اس سے جڑ ہو جائیں گی۔ ایک اس لیے کہ اسے طلاق دی گئی اور دوسری اس لیے کہ وہ اس سے کوئی نتیجہ نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ نفوت العنیدہ کے قیوم کا ذکر کتاب مذکور ہے، یہی نہیں بلکہ وہ دے اپنے گھر پر بھی نہیں رکھ سکتا، اگر وہی مطلقہ لڑکی کو اپنے گھر پہنچا کر کہنے کا اسے حق نہیں ہے۔ اور غیر مطلقہ لڑکی بھی اس کے ساتھ نہ ہو۔ لہذا جب وہ اعلیٰ سے ایک کو طلاق دے گا تو دوسری کو خلع کے مطالبے کا جائز حق حاصل ہو جائے گا۔ اگر وہ خلع نہ کرے تو عدالت کا فرض ہے کہ اسے خلع پر ابور کرے۔ یہ لڑکیاں پیچ فٹش ہی کی وجہ سے اعلیٰ میں ہیں کہ کوئی شخص دانی میں سے کسی ایک کے ساتھ علاج کر سکتا ہے اور کسی ایک کو طلاق دے سکتا ہے۔ ان کا علاج بھی ایک ساتھ ہوگا اور طلاق بھی۔ *هَذَا مَا عِنْدِي وَاللَّهُ اعْلَمُ*

درمہن القرآن . صفر ۱۳۳۵ھ . (نومبر ۱۹۵۳ء)

علاق قبل از نکاح

سوال :-

میرے ایک لیر شادی شدہ دوست نے کسی رختی ہڈی کے تحت ایک رتہ پر کہا "خاکہ" اگر میں کسی عورت سے بھی شادی کر دوں تو اس پر بھی طلاق ہے ؟ آپ وہاں قول پر بحث نام ہے ۔
 اور چاہتا ہے کہ شادی کرے ۔ مجھے کہتے ہیں کہ عورتی وہ شادی کرے گا عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی ۔ اس کے لڑکھارے شادی کی کوشش کرے اس کے لئے ایک بے کار مصیبت فتنہ ہے ۔ بلا و کم تائیں کہ اس مصیبت طرز الجھن سے بچنے کا کوئی دشت ہے یا نہیں ؟

جواب :-

بلاشبہ فقہاء نے تنبیہ کی ماسطے یہ ہے کہ ایسی عورتیں جس عورت سے بھی اس کا نکاح ہو گا اس پر طلاق لازم ہو جائے گی ۔ لیکن تمام ائمہ و فقہاء کا اس بارے میں اتفاق نہیں ہے ۔ امام شافعی و امام احمدی و حنبلی کے ماسطے یہ ہے کہ طلاق کا حق نکاح کے بعد پیدا ہوتا ہے نہ کہ نکاح سے پہلے ۔ اگر کسی شخص نے یہ کہا ہو کہ وہ آنکھ میں عورت سے بھی نکاح کرے اس کو طلاق ہے تو ان لوگوں

غیر ثابت ہے۔ اس سے کوئی خارجی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ یہی واسطے حضرت علیؑ، حضرت سادقین علیہ السلام، حضرت جعفرؑ، حضرت محمدؑ، حضرت ابی عبد اللہؑ، حضرت ابی جہاںؑ، حضرت عطاءؑ سے بھی منقول ہے۔ اور اس واسطے کہ تیسرا اس حدیث سے ہوتا ہے کہ لا ینالک الا من بعد نکاح (علاق نہیں ہے مگر نکاح کے بعد)، اہم نکاح کی واسطے ہے کہ اگر کسی خاص صورت یا خاص قبیلے یا خاص خاندان کی عورتوں کے پاس سے کوئی ایسی بات کہے تب کہ تو طلاق اہم آجائے گی، لیکن مطلقاً تمام عورتوں کے پاس سے یہ بات کہی جائے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ نیز اگر پہلی صورت میں کہیں ایسا کہی جاتا ہے کہ وہ اس صورت یا اس قبیلے کی عورت کے ساتھ دوسری عورتوں سے نکاح کرے۔ لیکن دوسری صورت میں ترک بخت کی بات لازم آتی ہے۔ اور ایک مطلق چیز کو اپنے اپنے مطلقاً حرم کر لینے کا ہم سنی ہے۔

اس مسئلے پر مزید تفصیل بحث کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر سورۃ الاحزاب ص ۱۲۰۔
 رزویں القرائن، ہماری الاولیٰ مشتملہ ۱۳۶۵ھ، محمودی مشتملہ ۱۳۶۶ھ

عَدَّتْ غُلُج

سوال :-

آپ کی تفسیر "تعلیم القرائن" جو اولیٰ سورہ فجرہ مشتملہ میں لکھی
 ہے کہ "شیخ کی صورت میں عدت جوت میں ہے ہے۔ ماضی

یہ حقت ہے ہی نہیں بلکہ علم نفس مشہور عالم کے ہے وہ کیا ہے ؟
 اب تو یہ دریافت ہو رہی ہے کہ آپ نے اس مسئلہ کی سند و طبرہ
 نہیں لی۔ ملاحظہ فرماں خیرم انکار اس امر پر یقین اور قول ابنی علی اللہ
 عہدہ عالم کے ہی غلط ہے ۔

(۱) فی الفتنۃ ، ردی عبد القزاق مرفوعہ العلم تطبیقہ۔
 (۲) ردی الدار قطنی وابن عسائی امتہ جمل النہی
 العلم تطبیقہ ۔

(۳) ردی ملاحظہ عن ابن عسائی عدلہ الفتنۃ
 عدلہ المطلقہ ۔

ایک اور بات کی حمایت ہے کہ عدوتِ حیفہ: لیکن قول
 لغوی من المذاہقہ پر عمل کیا گیا ہے اور نفس کے ہی غلط ہے کہ
 نفس میں ہے وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَفَعْنَ بِأَعْيُنِنَهُمْ مَشَقَّةٌ
 قَرِيبَةٌ۔ ہر آئی فرما کر حدیث نبوی میں تطبیق دیتے ہوئے اپنے مطلق
 پر دے گئے ہوئے اور حدیثی کے انکار کو دیکھتے ہوئے مسئلہ کی
 پسری یقین دہانی اور ان کتاب محبوبہ قرید فراموشی تاکہ اسٹاپ لیتا ہے
 ہو گئے ۔

جواب :

تفسیر کی حدت کے مسئلہ میں اختلاف ہے۔ فقہاء کی ایک جماعت اسے
 مطلقہ کی حدت کے تحت قرار دیتی ہے۔ اور ایک مشہور جماعت اسے

ایک میں تک محدود کرتی ہے۔ اس دوسرے مسلک کی تائیدی معتقد احادیث میں نہائی اور لبرائی کے درجہ بہت عورت کی روایت نقل کی ہے کہ ثابت ابن قیس کی بیوی کے حضور خلق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان شترانوں حیضہ واعداء وکلیق چاہیگا۔

چوداؤراہ ترمذی نے ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ انہی زوجہ ثابت بن قیس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اعتد بجیضہ۔

یزید بن ابی اسحاق اور ابن ماجہ نے درج بہت عورت کی ایک روایت میں اس عورت کی نقل کی ہے۔ ابن ابی شیبہ نے ابن عمرؓ کے حوالے سے حضرت عثمانؓ کا بھی ایک فیصلہ اس عورت پر نقل کیا ہے اور ساتھ ہی بھی محمدؐ کے پہلے ابن عمرؓ کے قول کی روایت کے معاملہ میں تین میں سے کوئی تھے حضرت عثمانؓ کے اس فیصلہ کے بعد انہوں نے اپنی طائے بدل دی اور ایک میں کا فتویٰ دینے لگے۔ اسی طرح ابن ابی شیبہ نے ابن عباسؓ کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے کہ عدا تھا حیضہ۔ ابن ماجہ نے درج بہت عورت بن عمرؓ کے حوالے سے حضرت عثمانؓ کے مذکورہ فیصلہ کی روایت نقل کی ہے اس میں حضرت عثمانؓ کا یہ قول بھی موجود ہے کہ انہا ائیم فی ذلک قضاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امید ہے کہ ان حوالوں سے آپؐ کا الجناح ہو جائے گا۔

(زمین القرآن، ج ۳، صفحہ ۳۳۳۔ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

ضبط ولادت

سوال :-

آج کی ضبط ولادت کو خدائی منصوبہ بندی کے عنوان پر جو دے کے تحت مقبول بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کے حق معاشی دلائل کے علاوہ بعض لوگوں کی طرف سے مذہبی دلائل بھی فراہم کیے جا رہے ہیں۔ مثلاً یہ کہا جا رہا ہے کہ حدیث میں عزریٰ کی اجازت ہے اور برہنہ کسڑوں کو اس پر تھپس کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ انہی اب حکومت کی طرف سے مردوں کو الجھناٹے کی سہولتیں بھی بہم پہنچا جا رہی ہیں۔ چنانچہ بعض ایسے ٹیکے لگاد ہو رہے ہیں جن سے مرد کا جو سر حیات اس قابل نہیں رہتا کہ وہ الزائش نسل کا ذریعہ بن سکے لیکن جنسی لذت پر قرار دتی ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ طریقہ بھی شرعاً قابل اعتراض نہیں، اور نہ یہ قتل اور دباؤ استقامت عمل ہی کے ضمن میں آسکتا ہے۔

بڑا وکم اس بارے میں تباہی کر آپ کے نزدیک اسلام اس طرز عمل کی اجازت دیتا ہے یا نہیں ؟

جواب :-

ضبط ولادت کے موضوع پر میں اب سے کئی سال پہلے ایک کتاب ”اسلام اور ضبط ولادت“ لکھ چکا ہوں جس میں درجی، معاشی اور معاشرتی

نقطہ نظر سے اس مسئلے کے سب سے پہلوؤں پر بحث موجود ہے۔ اسکی
کا جدید ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے۔

آپ کے سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ عزل کے متعلق جو کچھ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چھایا اور اس کے جواب میں جو کچھ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیان فرمایا اس کا تعلق عبرت افزائی و فردی ضروریات اور استثنائی
حالات سے تھا۔ ضبط و عدالت کی کوئی عام دعوت و تحریم ہرگز پیش نظر نہ
تھی۔ ذرا ہی کسی ترکیب کا غلو میں غلطی تھا جو عوام میں پھیلا جا رہا ہو اور یہی
تدبیر و سیاحت کرنے پر ہر مرد و عورت کو تباہی جاسی تھیں کہ وہ اہم مہارت
کر لے کے باوجود استقرار محل کو روک سکیں اور نہ محل کو روکنے والی دھار
اور حالت ہر کس دن کس کی درست دس تک پہنچائے جا رہے تھے۔ عزل
کی اجازت میں جو خود ولایت فرمائی تھی ان کی حقیقت بس یہ ہے کہ کسی
عقیدے کے بندے نے اپنے ذاتی حالات یا بیوریوں پر ان کیس اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سامنے رکھ کر کوئی مناسب جواب دے دیا۔
اس طرح کے جو جوابات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث میں منقول ہیں
ان سے اگر عزل کا جواز نکلتا بھی ہے تو وہ ہرگز ضبط و عدالت کی اساس
ہم ترکیب کے حق میں استعمال نہیں کیا جاسکتا جس کی پشت پر ایک
باقاعدہ خاص مادہ پرستانہ اور ابا حیت پسندانہ فلسفہ کار فرما ہے۔ ایسی
کوئی ترکیب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اٹھتی تو جیسے تھیں
کہ آپ اس پر لعنت بھیجتے اور اس کے خلاف دلیا ہی جہاد کرتے جیسا

شرک و بدعت و بدعتی کے خلاف آپؐ نے کیا ۔ میں ہر اس شخص کو جو عربوں
 سے متعلق انصاف علی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا خدا امتحان کر کے انہیں
 موجودہ قرآن کے حق و باطل کے طور پر پیش کرتا ہے خط سے ڈلاتا ہوں اور
 مشورہ دیتا ہوں کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد میں اس حدت سے
 باہر نہ ہو ۔ مغرب کی ہے خطا تنزیہ و تکرار کی وہی اگر کسی کو کہنی ہو تو یہ بھی
 طرح اسے وہ مغرب نہ کہہ کر ہی اختیار کرے ۔ آخر وہ اسے میں خدا و رسول کی
 تعظیم قرار دے کر خط کا مزہ غضب مول لینے کی کوشش کیوں کرتا ہے ۔

اسلام جس طرح ظہور و قدرت کی عمومی قرآن کو دیتا نہیں رکھتا ، اسی طرح وہ
 تھکنا بخند ہونے کی اجازت بھی نہیں دیتا ۔ یہ کہنا کہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہاتھ
 کر لینا کوئی ، جائز کام نہیں ہے ، اتنا ہی غلط ہے جتنا یہ کہنا غلط ہے کہ آدمی کا
 خود کشی کر لینا جائز ہے :۔ مگر میں اس طرح کی باتیں وہ لوگ کر سکتے ہیں جن کے
 نزدیک آدمی اپنے ہم اہل ایمانی قوتوں کا خود مالک ہے اور اپنے ہم اہل
 اس کی قوتوں کا خود مالک ہے اور اپنے ہم اہل اس کی قوتوں کے ساتھ جو کچھ
 بھی کرنا چاہے کہنے کا حق رکھتا ہے ۔ اسی غلط خیال کی وجہ سے جہاں خود کشی
 کو جائز کہتے ہیں ۔ اسی غلط خیال کی وجہ سے بعض جوگ اپنے امیر و باڈاں یا
 نران بیکار کر جیتے ہیں ۔ لیکن جو شخص اپنے آپ کو خدا کا مالک کہتا ہو اور کہتا
 ہو کہ یہ ہم اہل اس کی قوتیں خدا کا عطیہ اور اس کی امانت ہیں اس کے نزدیک اپنے
 آپ کو ہاتھ کر لینا اور ہاں ہی گناہ ہے جیسا کہ دوسرے طبقوں کو نہ بدعتی ہاتھ کر
 لینا یا کسی کی بیانی خدا کے کر دینا گناہ ہے ۔

(ترجمہ انوار الحق علی قلب العابد)

ضبط ولادت اور وصیت الغنین

سوال ۱

دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے کچھ اسلام کیا حل پیش کرتا ہے؟
 برآمدہ کثرتوں و پیداواروں کے لیے عدالتوں کا استعمال، لیکن
 پانچ و طیر و کو کیا کچھ بھی غیر شرعی قرار دے کر ممنوع قرار دیا جائے
 گا؟ کیا ایک مسلمان زندگی میں اپنی آنکھیں علیہ کرخت ہے کہ مسرت کے
 بعد کسی طرح کے لیے استعمال ہو سکیں؟ کیا، اگر ہاں گناہ گنہ ہوگی اور
 نیست میں، شخص از حد قرار دے گا؟

جواب :-

دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے اسلام مسرت ایک ہی حل پیش کرتا ہے
 اور وہ یہ ہے کہ خزانے اپنے مدق کے جو خزانے پیدا کیے ہیں ان کو زیادہ
 سے زیادہ بڑھانے اور استعمال کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور جو خزانے
 اب تک غنی ہیں ان کو بدولت کے لیے کیسے ہی کیسے کی جائے۔ آبادی
 روکنے کی ہر کوشش خواہ وہ قتل اور دھواں اور استغاثہ علیہ بیع علی غلط اور
 بے حد و گنہ گنہ ہے۔ ضبط ولادت کی ترکیب کے چار تہائی ایسے ہیں جن
 کو رد کیا جانے سے کسی طرح نہیں مدد کا جاتا۔

۱۔ زنا کی کثرت۔

۲۔ ان کے اندر خود مرضی اور اپنے سیدہ زندگی بڑھانے کی خواہش کا اس

جو کہ ترقی کر چکا کہ اسے اپنے بھٹے میں باپ اور اپنے قبیح بھائیوں اور
اپنے دوستوں کے قریبی اور کشتہ داروں کا دھوکا لگا کر گزرتے گئے۔ کیونکہ
جو آدمی اپنی دولت میں خود اپنی اولاد کو شریک کرنے کے لیے تیار نہ ہو وہ دولت
کو جلد یکے شریک کر گئے گا ؟

۲۔ آدمی کے اہل خانہ کے کام سے کم محبوب پیدا ہی جیسا کہ قوم کو زندہ
رکھنے کے لیے لکڑی سے بہرہ ور کرنا۔ اس لیے کہ جب یہ پیدا کر سکتے
وہ اسے لڑاؤ ہوں گے کہ وہ کتنے بچے پیدا کریں اور کتنے ذکر کیا اور اس فیصلہ
کا طر اس راستہ پر ہوا کہ وہ اپنے سب سے زیادہ دولت کو سنے لکڑی کی آمد کی وجہ سے
گرنے دیں، تو ان کا غرض اسے بچہ ہی پیدا کر کے کے لیے تیار رہیں گے
جتنے ایک قوم کو اپنی ترقی کا آدمی برقرار رکھنے کے لیے حکم دیتے ہیں۔
اس طرح کے حالات میں کبھی کبھی نوبت یہ بھی آجاتی ہے کہ شرح پیدائش شرح
اموات سے کم نہ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ نتیجہ فرانس دیکھ چکا ہے، حتیٰ کہ اس کو
”بچے زیادہ پیدا کرو“ کی تحریک چوٹی پڑی اور انصاف کے نالوں سے اس
کی جنت انسانی کر کے کی ضرورت پیش آگئی۔

۳۔ قومی دفاع کا گزرا ہوا جانا۔ یہ قبیح خصوصی طور پر ایک ایسی قوم کے لیے
بے حد خطرناک ہے جہاں سے کئی گنی زیادہ دشمن آدمی میں لکھری ہوئے ہیں
پاکستان کے تعلقات ہندوستان اور افغانستان کے ساتھ ایسے کچھ ہیں کہ سب
کو معلوم ہے اور امریکہ کی مدد سے نے کیرلسٹ ملک سے بھی اس کے
تعلقات غراب کر دیئے ہیں۔ بحیثیت مجموعی ہندوستان یہی ’دشمن‘ نہیں اور

انفائستہ کی کارکنی ہم سے تیرو ٹی ہے۔ اس حالت میں لڑنے کے قابل
انفرادی تعداد گشتا میں عقل مند ہے اسے ایک صاحب عقل آدمی خود رو ہوا
سمجھا ہے۔

آنکھوں کے نیچے کا سادہ صورت آنکھوں تک ہی محدود نہیں رہتا۔ بہت
سے دوسرے اعضا بھی ریاضوں کے کام آتے ہیں۔ اندام کے دوسرے مفید
استعمال بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ مددگار اگر کھول دیا جائے تو سسلی کا قبری دن
ہو، شکل ہو جائے گا۔ اس کا سادہ جسم ہی چند سے ہی تقسیم ہو کر رہے گا۔
اسی لشکر ہے کہ کوئی آتش اپنے جسم کا ملک نہیں ہے۔ اس کو یہ حق نہیں
پہنچا کہ مرے سے پہلے اپنے جسم کو تقسیم کر سکے۔ چند ہی دھڑکنے کی رحمت
کو دے۔ جسم اس وقت تک اس کے تحریر میں ہے جب تک وہ اس جسم
میں خود رہتا ہے۔ اس کے نکل جانے کے بعد اس جسم پر اس کا کوئی حق نہیں
ہے کہ اس معاملے میں اس کی رحمت نافذ ہو۔ اسلامی احکام کی دیکھو، اندام
انسانی کا فرض ہے کہ اس کا جسم احرام کے بعد دفن کر دیں۔

اسلام نے انسانی لاش کی حرمت کا جو حکم دیا ہے وہ مطلق انسانی جان کی
حرمت کا ایک غائب ہے۔ ایک خدا گر انسانی لاش کا احرام ختم ہو جائے تو بات
صرف اس حد تک محدود رہے گی کہ مرنے والوں کے بعض کرامات اور انہ
انسانوں کے علاج میں استعمال کیے جائیں، بلکہ مرنے والے انسانی جسم کی ہر
سے مہر بھی ہٹنے لگیں گے۔ دیکھو کہ انسانی جنگ عظیم لہر کے زمانے میں
ہر مرنے والے ہٹنے لگے، انسانی کھل کو آؤ کہ اس کو بوقت دینے کی کوشش

کی جانے گی تاکہ اس کے جوتے یا سوٹ کھیں یا منی پس بنائے جاسکیں۔
 ارچنا پچھلے تجربہ بھی چند سال قبل مدھی کی ایک ٹیڑی کرچی ہے۔ انسان کی
 ٹہنیوں اور آنتوں اور دوسری چیزوں کو استعمال کرنے کی بھی فکر کی جائے گی،
 حتیٰ کہ اس کے بعد ایک رتبہ انسان پھر اس منہ و حشمت کی طرف پٹ جائے۔
 گا جب آدمی آدمی کا گوشت کھانا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اگر ایک دفعہ مرنے والا
 کے اعزاء کھان کر علاج میں استعمال کرنا جائز قرار دے دیا جائے تو پھر کس جگہ
 حد بندی کر کے آپ (کاظم) کے دوسرے ”منہ و حشمت“ استحضات کو روک سکیں
 گے اور کس مطلق سے اس ہدف کی کو مستعمل ثابت کریں گے۔
 (ترجمان القرآن۔ جنوری ۱۹۶۶ء)

کفار کا مجرم اور مسئلہ کفارت

سوال :-

کیا اگر کسی لڑکے (مشرک) کی شرعی منرا ایک شخص کو سوا چھوٹ
 کی جانب سے لی جائے تو وہ آخرت میں اس لڑکے کی منرا سے بڑی ہو
 جائے گا یا نہیں؟

(۲) کیا حدیث یا قرآن میں کوئی اصولی ہدایت اس امر کی موجود

ہے کہ ہر شخص اپنی قوم (ملت) میں ہی شادی کرے۔ واضح رہے
 کہ میں کفارت کا اس معنی میں ذکر نہیں کرتا کہ فریقوں میں مناسبت

ہونی چاہیے غیر ضروری عید کا فرق نہیں ہونا چاہیے۔
جواب :-

(۱) شرعی سزا جاری ہونے کے بعد آخرت میں آدمی کی معافی اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب کہ آدمی نے اس کے ساتھ خطا سے توہ بھی کی ہو اور اپنے نفس کی اصلاح کر لی ہو۔ لیکن اگر بالفرض ایک شخص نے چھٹی کی اور اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا، مگر اس نے اپنے گناہ پر اپنے خطا کے سوا کوئی فیصلہ دیا، بلکہ اللہ میں اس شریعت ہی کو مستحکم جس نے اس کا ہاتھ کٹوایا ہے، تو خطا کے ہاں اس کے معاف کر دیئے جانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(۲) قرآن یا حدیث میں ایسا کوئی حکم نہیں ہے کہ ہر شخص اپنی قوم میں ہی شادی کرے۔ بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا اس کے خلاف پایا جاتا ہے۔

(ترجمان القرآن، فردوسی سن ۱۹۷۱ء)

عالمی قوانین اور قانونِ شریعت

سوال :-

کیا عالمی قوانین کے لحاظ سے بعد کوئی شخص مگر شریعت کے مطابق کسی قسم کی طلاق دے تو وہ راقع ہو جائے گی؟ مذکورہ

صدر قوانین کی مدد سے تو حلق کے ناقد ہونے کے لیے کہہ گا
شرائط مل کر دی گئی ہیں۔

جواب :-

کسی حکومت کے قوانین سے نہ تو شریعت میں کوئی ترمیم ہو سکتی ہے
اور نہ وہ شریعت کے قائم مقام ہو سکتے ہیں۔ اس لیے جو حلق شرعی قواعد
کی مدد سے مدعی دی گئی ہو وہ جند فساد اور عند المسلمین ناقد ہو جائے گی
خواہ وہ قوانین کی مدد سے وہ ناقد نہ ہو۔ اور جو حلق شرعی قواعد نہیں؟
وہ ہرگز ناقد نہ ہو گی خواہ یہ قوانین اس کو ناقد قرار دیں۔ اب مسلمانوں کو خود سوچ
لینا چاہیے کہ وہ اپنے علاج و حلق کے مسائل خدا اور رسول صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی شریعت کے مطابق حل کرنا چاہتے ہیں یا انسانی قوانین کے مطابق۔
(ترجمان القرآن، ص ۱۷۷)

مسکوکہ کی بیس کے لیے آزادی عمل کے حدود

اپنی کتاب کی جن جگہوں سے مسلمانوں کو علاج کی اجازت دی گئی ہے
ان کے بارے میں قرآن مجید و شریعت کا ہے۔ ایک یہ کہ وہ احکامات
و احکام دین میں دوسرے کے خلاف نہ کر کے ایک مسلمان خود اپنے
ایمان کو خطرے میں نہ ڈال بیٹھے (ملاحظہ ہو سورۃ ائمہ آیت ۵) ان شرائط
کی مدد سے فاسق و فاجر کثرت کے ساتھ شادی بیاہ نہیں ہے۔ اور یہ دیکھ

کافر نہیں ہے کہ جس صورت سے وہ شادی کر رہا ہے وہ اس امر میں اس کے خاندان میں، اور اس کے بچوں میں ایسے فطری طبع کرنے کی موجب نہ بنے جو اسلام میں حرام ہیں یا مشتبہ وہ اسے مذہب ترک کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اس کو ہر چ جانے سے نہیں روک سکتا۔ مگر اُسے شادی سے پہلے ہی یہ شرط کر لینی چاہیے کہ وہ اس کی زندگی میں اُس کے بعد شراب، سود کے گوشت اور دوسری حرام چیزوں سے اجتناب کرے گی۔ ایسی شرط پہلے ہی طے کر لینے کا اسے حق بھی ہے اور ایسا کرنا اس کا فرض بھی ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ یہی کے معاہدہ میں سخت تباہی کرنے والا آدمی ہے۔ اس کے بعد اگر اس کی اپنی اولاد ان حرام افعال میں مبتلا ہو (اور ظاہر ہے کہ اولاد کا اس سے متاثر نہ ہونا متوقع نہیں ہو سکتا) تو اس کی ذمہ داری میں وہ بھی شریک ہو گا۔

نکاح بلا مہر

نکاح بلا مہر جو عفت ہے، لیکن اسلامی فقہ کی نگاہ سے اس طرح کے نکاح میں ہر مثل آپ سے آپ لازم آجاتا ہے۔

اللہ کے حقوق اور والدین کے حقوق

سوال :-

میں ایک بخت انگیز شخص ہوں جو اپنے حساب کی دنیا کی حرصت
 محسوس کرتا ہوں۔ میری عادت کا یہ ہوتی ہے کہ میں اپنے والدین سے
 گھر سے دور رہنے پر مجبور ہوں۔ والدین کا شروع ہوا رہا ہے کہ میں ان کے
 پاس رہ کر خوارق کار و بار شروع کروں۔ وہ مجھے اس بار غلط سمجھتے
 رہتے ہیں کہ تم والدین کے حقوق کو نظر انداز کر رہے ہو۔ میں اس بار
 میں پیشہ مشاغل رہتا ہوں۔ ایک طرف مجھے والدین کے حقوق کا بہت
 احساس ہے۔ دوسری طرف میرا کس کس کو کہوں کہ تم میری کی
 جدوجہد کے لیے میرا جانتا کہ میں کی کر رہا ہوں ہے۔
 آپ اس معاملے میں مجھے صحیح مشورہ دیں تاکہ میں والدین کے حقوق
 بھی ملحوظ رکھوں کہ خواتین کے حقوق کی وجہ سے گھر میں میری زندگی
 سخت تکلیف کی ہوگی۔ لیکن شرعاً اگر میں کامیاب رہوں تو والدین کا
 ہے تو میرا بہتر ہے کہ میں اس تکلیف کو خوشی سے برداشت کروں
 میرے والد صاحب میری ہر بات کو سمجھ کر غور سے سمجھتے ہیں
 والد میری طرف سے اگر بہت ہی نرمی کے ساتھ جواب دہن کیا
 جائے تو اسے بھی سہل گوارا نہیں فرماتے۔

جواب :-

والدین کی اطاعت بعد ہی کی خدمت کے درمیان توازن کا مسئلہ بالعموم ان سب نوعیتوں کے لیے وجہ پریشانی خارج ہوتا ہے جن کے والدین جماعت اسلامی اور اس کے قصے سے بعد ہی نہیں رہ سکتے۔ میں نے گونا گویا دیکھا ہے کہ ایک بڑا اگر سیکڑی عورت میں بڑا کسی اچھے کامدار میں لگا ہوا ہو تو والدین اس کے ہراسوں میں اندر پہنچ کر اسے برداشت کر لیتے ہیں اور اس سے کبھی نہیں کہتے کہ تو خدمت پروردگار چھوڑ دے اور اگر ہماری خدمت کر۔ بیٹے کے طور پر لگنا سنا دینی ہوں تو اعتراض کی ذہن کوڑنے کی ضرورت انہیں بالعموم محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اپنے مادرے حقوق انہیں موت اسی وقت ورا جاتے ہیں جب کوئی بیٹا اپنے آپ کو درجہ کی خدمت کے لیے وقف کر دیتا ہے حتیٰ کہ اگر جماعت سے مستقل معاوضہ دے تب بھی وہ یہی خدا کہتے ہیں کہ بیٹا گھر میں بیٹھے کر ان کے "حقوق" ادا کرے۔ بلکہ حقوق ادا کر کے بھی ان کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ اس کی ہر بات انہیں کھٹکتی ہے اور اس کی کسی خدمت سے بھی وہ غور نہیں ہوتے۔ یہ صورت حال نہیں ایک مدت سے دیکھ رہا ہوں اور جماعت کے بکثرت لوگوں کو اس صورت حال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ کے اس فی الواقع کیا صورت حال ہے۔ اگر وہی کہہ دے جو آپ کے بھائی سے کہہ رہی ہے تو آپ کے والدین کو نیند ملے گی۔

ہے۔ آپ جہاں کام کر رہے ہیں وہیں کہتے ہیں۔ جو کچھ مالی خدمت آپ کے سر میں ہو وہ بھی کرتے رہیں بلکہ اپنے غلو پر تحلیف اٹھا کر اپنی مقدرت سے کچھ زیادہ ہی بیچتے رہیں۔ اور حسب ضرورت دقتاً لوگنا ان کے پاس ہوا یا کریں۔ لیکن اگر صورت حال اس سے خفیف ہو اور فی الواقع آپ کے ولیدی اس بات کے قانع ہوں کہ آپ کے لیے ان کے پاس رہ کر ہی خدمت کرنا ضروری ہو تو پھر مناسب یہی ہے کہ آپ ان کی بات مان لیں۔
(ترجمان القرآن، جمادی الاول ۱۳۶۵ھ، جنوری ۱۹۵۶ء)

پدہ اور پسند کی شادی

سوال :-

اسلامی پدہ سے کہندے سے جہاں ہیں بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں وہاں وہ ایسے نقصانات بھی ہیں جن کا کوئی حل نظر نہیں آتا لہذا اس کے کہ صبر و شکر کے ساتھ جائیں۔

اسکی یہ کہ ایک تعمیر یافتہ آدمی جن کا ایک خاص ذوق ہے اور جو اپنے دوست منتخب کرے ان سے ایک خاص اخلاق اور نعت کی توقع رکھتا ہے، غرض اس کا خواہشمند ہوتا ہے کہ شادی کے لیے مانتی بھی اپنی مرضی سے منتخب کرے۔ لیکن اسلامی پرکار کے ہوتے ہوئے کسی لڑکھانے کے یا لڑکی کے لیے اس بات

گناہ نہیں رہتی کہ وہ اپنی مرضی سے اپنا ساتھی چنے بجز اس کے لیے
وہ قطعاً دوسروں یعنی اس یا خلد وغیرہ کے دستِ نگر ہوتے ہیں
بہرہ ی قوم کی تعلیمی حالت ایسی ہے کہ وہ عین ٹوٹا ٹوٹا چھ اسی طرح
تعلیم یافتہ ہوتی ہے اس لیے وہ عین سے توقع رکھنا کہ محضوں
رشتہ اور مشاعرہ میں ملے ایک جھٹ ترقی ہے۔ اس صحتِ حال
سے ایک ایسا شخص جو اپنے مسائل خود حل کرنے اور خود سوچنے کی
صلاحیت رکھتا ہو کثرتِ مشکل میں ڈھکا ہے۔

دوسری بات ہے کہ ایک لڑکی جو گھر سے اہل گھر کی پابندی
وہ کیونکر ایسے دوست نظر آسکتی اور عقلِ عام کی ایک پستی ہے کہ
بچوں کی بہترین تربیت کر سکے اور اس کی ذہنی صلاحیتوں کو پوری طرح
سے پیدا کر دے اس کو تو دنیا کے سعادت کا ایک علم ہی نہیں جو
سنتی بلکہ حقیقت ہے کہ اگر وہ اپنی ہی تعلیم ہی حاصل کر لے جتنی
ایک سالہ لڑکی کے حاصل کی جاتی ہے تو میں اس کی ذہنی سطح
کم ہو گی کیونکہ اسے اپنے علم کو عملی طور پر پہنچانے کا کوئی موقع ہی
حاصل نہیں۔ امید ہے آپ اس مسئلہ پر روشنی ڈال کر سنوں فرمائیں
گے۔

جواب :-

آپ نے اسلامی پردے کی جی فراموشی کا ذکر کیا ہے لہذا تو وہ ایسی
فراموشی نہیں ہے کہ اس کی بنا پر آدمی لائقِ مشکلات میں مبتلا ہو جائے اور

نمایا جدتِ دینی میں آخر کو ایسی چیز ہے جس میں کوئی د کوئی خاصی یا
 کسی د پائی جاتی ہو۔ لیکن کسی چیز کے مفید یا مضر ہونے کا اس کے صرف
 ایک یا دو پہلوؤں کو سامنے رکھ کر نہیں کیا جاتا بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہر
 طور پر اس میں مصلح کو غلبہ حاصل ہے یا مفاسد کو۔ یہی اصول ہر دے
 کے بارے میں اختیار کیا جائے گا۔ اسلامی پندہ آپ کی داسنے میں
 بھی بے شمار فوائد کا حامل ہے۔ لیکن نقطہ مشکل کر اس کی پابندی سے
 آدمی کو شادی کے لیے اپنی مرضی کے مطابق لڑکی منتخب کرنے کی آزادی
 نہیں مل سکتی۔ ہر دے کی فادیت کو کم یا اس کی پابندی کو ترک کرنے کے
 لیے دھو جو لازم نہیں رہی سکتی۔ بلکہ اگر ہر لڑکے کو لڑکی کے انتخاب اور ہر لڑکی
 کو لڑکے کے انتخاب کی کھلی چٹی دے دی جائے تو اس سے اس قدر
 فحش و باغ و آلودہ دے کہ ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور پھر خدائی نظام
 جو کہ معاشرے کی تنظیمی اور پاکیزگی کا خاص ہوتا ہے وہ ہم دیریم ہو گئے
 جائے گا۔ اور ایک دوسرے مشکل کو حل کرتے کرتے بے شمار حقیقی مشکلات
 کے دوران دے کھل جائیں گے۔

آپ کا خیال کہ ہر دے لڑکی دصبت نظر اور فراست سے چاہیہ
 ہوتی ہے دصبت نہیں ہے۔ اور اگر اسے بالفرض دصبت ہی تسلیم کر
 لیا جائے تو اس میں ہر دے کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ایک لڑکی ہر دے
 زندہ کر بھی دمن میں کھل پیدا کر سکتی ہے اور اس کے مقابلے میں ہر دے
 سے ہر دے کر بھی ایک لڑکی دمن و عقل اور فراست و بصیرت سے کوئی

رہ سکتی ہے۔ البتہ بے پردہ لڑکی کو یہ نوعیت ضرور ہوگی کہ وہ معلومات کے لحاظ سے چاہے وسیع النظر ہو لیکن تعلقات کے لحاظ سے ان کی نگاہیں غرض حاصل ہائیں گی۔ ایسی حالت میں اگر معذرت تریہ ذہنی حیات کی تلاش میں کامیابی ہوئی جائے، تب بھی جو نگاہیں دوست کی طرف ہو چکی ہوں انہیں سیٹ کر ایک مرکز تک محدود رکھنا کوئی گناہ کام نہیں ہوگا۔

پسند کی شادی میں رکاوٹیں

جواب :-

آپ کا جواب نہ ملا۔ مگر مجھے اس بات پر بڑا افسوس ہوا کہ آپ نے اُسے بالکل معمولی مسئلہ قرار دیا۔ کامیاب شادی کی تہا تو ایک جہاز غواہش ہے اور ایسے حالات پیدا کرتا، جن کی وجہ سے ایک شخص کے لیے اپنی پسند کی لڑکی چنے کا راستہ بند ہو جائے۔ میں خدائی مشرتا اور شفقت کے ارتقا کے لیے شکر کرتا ہوں اور یہی فطرت کے منافی۔

جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں ہمارے مروجہ طریقے کے مطابق عورت زیادہ سے زیادہ گھر کی غنیمت ہوتی ہے اور خاوند کی ادا دینی جنسی تسکین کا ایک ذریعہ، لیکن دواقراد کے اپنے آپ کو چھری طرح ایک دوسرے کے حوالے کرنے اور زندگی کے فرائض ایک دوسرے کی بلائے خوش خوشی پر ادا کرنے کے جو امکانات اپنی پسند اور خاوند کی شادی کر لینے میں ہوتے

ہر وہ اس وحدت میں قطعاً ممکن نہیں کہ اپنی پسند اور بصیرت استغوا کیے بغیر کسی دوسرے کے اقتاب پر شادی کر لی جائے ۔

میرا خیال ہے کہ ایک فرد میں بعض جنسی تسکین کا خواہشمند نہیں ہوتا اور یہ بھی چاہتا ہے کہ کسی کے لیے کھد قرآن کرے، کسی سے بہت کرے، کسی کی خوشی کا خیال رکھے، لیکن اس کی خوشی پر خوش ہو۔ اس جذبے کے ظہور انہیں کا راستہ تو یہ ہے کہ وہ کسی ایسی لڑکی سے شادی کرے جسے اس نے تسخیر، اطوار، کردار اور دوسری خوبیوں کی بنا پر اپنی طبیعت کے مطابق حاصل کیا تھا ہے (حقیقی بہت کسی کی باطنی خوبیوں کے سمجھنے سے ہی پیدا ہوتا ہے)۔ لڑکیوں کو دیکھ لینے سے، اور بات نہ ٹکراتے ہیں ہے کہ پہلے لڑکی کی شادی کرادی جائے اور پھر اس سے مطالبہ کیا جائے کہ اب اسے چاہو اور انہیں جیسے تم نے اس کو خود پسند کیا ہے۔ اس ظہری بہت کا راستہ بند کر لینے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے دوسرے راستے نکال لیتا ہے۔

پہلے کی دوجہ سے جو حالات پیدا ہیں ان میں حقیقتاً کردار دیکھ کر برعکس میں ممکن نہیں۔ لڑکے کے آپ کے ممکن نہیں کہ وہ لڑکی کا پتہ چلا سکے، لڑکی کی دلدادہ کے لیے ممکن نہیں کہ وہ لڑکے کے متعلق براہ راست کچھ افکار نکال سکے۔ کیونکہ وہ دوجہ سے ان افراد میں ہی تصدیق اور آزاد گفتگو ممکن ہے۔ (خود لڑکے اور لڑکی کا ذاتی توازن طرز عمل)۔ بڑی سے بڑی آزادی جو اسلام نے دی ہے وہ یہ ہے کہ لڑکا لڑکی کی شکل دیکھ لے، لیکن میری نگاہ میں نہیں آتا کہ کسی کی شکل چند سیکنڈ دیکھ لینے سے کیا

ہوتا ہے۔

اس مسئلے کا ایک اہم پہلو بھی ہے، 'اب اقدام عطاء نے تسلیم کر لیا ہے کہ موجودہ کنفیوٹریات چندی کرنے کے لیے ہم کا حاصل کرنا خود توں کے لیے ضروری ہے۔ لیکن مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی کام کر سکتی ہیں۔ یا تو اسلامی احکام کی پابندی کریں یا علم حاصل کریں، ہر دے کا پابند ہونے ہر دے میری فکر میں نہیں آتا کہ طہارت اعضاء، آثار قدسیہ، الخیرات و گاہ تمام اپنے علوم میں سر دے اور وہ دلائل شرعی ضرورت ہوتی ہے۔ ان علوم کے لیے خواتین کس طرح کام کر سکتی ہیں جب کہ علم کے بغیر محنت کا تین دن سے زائد کی سزا سنت ہو سکتا ہی منع ہے۔ اب کیا ہر گز وہ اپنے ساتھ علم کو لے لے پھرے گی؟

علوم تو ایک طرف ہے، یہ تو ڈاکٹری اور پڑھنے کو بھی ایک دوسرے کا ضد سمجھا ہوں۔ اتنی تو ڈاکٹری کی تعلیم ہی جو مسلمانوں کی نگاہیں پہنچا دینے والے مسکرات سے ہوتی ہے، جیسا کہ اس احساس کو ختم کر دینے کے لیے کافی ہے جس کی شرعی صورتوں سے توقع کی جاتی ہے۔ خواہ وہ ڈاکٹری پڑھنے ہی میں لگے جانے اچھے جانے والی تمام خواتین ہی کیوں نہ ہوں۔ دم ڈاکٹر بننے پر ایک خاتون کو مریضوں کے لواحقین سے مدد ملنے کی اس قدر ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے لیے طبعی مریضوں سے بات چیت پر قدرتی لگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب اس کے پیش نظر اگر ہم خواتین کو ڈاکٹر بننے سے روکتے ہیں تو پھر میں کہنے لگوں گی کہ خواتین کے ہر مریض کے علاج کے

یہ مرد کڑوں کی خدمت کی ضرورت پڑے گی اور بالآخر اس وقت تک رہے گا
 کے مطابق تو اس سے بھی زیادہ محبوب کیا جائے گا۔

جواب: حال آپ مجھے بتائیں کہ اس معاشرتی اور تعلیمی الجھن کا اسلوب نکالتا
 کیا بعدی کرتے ہوئے کیا حل ہے ؟

جواب :-

آپ کا ردِ مبالغہ شدہ کے معاملے میں آپ نے جو اچھے بیان
 کیے ہیں وہ اپنی جگہ درست ہی ہیں، اس کا حل کنٹشپ کے سوا اور
 کیا ہے ؟ ظاہر ہے کہ جن تعلیم کے ساتھ رفیق زندگی بنائے سے پہلے لڑکا
 اور لڑکے کو ایک دوسرے کے اوصاف، مزاج، عادات، اخلاق اور
 لائق و ذہین سے واقف ہونے کی ضرورت آپ محسوس کرتے ہیں، انہیں
 تعلیم و تربیت اور چارہ فہم میں، اور وہ بھی درشتہ و سادہ کا موجودگی
 میں حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کے لیے بیسیوں ایک دوسرے کے ساتھ
 تہائی میں استقامت کرنا، سیر تفریح، سفر میں ایک دوسرے کے ساتھ
 رہنا اور بے خوف و وحشی کی حد تک تعلقات پیدا ہونا ناگزیر ہے۔ کیا واقعی
 آپ یہی چاہتے ہیں کہ جو وہی لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان اس اختلاف
 کے مواقع پر پہنچے نہ ہوں۔ آپ کے خیال میں وہ جو وہی لڑکوں اور لڑکیوں کے
 اندر ان معصوم نفسوں کا کافی حد تک سبکی ہو گا جو لڑکی کی زندگی کے ساتھ سرت
 رفیق زندگی کی تلاش میں انھیں تحقیقاتی و جدوجہد کا کام کریں گے اور اس دوران میں شادی
 ہونے تک اس لیے جذبہ و انتخاب کو قائل نہ کریں گے جو خصوصیت کے

ساتھ فوجوالی کی حالت میں صورت احمد و ایک دوسرے کے لیے اپنے اندر لگتے
 ہیں ؟ بحث ہلے بہت اگر آپ دن چاہتے ہیں تو آپ کو دنا پڑے گا کہ
 شاید بدترین فیصدی سے زیادہ ایسے لوگوں کا واسطہ پڑی گا جس میں نکلے گا ۔
 اسی اس امتحانی زندگی میں فطرت کے تقاضے سے کر پٹے ہوں گے اور وہ
 بدترین فیصدی جو اس سے بچا نہیں گئے وہ بھی اس شبہ سے بچا نہیں گئے کہ
 شاید وہ باہم بحث ہو چکے ہوں ۔

پھر کیا یہ فیصدی ہے کہ ہر لڑکے کا انداز کی جو اس تلاش و تحقیق کے لیے
 باہم بحث کر رہے ہیں وہ لڑکے ایک دوسرے کو فاقہ کے لیے غلبہ کر رہے ہیں ؟
 ہر بحث ہے کہ ۱۰ فیصدی لڑکیوں کا نتیجہ نکاح کی صورت میں یہ آدہ ہو ۔ ۵ فیصدی
 یا کم از ۵ فیصدی کو دوسرے فیصدی کے لیے کی ضرورت لاحق ہوگی ۔ اس
 صورت میں ان " تعلقات " کی کیا پڑائیں ہوگی جو دوسری چیز میں آنکھ نکاح
 کا امید پیدا ہو گئے تھے اور ان شہادت کے کی اثرات ہوں گے جو تعلقات
 زہم لے کے اور جو ان کے متعلق معاشرے میں پیدا ہو جائیں گے ؟

پھر آپ بھی انہیں لے کر لڑکے اور لڑکیوں کے لیے ان مواقع کے حوالہ
 کھینچنے کے لیے انتخاب کا میدان نکالنا بہت وسیع ہو جائے گا ۔ ایک ایک
 لڑکے کے لیے صرف ایک ہی ایک لڑکی کا مطمح نظر ہوگی جس پر وہ اپنی نگاہ
 انتخاب مرکوز کرے تحقیق و امتحان کے مراحل طے کرے گا اور اسی فیصلہ اساس
 لڑکیوں میں سے بھی ہر ایک کے لیے ایک ہی ایک لڑکا نکالنا مشکل شوہر کی
 حیثیت سے نہ پڑتا تھا نہ ہوگا ۔ بجز شادی کی منشی میں ہر طرف ایک جانب

فکروں موجود ہوگا جو اتنی ہی مواصل سے گزرتے ہوئے ہر شخص کے اندر ہر لڑکی کے سامنے بہتر انتخاب کے امکانات پیش کرتا رہے گا۔ اس وجہ سے اس امر کے امکانات بے حد کم ہوتے جائیں گے کہ ابتداً محدود لڑکیاں دیکھ کر سے کہ انہیں حقائق شروع کریں وہ آفریقہ تک پہنچیں اس کا انہیں کوئی نہیں اندازہ ہوگا۔

اس کے علاوہ تو ایک فطری اثر ہے کہ شادی سے پہلے لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کے ساتھ محدوداتی طرز کا کوٹ شپ کرتے ہیں اس میں بظاہر ایک دورے کو اپنی زندگی کے دشمن پیو پی دیکھتے ہیں۔ بیٹیوں کی حالتوں اور اپنی مادی کے اور دونوں کے کڑھ پیو ایک دوسرے کے سامنے چھٹا طرح نہیں آتے۔ اس معاملہ میں شہوان خواہش اتنی بڑھ چکی ہوئی ہے کہ وہ جلدی سے شادی کر لینا چاہتے ہیں اور اس غرض کے لیے دونوں ایک دوسرے سے ایسے ایسے پیرایہ و قباغہ دیتے ہیں، اتنی بہت اور گروہی کا اظہار کرتے ہیں کہ شادی کے بعد حالت کی زندگی میں وہ عاشق و معشوق کے اس پارٹ کو دوبارہ ہر ایک کی طرح نہیں بنا سکتے یہاں تک کہ جلدی ہی ایک دوسرے سے دوسرے ہو کر حقائق کی لڑت آجاتی ہے۔ یہ ایک دونوں ہی توقعات کو چھوڑ نہیں کر سکتے جو عشق و محبت کے نام میں انہوں نے باہم ختم کی تھیں اور دونوں کے سامنے ایک دوسرے کے وہ کڑھ پیو آجاتے ہیں جو محبت کی زندگی ہی میں ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ عشق و محبت کے نام میں کبھی نہیں کھتے۔

اب آپ ان پھولوں پر ہی غور کر کے دیکھ لیں۔ پھر آپ سالوں کے
موجودہ طریقے کی سرحد پر تباہیوں اور اس کثرتِ شب کے طریقے کی تباہیوں
کے درمیان موازنہ کر کے خود فیصلہ کریں کہ آپ کو ان دونوں میں سے کونسی
تباہیوں زیادہ قابلِ قبول نظر آتی ہیں۔ اگر اس کے بعد بھی آپ کثرتِ شب
ہی کو زیادہ قابلِ قبول سمجھتے ہیں تو مجھ سے بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ
کو خود فیصلہ کرنا چاہیئے کہ اس اسلام کے ساتھ آپ اپنا تعلق رکھنا چاہتے
ہیں یا نہیں جو اس راستے پر جانے کی اجازت دینے کے لیے تلخ یاد دہانی
ہے۔ یہ کام آپ کو کرنا ہو تو کوئی دوسرا سا شروع کاٹی کریں۔ اسلام سے سب سے
واقفیت بھی آپ کو ہوتا ہے کہ اسے کافی ہے کہ اس دین کی حدود میں
"کامیاب شدنی کاروں کو استعمال کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے چھ آپ
ہمارا کرنا چاہتے ہیں۔"

عورتوں کی تعلیم کے متعلق آپ نے میں مشکلات کا ذکر کیا ہے ان کے
اور میں میں بھی کوئی راستہ قائم کرنے سے پہلے آپ اس بات کو سمجھ لیں کہ
فطرت نے عورت اور مرد کے دائرہ کار الگ رکھے ہیں۔ اپنے دائرہ کار
کے فرائض انجام دینے کے لیے عورت کو جس بہتر تعلیم کی ضرورت
ہے وہ اسے مرد ملنی چاہیئے اور اسلام کی حدود میں وہ پوری طرح دی جا سکتی
ہے۔ اسی طرح عورت کے لیے ایسی علمی و ذہنی ترقی بھی ان حدود کے اندر
رہتے ہوئے ممکن ہے جو عورت کو اپنے دائرہ کار کے فرائض انجام دیتے
ہونے کا عمل ہو سکتی ہے۔ اس معاملہ میں کوئی انتظامات ذکر نامہ لوگوں کی

کتاب ہی ہے نہ کہ اسلام کی۔ لیکن وہ تعلیم جو روئے کار کے لئے محدث کو تیار کرے محدث ہی کے لئے نہیں بلکہ یہی اہل ثنیت کے لئے تیار کن ہے۔ اعدائے کی کوئی گناہ نش اسلام میں نہیں ہے۔ اس مسئلے پر تفصیل بحث کے لئے آپ میری کتاب ”پردہ“ کو فریاد ملاحظہ فرمائیں۔

(ترجمہ القرآن جلد ۵ - عدد ۴ - جنوری ۱۹۶۱ء)

لفظ نکاح کا اصل مفہوم

سوال :-

ترجمہ القرآن بہت دور چلے گا۔ میں تعلیم القرآن کے وقت آپ سے جو احکام مستنبط فرائے ہیں ان میں سے پہلے ہی مسئلہ میں آپ سے یہی فرمایا ہے کہ ”قرآن نکاح کا لفظ بول کر صرف عقد اور نیت ہے“ یا قرآن اسے اصطلاحاً ”صرف عقد کے لئے استعمال کرتا ہے“۔ یہ تاہم کچھ نہ صرف، کہ ہر سے ان کے لفظ لفظی معنی یعنی حقیقہ کے نزدیک ناقابل تعلیم ہے بلکہ جوہر اہل تفسیر کی تحریکات کے بھی منافی ہے۔ تمہارے کہ ایک ایسی بات جس کے حق میں شاید ہی کسی نے ملنے دی ہو آپ نے تاہم کچھ کے لئے یہ بیان فرمادیا ہے۔

یہ ایک لمبی بحث ہے کہ لغت کے اقتدار سے تاج کے معنی کیا ہیں اور لغت میں اس امر پر بہت کچھ اختلاف ہوا ہے کہ عربی زبان میں تاج کے اصل معنی کیا ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ لفظ وطن اور عقد کے درمیان لغتی مشترک ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ان دونوں میں مشترک ہے۔ تیسرا گروہ کہتا ہے کہ اس کے اصل معنی عقد شریعت کے ہیں اور وطن کے لیے اور عقد کے لیے ایسا استعمال کیا جاتا ہے۔ چوتھا گروہ کہتا ہے کہ اس کے اصل معنی وطن کے ہیں اور عقد کے لیے ایسا استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن راجب اصطفائی نے ہمارے نذر کے ساتھ دھڑلے دھڑلے کیا ہے کہ "تاج" کے اصل معنی عقد کے ہیں۔ پھر یہ لفظ مستندۃً بجماع کے لیے استعمال کیا گیا ہے "اور امت کمال ہے کہ اس کے اصل معنی جماع کے ہیں اور مستندۃً کے طور پر اسے عقد کے لیے استعمال کیا گیا ہے" اس کی دلیل وہ ہے کہ سب سے پہلے الفاظ میں جماع کے لیے عربی زبان میں دوسرا کس دوسری زبان میں حقیقتاً وضع کیے گئے ہیں وہ سب لٹریچر میں۔ کوئی شریف کسی کسی ہندوستان میں ان کو زبان پر لانا بھی پسند نہیں کرتا۔ اب اگرچہ کہیں کہیں ہے کہ جو لفظ حقیقتاً اس اصل کے لیے وضع کیا گیا ہو اسے کوئی معاشور شاہی بیاد کے لیے ایسا مستندۃً کے طور پر استعمال کرے اس معنی کو اور کرنے کے لیے تو دنیا کھرباں میں ہندوستان الفاظ ہی استعمال کئے گئے ہیں نہ لٹریچر۔

معاذ انعام! انھوں نے اسے ظاہر کرتے ہیں کہ لفظ حقیقتاً وطن کے لیے

اور لہذا عقد کے لیے استعمل ہوتا ہے۔ لیکن اختلافات کی شقوق علیہ داسے نہیں ہے۔ بعض شراعی حنفیہ اس عقد کو دلی اور عقد کے درمیان مشترک مبنیٰ بھی قرار دیتے ہیں۔ ہر طرح کی شرعی قرینت قرآن کے خلاف ہے کہ ”جو عقد بطلید عقد التمتع تصدًا“ ۱۔ ”عقد وضم التملک منافع البضام“ ۲۔

میرے نزدیک قرآن و سنت میں خروج ایک اصطلاحی عقد ہے جس سے مراد قرآن و سنت و دین کا ہے اور جب یہ عقد اصطلاحاً استعمال ہوتا تو اس سے مراد حنفی یا حاکم کا ہونا یا کوئی قریضہ اس بات پر رجحان رکھتا ہے کہ یہیں مراد بعض دلی یا عقد بیع عمومی ہے۔ یہی دلی یا عقد تو اس کے لیے عقد بیع کے استعمال کا مراد لغت میں تو ہو سکتا ہے لیکن قرآن و سنت میں اس کی کوئی مثال میرے علم میں نہیں ہے۔ کتب کے علم میں جو کو پیش فرمائی۔

ابن کے جواب میں سائل نے عقد کی بعض کتابوں کے متعلق مہارتیں

نقل کئے تھیں۔ اس پر ان کو حسب ذیل جواب دیا۔ (م)

انہوں نے کہ کسی شخص نے ہذا اور طویل کتب کی کثرت مجھے میسر نہیں ہے ۳۔ ام ایضاً ایک راوی نے کہا کہ وضاحت کے لئے دیا ہوں۔ اس کے بعد بھی ایضاً یہ ہوا تو ملاحظہ نہیں کیا۔ ایضاً لکھنے پر قائم نہ تھے ہیں اور میں اپنی داسے ہے۔

خروج سے مراد عقد اصولی اور عقد کفنی میں کو کوئی اختلاف نہیں ہے

اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ آیا اس سے مراد دلی یا غیر عقد بھی لیا جاسکتا ہے؟ اس چیز کے متعلق مجھے تاثر ہے۔ کیونکہ شرفاً اس کے لیے ذرا اور ملاحظہ فرمائی اور استعمل ہونے کے لیے اس میں قبیح فعل ہے فقہاء خروج کا اطلاق جائز نہیں

کرنے کے لیے ان دونوں سے زیادہ قوی دونوں کی ضرورت ہے جو آپ نے نقل فرمائے ہیں۔

۱۔ استدلال عقلی تسلیم نہیں ہے کہ خروج کا منکر اصل فعل مباشرت کے لیے وضع ہوا تھا اور پھر یہاں عقیدہ کے لیے استدلال کیا جائے گا۔ اصل مباشرت کے لیے دنیا کی زبان میں بھی کوئی لفظ وضع ہوا ہے (یعنی جو استدلال و کلام کا حیثیت نہیں رکھتا بلکہ مراحض اسی فعل کے لیے موزوں ہے) اور قیاس (ذبیح) ہے اور کسی زبان میں بھی اس کو عقیدہ کے لیے یہاں استدلال نہیں کیا گیا ہے۔ استدلال زبان میں اس فعل کے لیے جو لفظ متصل ہے اسے آخر کو ان ٹکسوں سے کہنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔

خود آپ کے پیش کردہ حوالوں سے بھی بات ثابت ہے کہ لفظ کلام کے اصل معنی غم کے ہیں۔ اس کی بات اسنے کے لائن سے کہ لفظ اصل لفظ فعل مباشرت کے لیے وضع کیا اس کے عقیدہ پرانہ ہو (وضع ہوا تھا) یا شہیدیں مثالیں انتہائی قوی ہیں جن میں لفظ نفس مباشرت کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس لفظ کا اصل مفہوم مباشرت ہے اور عقیدہ کے لیے یہاں استدلال کیا گیا ہے۔

قرآن اور حدیث سے جو مثالیں آپ نے دی ہیں ان پر آپ خود کہیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کی مدد سے قرآن و حدیث ہو۔ مثلاً میں دنا سے مرستہ صحابہ پر کافران ہیں۔ مگر میرے نزدیک قرآن کی کثرت و لا تنکروا ما نزلنا اہل کتب کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جن

عورتوں سے تہذیب و ادب نہ کر چکا ہو ان سے تمیز نہ کرو اور نہ عقد و بکری
 اس کا مطلب یہ لیتا ہوں کہ میں عورتوں سے آپ کا بیچارہ ہو چکا ہو " ان سے
 اور ظلم کا علاج نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس سے بالیقین حکم کی تکلیف کہ آپ سے
 جس محبت کا بھی شہوانی تعلق کسی طرح ہو گیا ہے وہ بیٹھے پر عزم ہے اور بیٹھے
 کا تعلق جس محبت سے ہو گیا ہے وہ آپ پر عزم ہے۔ " فتح الیوم معلوم
 میں یوں نہیں بھی سمجھتا ہوں کہ حضورؐ نے استعدہ کی زبان میں استنہاد پدید کر کے
 والے کو ایسے شخص سے تشبیہ دی ہے جو اپنے ہی اہل قہر سے بڑا کدو ہے۔
 ایسی ہی تاویل دوسرے نگاروں کی بھی کی جا سکتی ہے۔

(ترجمہ انوار الہدیہ ج ۲ ص ۵۰۷ - ۵۰۸ - ۵۰۹)

عورت کی محبت و محبت کا مستقبل

سوال :-

درنگ فرید اکرچی، ایک شگ اور مانی خدمت ہے۔ اس میں
 انگلستان کی حالتِ علاقہ کے ایک مانتیج سرپرست و گلشن نے
 ایک گل پر ہی کی خصوصیات دی ہیں اس کتاب کا ترجمہ ہے۔
 وہیں کچھ ایک حالتِ علاقہ کے مانتیج سرپرست و گلشن نے
 اپنے ایک فیروز ایک گل پر ہی کی خصوصیات لکائی ہیں۔

کا تحصیل ہے۔

سوی کشل، مخدے، بہت، زم خرن، شلفت، طوٹا
 الطوری، حذہ، تھادی، میر و تھل، خود و لکر، بے غرض، خندہ و روٹ
 و شہر، کام کی گلن اند و نادرے۔

سربہرٹ نے اپنے فہم میں کہا ہے کہ تمام خصوصیات ان
 کی حد میں ہی ہیں جو وہ تھیں جس سے انہوں نے گت ^{۱۹۴۵} مشہور
 ہوا پانچویں سری کے انتقال کے بعد شادی کی تھی۔ سربہرٹ جنہوں
 نے اپنے حالات میں سیکڑوں کام شادیوں کو طبع کیا ہے ۱۹۶۱ء
 کی طرف سے خودی مشہور و گت پائے گئے۔

اس کتاب سے واضح ہوتا ہے کہ سربہرٹ ہرٹ نے صفت ۱
 پا کر انی جیسی طری کر ان چور، کاتی قبرست، میرے نام بھی داخل کرنا
 غرضی نہیں کیا۔ گویا اب پا کر انی کا شہر عورت کی غریبوں میں نہیں
 کیا جاتا۔ میرے کہنے سے تو میری کہ ایک عورت پا کر انی کے بل کر
 طرح خودی کے دائرہ مکتی ہے ؟

جواب :۔

آپ کا عزت، سرج میں کے ساتھ آپ نے انکسٹی کی ایک عادت
 عادت کے جی کی دستیت، بریل کی ہے اس کے اس پر اظہار خیال کی دعوت
 دی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اہل غریب کے ہاں سے یہ قریب اب قریب قریب
 غریبی ہو چکا ہے کہ پا کر انی بھی عورت کی غریبوں میں سے ایک غریب ہے۔

اصطلاح مریدان کا لازمی نتیجہ تھا کہ ان کے ہاں ہر کسی پر مہی گئی یہاں تک
 کہ معاشرے کو اب اس کے دواچہام سے بے غائب کو انوس کرنا پڑا ۔
 اب وہاں کوئی شخص بھی توقع نہیں رکھتا کہ شادی کے بعد اسے یہی کوئی
 ملے گی اور شادی کے بعد ہی وہ باجفت اور وفادار رہے گا۔ وہاں ہر
 باعوم کو رشتہ شب کے بعد ان میں خود اپنی ہونے والی یہی سے نہ کر چکا
 ہوتا ہے اور اکثر شادی ہی اس وقت ہوتی ہے جب شک و دھوکہ ہوتا ہے۔
 اس حالت میں اگر آپ کو قریبی کیے کر سکتے ہیں کہ ان کے ہاں اب تک
 پا کر اپنی محبت کی ایک اور صفت اور یہی کی ایک اور خوبی بھی جاتی ہے۔
 میں کہتا ہوں کہ ان کا کیا ذکر ہے۔ ہمارے مگر انہوں اور قریبی ہوتا ہے
 کے لوگوں کی بدولت اب میں دیکھتا ہوں ہمارے ہاں اصطلاح مریدانہ
 بڑھ رہا ہے اور ظانان خصوص ہندی کے نام سے خط و صوت کے طریقوں
 کو جس طرح عام کیا جا رہا ہے اس کو دیکھتے ہوئے خود ہمارے ہاں ہی جانت
 پیدا ہوتے نظر آتے ہیں۔ خدا ان لوگوں کو یا تو ہدایت دے یا پھر ہادی
 قوم کو ان سے نجات دے جو خود بگڑے ہیں اور ہادی قوم کو بگاڑ دینے
 بدستے ہوئے ہیں۔

(ترجمان القرآن جلد ۸، صفحہ ۱۵۷، شمارہ ۱۹۷۷ء)

بیوی اور والدین کے حقوق

سوال :-

میں نے آپ کی کتاب پڑھی ہے، میں سمجھ نہیں کہ بیعت سی
گر میں کھن گئی ہے۔ لیکن ایک چیز جو پہلے مجھے علم میں نہ تھی وہ اب
مجھے معلوم ہے وہ یہ ہے کہ اس طرح جہاں عہد توں کا مدد کالی بلند
کیا ہے 'وہاں بیعت بیوی کے بعد بعد ہی اس کو اختیار بھی کر دیا
ہے۔ لہذا اس بات میں سو کھوں کا جھگڑا کر دیا ہے، حالانکہ
تعدت نے عہد کی غلطی میں خود بھی رکھا ہے۔ اسی طرح جہاں
بیوی کو شوہر کے قبضہ اختیار میں رکھا گیا ہے 'وہاں شوہر کو اپنے
والدین کے قبضہ اختیار میں کر دیا ہے۔ اسی طرح شوہر والدین کے
کچھ پر بیوی کی ایک جائز خواہش کر لگی یا مان کر عطا ہے۔ لہذا
میں بظاہر بیوی کا حیثیت چار پیسے کی گڑا سے زیادہ اعلیٰ نہیں آتی۔
میں ایک عہد میں اور تعدتی عہد پر عہد کے جذبات کی ترقی
کر رہی ہوں۔ آپ نے کم اس دور سے میری تشنگی فرمائی۔

جواب :-

آپ نے دو دعوے کی بنا پر یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ عہد کی پوزیشن
خارجی زندگی میں فروتر رہ گئی ہے۔ ایک کہ مرد کو چار چار شادیاں کرنے
کی اجازت ہے دوسرے کہ شوہر کو والدین کا تابع رکھا گیا ہے جس کی وجہ سے

ہم وقت وہ اپنی جی کے جذبات اور اس کی خواہشات کو دلچسپی کی رضا
 پر قربان کر دیتا ہے۔ اس وجہ سے پہلی درجہ پر مگر آپ خود کری تو یہ
 بات بہت آسانی کے ساتھ آپ کی کمر میں آسکتی ہے کہ صحت کے لیے
 تین سو کنوں کا برداشت کرنا جتنا تکلیف دہ ہے اس سے چند جہانیاں ۵
 تکلیف دہ چیز اس کے لیے ہوتی ہے کہ اس کے شوہر کی کئی کئی عیوب باطنی اور
 ناشائستہ ہوں۔ اسلام نے اسی کو روکنے کے لیے ہر کو ایک سے زیادہ نکاح
 کرنے کی اجازت دی ہے۔ ایک مرد، چار تعلقات میں جتا ہے تاکہ ہر
 عورت سے شادیوں پر چالے میں اتنا نہیں ہوتا۔ کچھ شادی کی صحت میں مرد
 کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوتا ہے اور طرح طرح کی ٹیپیدگیوں سے اسے
 ساتھ پیش آتا ہے۔ یہ دراصل عورتوں ہی کے غلطی کے لیے ایک دوک
 تمام ہے ذکر عروں کے لیے سہ چار عایت۔ دوسرے طریقے کا تجربہ ابکل
 مغرب کی سوسائٹی کر رہی ہے وہیں ایک طرف تو چار سو کنوں کا سد باب کر دیا
 گیا ہے لیکن دوسری طرف، چار سو کنوں سے صحت کو بچانے کا کوئی انتظام کیا
 کے موا نہیں کیا گیا کہ وہ انہیں برداشت نہ کر سکے تو شوہر سے طلاق حاصل کرنے
 کے لیے عزت میں ناخن کر دے۔ کیا آپ کہتی ہیں کہ اس سے صحت کی بحیثیت
 کچھ کم ہو گیا ہے؟ چھڑی چٹناک صحت تو شاید سوئی سے بچنے کے لیے طلاق
 کو آسان کر دے مگر کیا بچوں والی صحت کے لیے بھی یہ فائدہ آتا ہے؟

دوسری چیز شکاریت کا اظہار آپ نے کیا ہے اس کا تعریف بجا ہے۔ سچ کہ
 کوئی آپ ابھی تک صاحب اور نہیں ہیں؟ یا اگر میں تو آپ کے کھوٹے کی

ابھی شادی نہیں ہوئی ہے۔ آپ اس خاص معاملے کو ابھی تک عین پہلے کے نقطہ نظر سے دیکھ رہی ہیں۔ جب آپ اپنے گھر میں خود پہلے کائیں گی اس کا اس معاملے پہلے کی حیثیت سے غور کریں گی تو یہ مسئلہ ابھی طرح آپ کی نگاہ میں آجائے گا کہ بچی کے حقوق کتنے ہونے چاہیے اس کا آپ کے کتنے بچے اس وقت شاید آپ خود انہی حقوق کی طالب ہوں گی جن پر آج آپ کو اعتراض ہے۔

(ترجمان القرآن ریچ الفولڈ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ نومبر ۱۹۵۶ء)

قرآن میں زنانہ کی سزا

سوال :-

آپ نے بیرونہ مضمون "قرآن میں عہد کی سزا" پر علامہ بنوری فرمایا ہے اس کے لیے شکریہ۔ اب دوسرا کالم "مضمون" قرآن میں عہد کی سزا کے مضمون سے بھی مدد دیں۔ میری استدعا ہے کہ آپ اس پر بھی علامہ بنوری لکھیں، اگر خود لکھنے پر ناگوار ہے تو جناب کی طرف سے تمثیل لکھ کر جناب سے بھیج دیں۔

ہوں سرسری طور پر اس قصہ گزارشی کہ ضروری ہے کہ آپ نے میری اس تقریر کے بارے میں غلط فہمی نہیں لرائی کہ قرآن نے جو مسئلہ بیان کیا ہے وہ وہاں سے نہ لیا گیا ہے، اس کے لیے کہ سزا ہی

کی قوتِ تیرجی پر منحصر ہے۔ لہذا اس واسطے میں کہ قرآن کو دنیا میں کسی قوم کی سزا جرم کو آخرت کی سزا سے محفوظ رکھتی ہے۔

نوٹ : مفسر کے لئے یہاں مضمون کے چند جہی

اتحادات ملاحظہ فرمائیے، تاکہ ان کی روشنی میں جواب کو

درجہ جاسکے۔

”ہم اپنے مضمون (قرآن میں جہم کے سزا) میں تھک چکے ہیں کہ سزا

سے براہِ سزا کے تمام عداک و رنگ ہیں، خواہ وہ طوطی ہو یا خاک“

اور خود صورت اگرچہ رہے تو وہ شک و ساقی میں بھی داخل ہے اور

سزا میں ہے۔ یہاں بھی (آیت الزانیہ، الزانی میں) وہی کیفیت

ہے۔ زانیہ میں بعضیوں کے تمام عداک و رنگ شامل ہیں، خواہ وہ دال

ہوں، دالہ ہوں، یا پیغام رساں ہوں، یا زانیوں کے بے استیاضی جرم

کرنے والے، یا ان کے مضمون ہوں، وغیرہ وغیرہ۔

”پھر کہ سزا کو بیان کرتے ہوئے ”سزا“ کو سزا کے بعد لایا گیا

تھا، آخر کو لے لیا، ہونی چاہیے کہ یہاں ذانیہ کو زانی سے پہلے لایا گیا۔

نہیں جو کہ سزا جو ہے وہ ہے کہ سزا کے جرم میں ذانیہ جہم ہے

ہے اور اس کے عداک و رنگ ہیں۔ گزشتہ کی صورت میں ان کے عداک

(یعنی زانیہ، زانی سے متعلق ہیں) کیا وہ ان کی عداک اور نہ سزا کے

بغیر فعلِ ذنا واقع ہی نہیں ہو سکتا“ اس واسطے اسے پہلے لایا گیا۔

”قرآن نے ان کے عداک و رنگ بیان کیے، ایک کے ذانیوں کو، اور ان کے

دوسرے جانیں اللہ دوسری یہ کہ ان کا مقابلہ دوسرے آیت الزانی
 لا یسکون الا زانیۃ) کر دیا جائے۔ یعنی ان کو مومنین کی جماعت
 سے علیحدہ کر کے یہ اجانت لڑی جائے کہ وہ قرآن کے ظہر مومنین کے
 اعتقاد کا ج کریں۔۔۔۔۔ قرآن میں درج احکام کی سنت سے اس کا شرک کے
 ساتھ کلام جائز نہیں اور یہاں اس کے خلاف ہے۔ جو اس کا جواب
 یہ ہے کہ یہاں شرک اور شرک اپنے لغوی معنی میں استعمال ہونے ہیں
 یعنی شرک وہ سمجھت ہے جہاں اپنے خداوند کے ساتھ کسی دوسرے کو حظ
 اٹھانے کی شرکت کی گئی۔ اور شرک وہ ہے جہاں اپنے ہی کسی کے ساتھ
 کسی لبر سمجھت کو حظ حاصل کرنے کی شرکت کی گئی۔۔۔۔۔

پہلے مذاہب شرک کے معنی میں فرق ہے۔ شرک قہر و دانا ہے
 اور دانا یہ وہ مرد یا عورت ہے جو فعل نہ، جس کسی دوسرے کی حد
 کرے۔ اپنے آپ کو مخلوق بنانے سے یا کسی دوسری طرح۔ اسی طرح دانا
 اور شرک میں فرق ہے۔ دانا عام ہے، خواہ اس کی جڑی ہو یا نہ ہو اور
 شرک دانا ہے جس کی جڑی ہو۔۔۔۔۔ جو علم صاحبان جانتے
 اس قول کو نہیں، اتنے دانا کے لیے صرف ایک ہی سزا تجویز کی
 گئی، یعنی تلو کوٹ ہے۔ دوسری سزا تھا قتل ان کے دل کوئی سزا ہونے
 لگی۔۔۔۔۔ پھر ہے کہ تلو کوٹ ہے انہی سزا ہے۔ ہم نے اپنے
 معنی (قرآن میں جہد کا سزا) کے اعتقاد کا تھا کہ جہد کی سزا تلو کوٹ
 انہی سزا ہے، کہے کہ سزا جہد کی تلو کوٹ ہے۔۔۔۔۔

کسی صورت میں حد سے رہی نہیں ہو سکتی مگر چھوٹے کے حد سے
نہی ہو سکتا ہے البتہ ایک تاحی قبول کر لے ؟

جواب :۔

عنایت نامہ مع مضمون ” قرآن میں خدا کی منزل ” پینچا . آپ کے پیچھے مضمون
اور اس دوسرے مضمون کو بغور پڑھنے کے بعد میں اس میں پینچا ہوں (واحد
میری اس الجواب دے رہا ہوں کہ آپ کو یاد نہیں کہ آپ آیات قرآن کی تاویل و تفسیر اور
احکام شریعت کی تشریح میں وہ احتیاط ملحوظ نہیں رکھتے جو ایک خدا ترس آدمی کو
ملنا چاہیے . اگر آپ میری نصیحت نہیں تو میں دوسری الجواب دھوں گے
آپ کو بتا دوں . ایک یہ کہ آپ الجواب دے رہے تقریبات قائم کر کے قرآن و سنت
سے جو تعلیم ملے اس کے مطابق تقریبات قائم کیا کریں . دوسرے یہ کہ قرآن و سنت
سے کچھ ملنے کا احتیاط کہ سنت و حدیث کے انتہائی کفریہ و بدعتیہ کی تقریبات
کو سرے سے نظر انداز کر دیا کریں . آپ کا اعتقاد ہے کہ ان میں سے ایک کی
دائے کو چھوڑ کر دوسرے کی دائے قبول کر لیں . لیکن ان میں سے کسی ایک کا آپ
کے ساتھ رہنا اس سے بہتر ہے کہ آپ کے سب سے اگلی مشغول مذہب بتا دیں
تقریباً صوفی اس صورت میں جائز ہو سکتا ہے جبکہ آپ قرآن و سنت کے گہرے
مطالعہ سے اعلیٰ حد سے کی تفہیم و حیرت . ہم پینچا چکے ہوں . (میں کی عداوت
آپ کی طرف دل میں ہے تقریباً باتیں) اور میں ملے میں بھی آپ اپنی مشغول
دائے نظر کریں اس میں آپ کے دلائل نہایت مضبوط ہوں . ان دلائل
کو اگر آپ ملنا دیکھیں گے تو مجھے امید ہے کہ اس طرح کی تعلیم سے ملحوظ

مافقہ جدید (معلقہ) سے ہر ایک کو سزا گشتہ اندہ۔ لیکن آپ نے اس پر بھی اپنی دوائے کو قرآن کے مطابق ہونے کے بجائے قرآن کے علم کو اپنی دوائے کے مطابق ہونے کی کوشش فرمائی۔ یہ جیسا کہ خدا تعالیٰ ہے جس سے ہر چیز واجب تھا۔

(۳) مشرک اور مشرک کے جو معنی آپ نے دیے ہیں وہی مشرک و عورت ہے جو اپنے خاوند کے ساتھ مرد کے کو عطا ہونے میں شریک کرے اور مشرک وہ مرد ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر عورت کو عطا حاصل کرنے میں شریک کرے، یہ بالکل ایک آزاد و معنی آفرینی ہے جس کے لیے ذلت میں کوئی بنیاد نہ ہوتی ہے، نہ اصطلاح میں، نہ کوئی قرآن مجید میں موجود ہے جس کی بنا پر ایسے حدائق اس دو گمان معنی کے جائز ہیں۔ آیت **الَّذِينَ لَا يَشْكُرُوا إِلَّا لِإِيتِئَاتِهِمْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ لَوَسَّطَ بَيْنَهُمُ...** (۱) میں لا شکریہ سے مراد لا ملحق بہ ان شکریہ ہے۔ یعنی ذاتی ایک ایسا بدکار ہے کہ وہ کسی عظیم امور سے شکر کرنے کے لائق نہیں ہے، اس کے لیے اگر عطا ہو سکتی ہے تو ایک بدکار یا مشرک محض ہی ہو سکتی ہے، اعتدال یہ ایک ایسی فاسق و فاجر ہے کہ وہ کسی عصمت مومن کے لیے موندی نہیں ہے، نہ اگر کفر کے لائق ہے تو ایک بدکار یا مشرک مرد کے لیے ہو سکتی ہے۔ اس سے مقصود فعل یہ کہ تھا عصمت و شہادت واضح کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ اصل اپنی ایمان کو معرفت بالحق موندی اور عورتوں سے مناکحت کے تعلقات نہ قائم کرنے چاہئیں۔

(۴) یہ ایک عجیب بات میں نے دیکھی کہ آپ خود تسلیم فرما رہے ہیں کہ خلفائے اربعہ اصول اللہ معلوم کئے نہ گئے، انتہائی حالتوں میں، زمانی اقصیٰ کی آپ تعریض نہیں کرتے، البتہ کہ رجم کی سزا دی ہے مگر پھر بھی آپ یہ کہتے ہیں، مائل نہیں کرتے کہ ”رجم آج کل کے تقاضے کے خلاف ہے اور کوئی انسانی طبیعت رجم کو گوارا نہیں کر سکتی“۔ میں کہتا ہوں کہ اپنے ان الفاظ پر آپ خود اگر کسی عہدہ کیسے گئے تو آپ کو دامت السوس ہوگی، کیا کوئی انسانی طبیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ پاکیزہ اور عظیم و شائق ہو سکتی ہے؟ اور کیا ہم مسلمانوں کے لیے آج کل کا مذہب راجع بہ وہاں تقاضا، کوئی مسیحا برحق ہے؟

یہ چند موضوعات میں صورت اس لیے پیش کر رہا ہوں کہ آپ کے خود لکھ کو اپنے مخالفین پر تنقید کی دعوت دی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ جب آغا ثناء دہلوی کہتے ہیں کہ تنقید کی خود دعوت دیتے ہیں تو آپ خود میری ان باتوں کو ٹھنڈے دل سے پڑھیں گے اور اگر حق معلوم ہوں گا تو قبول کریں گے۔

(ترجمان القرآن، ربیع الاول، ۱۳۴۲ھ، جلد ۱، صفحہ ۲۵۱)

دارالاسلام اور دارالکفر کے مسلمانوں میں وراثت و مناکحت کے تقاضا

سوال ۱۱۔

اللہ رب العالمین کے واسطے سے ایک آیت قرآن مجید میں
 اَمْسُوا وَكُلُوا يُحْيَا وَكُلُوا اَمْسُوا مِنْ قَوْلِ كَاتِبِيهِمْ
 بشری الا کفر سے گزری۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے آپ
 نے فرمایا ہے کہ ”اس آیت میں آزاد گناہوں اور غلام مسلمانوں کو
 نہایت وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے پہلے مائیکہ میں
 ولا یتحد من شیئ مکن بتدایا ہے کہ ”جو مسلمان دارالکفر میں
 رہنا قبول کرے یا رہنے پر مجبور ہوں اس سے دارالاسلام کے مسلمانوں
 کے تمدنی تعلقات نہیں رہ سکتے، نہ انہم رشتہ قائم کر سکتے ہیں
 اور نہ انہیں ایک دوسرے کا جسد و ترکہ جی سکتا ہے؟ اب ہمارے
 ہے کہ ہندوستان پاکستان، دارالکفر اور دارالاسلام کی وحدت
 میں دو ملک وجود میں آگئے ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کی حالت بھی انہر
 من اثنس ہے۔ ان کی ذہنی تئیں لگاؤ کی حد تک بدل چکی ہیں۔ بلکہ
 ان سب لانات سے بے یس پہنچ چکی ہیں ایک اسلام قوم کے لیے
 نڈی ضروری ہیں۔ جتنی سے رہنے پر مجبور ہیں اور بیت سے دل
 کہہ دشن لہذا قبول کیے ہوئے ہیں۔ بعض محرومت کے اپنے
 دیں و مومن کی حفاظت کی خاطر پاکستان چلے گئے ہیں۔ ان میں

اٹھ ایسے ہی جہاز ہیں جن کے وطنی جنگ جھنڈے ہیں۔ دنیا پسند کرتے ہیں اور میرے ہم ملک اس کو جھوٹے پر تیار نہیں مگر اور پاکستانی جہاز آئی ہے اور اب جنگ جھنڈے کی حکومت اختیار کرنے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں۔ انہی حالات حسب ذیل مملکت پیدا ہونے لگی ہے :

- (۱) ایسی حالتیں اولاد، والدین یا کسی اور کشتہ دار کے جوش و ترقی سے شروع ہو رہی ہیں ؟ اگر وہ ان کے اشتعال پہ اپنے حق و طاقت کا دعویٰ کر رہی تو کس حد تک، دعویٰ جائز یا ناجائز ہوگا ؟
- (۲) سورجوں حالات کے پیش نظر کوئی پاکستانی (ہاں ہی واصل باشندہ) جنگ جھنڈے سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں ؟ کسے کی صورت میں تعلقات جائز کیے جائیں گے یا ناجائز ؟

جواب :-

جہاز تک لے کر ہم یہ ترکان کا مشن ہی ہے کہ دلا اسلام اور دارالکفر کے مسئلوں میں عدالت اور شادی بیاہ کے تعلقات نہ ہوں۔ ہم ان جہازوں کا معاملہ جن کے ایسے کشتہ دار دارالکفر میں رہ گئے ہیں جن کے وہ وراثت ہو سکتے ہیں تو ان کے پاس سے میرا خیال تو یہ ہے کہ نہ وہ جنگ جھنڈے میں اپنی میراث پا سکتے ہیں اور دلائل کے جنگ جھنڈے وراثت دار پاکستانیوں میں ان سے میراث پانے کا حق رکھتے ہیں۔ تھوڑے کے بارے میں نہیں، کتنا کم کہ ہجرت کے تھوڑے آپ ہی آپ تو نہیں لوٹ سکتا لیکن اگر تھوڑے میں سے ایک دلا اسلام

میں تحریرت کر آیا ہے۔ احمد دہلوی کی تحریرت پر تنقید ہم تو علالت میں اس فیماں پر دستِ تحریر
دی جا سکتی ہے۔ احمد ایچہ زندہ ہیں کا کلام طبع کیا جا سکتا ہے۔ آئندہ شہری بیاد کا
ملق پاکستانی احمد دہلوی پاکستانی مسلمانوں کے دل میں زندہ رہنا چاہیے۔

درجہ انحراف: شعبان ۱۳۶۰ھ۔ جون ۱۹۴۱ء

کیا بالغ عورت خود اپنا کلام کر لینے کی ہمارے ؟

سوال ..

معاذ اللہ! احداث احمدیہ سے اپنی حدیث کے عربیوں کا چاند احمدیوں
کے منکر میں عام علم پر انکشاف ہوا ہے۔ احداث اس کے قائل ہیں کہ
احمدی حدیث اپنا کلام اولیاء کے ذریعے طبعی زبان کے خواہش کے قائل
قرآن مجید چاہے کر سکتی ہے۔ احمد اس کا چاند اولیاء کو اعتراض کا حق مانتا
نہیں ہے۔ اس کے برعکس اپنی حدیث انکشاف کے کلام کو باطل احمدیہ کا علم
قرآن مجید ہی احمدیہ کہتا ہے کہ کلام اولیاء کی حدیث میں کلام دوسرا
کلام کیا جا سکتا ہے۔ قرآنی کلام اولیاء میں ایک میرے سامنے ہیں
انکشاف میں کہ ہمیں اور احمدیہ ملکت ہوئی کہ اس بارے میں اپنی تحقیق
قرآنی :

جواب ..

اس سوال کے ساتھ سوالیے کے بعد ہی تفصیل کے ساتھ قرآنی کے دلائل ہیں

لوہے میں، اپنا چہرے ہم اس رنگ کی کو یہی نقل کر گئے ہیں :

(۱۱) عَفِیْہُ کَاکْوَیْنِ اَلْحَسْبُ فَاِیَّیْہِ اَیَّاتُ اَصْحٰہِ عٰرِیْہِ سَہِیْہِ :

وَالْاَوَّلِیْنَ یَسُوْقُوْنَ بِسُکْرٍ وَّ اَعِیْذُکُمْ اَلَّذِیْنَ اَجَازَہُمْ یَتَوَقَّعُوْنَ بِاَنْفُسِہُمْ

اَزْاَعِیْذِ اَشْہَدِہُمْ اَشْہَرًا ۚ اَبَاہُمْ یَبْکُوْنَ اَتَعِیْظُہُمْ فَلَا جُنَاہَ لَکُمْ

لِیَہَا عِیْظٌ فِیْ اَنْفُسِہُمْ بِاَلْعَوْدِ ۝ (المقرء ۲۹)

تم میں سے جو لوگ رہا میں اور جو وہی پھڑپھڑی کر رہا اپنے آپ کو چار

پچھو وہی نہ ملے کسی پھر جب ہی کی موت پڑی ہو جائے تو جو کہو اپنی ذات کے

تلاش میں عورت طریقے سے کرے اس کا تم پر کوئی نادمہ نہ رہے۔

اَبَاہُمْ اَتَعِیْظُہُمْ فَلَا جُنَاہَ لَکُمْ اَعِیْذُکُمْ اَلَّذِیْنَ اَجَازَہُمْ یَتَوَقَّعُوْنَ

بِاَنْفُسِہُمْ ۝ (المقرء ۲۹)

پھر اگر انہی باتوں پر نہ چلے گا کو حق سے ہی نادمہ عورت اس کے پہلے

محل نہ ہوگی اتنا کہ وہ کسی دوسرے سے نہ نکلتا کرے۔

... فَلَا تَنْفَعُوْہُمْ اَنْتُمْ اَنْ تَبْکُوْا اَلَّذِیْنَ اَجَازَہُمْ یَتَوَقَّعُوْنَ اَلَّذِیْنَ اَجَازَہُمْ یَتَوَقَّعُوْنَ

بِاَلْعَوْدِ ۝

(المقرء ۳۰)

.... پھر تم ہی عورتوں کو اس سے مت رو کہ وہ اپنے در پر توجہ نہ ہو رہی سے

نہج کر میں جیکہ وہ اپنے طریقے سے با تم رہنمائی پر جائیں۔

عَنْ نَافِعِ بْنِ حَبِیْرٍ عَنْ اَبِیْہِ عَمْرِو بْنِ اَبِیْہِ عَمْرِو بْنِ اَبِیْہِ عَمْرِو بْنِ اَبِیْہِ

وَعَمْرِو بْنِ اَبِیْہِ عَمْرِو بْنِ اَبِیْہِ عَمْرِو بْنِ اَبِیْہِ عَمْرِو بْنِ اَبِیْہِ عَمْرِو بْنِ اَبِیْہِ

وفی رواية الشیب احق بنفسها من ولعها - ونهیب الرواية ۱۲۰۰
 نافع ابن عمر نے اپنی مجالس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ جو عورت اپنے نول سے زیادہ خود اپنے ہار سے میں فیروز کرنے کی خاطر
 ہے، اور کنواری کا مشورہ لیا جانا چاہیے۔ اور اس کی امانت اسی کی خاطر ہے
 اور ایک روایت میں ہے کہ شوہر و پرہ عورت اپنے نول سے زیادہ اپنے کالج
 کے معاملے میں مقرر ہے۔

عن ابی سلمة ابن عبد الرحمن قال جاءت امرأة الی رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم فقالت ان ابی انکحني رجلا وانما ارہقه نقل رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجوز الا انکح : ۱۰۰ اذھی فاعلم من شئت
 (ابن)

ابن اسلم ابن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا میرے آپ نے میرا کالج ایک مرد سے
 کر دیا ہے اور میں اسے ناپسند کرتی ہوں۔ آپ نے آپ سے فرمایا کہ کالج کا
 اختیار نہیں ہے اور جو کی سے لڑا جاؤ میں سے تمہاری چاہے کالج کرو۔

عن عبد الرحمن بن القاسم بنی من طریق ما حدث عن ابيه عن
 عائشة انها زوجت حفصة بنت عبد الرحمن من الخند
 ابن زبیر وعبد الرحمن ثانی بالشام۔ فلما قدم عبد الرحمن قتل و
 شئ ففوتات علیہ ؟ ففوتت عائشة للخند ابن زبیر فقال
 ابن زبیر یوم عبد الرحمن۔ فقال عبد الرحمن ما كنت لأؤدأ أمنا

نفسیتہ فاستقرت حفصہ عند الشہد ولہم یکن ذالک مطلقاً۔
(ایضاً)

ابن ابی جبر الرحمن سے پہچاننے کے اپنے باپ سے، اور انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حفصہ بنت عبد الرحمن کا مندرجہ ذیل سے خارج کر دیا۔ اس وقت عبد الرحمن شام میں تھے، جب وہ واپس آئے تو کہنے لگے کہ کیا میری رائے کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟ تب حضرت عائشہ نے مندرجہ ذیل سے بات کی۔ انہوں نے کہا کہ فیصلہ عبد الرحمن کے ہاتھ میں ہے۔ اس پر عبد الرحمن نے حضرت عائشہ سے کہا کہ میں مصلحت کو آپ سے لے کر دیا ہے، میں اس کی تردید نہیں کرتا، ہاں یہاں تک کہ خدا کے پاس ہی رہی اللہ مطلق نہ تھی۔

الخروجہ البواؤد والنساء عن ابن عباس قال قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یس لکونی مع النوب امراً۔ (ایضاً)

ابو داؤد اور نسائی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شوہر پر یہ وصیت ہے، وہی کہ وہ اختیار حاصل نہیں ہے

الخروجہ النساء واسعد عن عائشہ قالت جاءت

فتیۃ ابی النضر صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ من علی زوجی ابن ابیہ

فیرثونی من خبیثتہ قال نعمی الا ما لہا فقالت انی قد اجرت ما

سنم ابی ولكن اروت من ثمنہ فساد ان میں ابی الا ہا من الا موشیئ۔

نہاں اس عورت نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ ایک لڑکی نے کہا

میں نے عیدِ ظلم کا خدشہ ہی دیکھا ہوں۔ کچھ غلطی سے اللہ کے رسولؐ کے
 پہنچنے پہنچے کے ساتھ ہی یہ مومن اس لیے گرد رہے کہ میرے اندیشے
 اُسے ثابت ہو چکے۔ آپؐ نے کلاچ کی تسبیح و تہجد (کا حق لڑکی کو دے
 دیا، لڑکی نے کہا میرے والدین نے جو کچھ کہا ہے میں اُسے نہ کر رہی ہوں، میری عواہز
 صرف یہ تھی کہ میری جان میں کہ باپوں کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے
 (۲) اہل حدیث حضرات اپنی تائید میں متعدد جہازوں کی احادیث پیش کرتے

ہیں :

عن عبد اللہ بن علیؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 یحییٰ دحم ایما امرأة نکحت بغیر ذلک ولما نکح عا یا طی..... فان

الشیخ واذ سلطان ولی من ذ ولی عا۔ (جلو کا حکم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت کسی
 ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اُس کا نکاح باطلی ہے۔۔۔۔۔ پس اگر عورت کو ہوا
 میں وصیت کا ولی نہ ہو تو سلطان اس کا ولی ہے۔

عن ابی موسیٰ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا
 نکاح الا بولی (ایضاً)

ابو موسیٰؓ اپنے والد سے متفق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا: "ولی کے بغیر نکاح نہیں جائز نہیں ہے۔"

عن ابی حذیفہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نکاح
 الا بولی (ایضاً) (دوسری جہاز بھی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت بڑی محبت کی دولت ہے مگر نکاح و گیسے اور دکانی عورت خود اپنا نکاح کرے۔

قال عبد بن الخطاب ايها امراؤ لا تعريكن عبا تولى اولاداً فلا عبا
بالن۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا میں عورت کا نکاح دلی حکم ذکر کیا اس کا نکاح باطن ہے۔

عن عمر بن الخطاب قال جعلت امراً لا تلبس اسرحا ببد رجل
ليروا في فاكعها قبلهم فانك عورت بعد ان كود استكروا ودفق نكاحها۔
(ابن ماجہ)

عمر بن ابی بن خالد سے روایت ہے کہ ایک شوہر بڑی عورت نے اپنا سارو
نیک ایسے کپڑے پہن کر دیکھا جو اس کا دل نہ تھا اور اسی شخص نے عورت کا نکاح
کر دیا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے حکم کرنے اور کالے بالوں
کو بھڑا دینا اور نکاح منسوخ کر دیا۔

عن علي بن أبيه اسراً لا تلبس بطيواناً وليها نكاحها باطن لا نكاح
الا باطن والباطن۔

حضرت علیؓ نے فرمایا میں عورت کے کپڑے اپنے دل کے باطن کے بغیر
نکاح کیا اس کا نکاح باطن ہے۔ جو اچانک بدل کر کوئی نکاح نہیں۔
عن الشعبي عن عمرو بن ابي ابي الله عنهما وشرين وسروفا

رحمہما اللہ تبارک و تعالیٰ (الطحا)

۱۔ اسی سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ حضرت عمرؓ، شریک اللہ مردیؑ نے لڑیا کر دی کے بغیر کوئی نعمت نہیں ہے۔

اس دنوں پر ایک لکھ ڈالتے تھے ہی، مسوں پر جاتا ہے کہ وہ حضرت کا لہذا ہے اس سے کہنے کی گنتی نہیں ہے کہ فریقین میں سے کسی کا ملک ہوگا لہذا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شریعت نے فی الواقع دو خدا و علم ربیہ یا ایک علم کو دو سر علم شروع کرتا ہے؟ یا دونوں علموں کو ایک شریعت کا شریک ایک خود ہی تعلق پر مبنی ہے؟ پہلی شریعت کو مرید باطل ہے۔ کیونکہ شریعت کا یہ نظام شریعت کی محبت کا دہرہ وراثت کر دے اللہ علم سے خدا و احکام کا حدود مقرر نہیں ہے۔ دوسری شریعت میں باطل ہے کیونکہ شریعت کا کوئی ثبوت و قرینہ موجود نہیں ہے۔ اب عرب کی ہی صورت آتی رہ جاتی ہے اللہ ہی اسی کی توفیق کرتی چاہیے۔ میں دونوں طرف کے دلائل کو جمع کر کے شریعت کا جو منشاء اللہ کا ہے وہ ہے: ۱۔ نکاح کے معاملے میں اصل فریقین مرد و عورت ہیں نہ کہ مرد و عورت کا شریعت۔ اسی بنا پر نکاح و طلاق کے اندر شکوکہ کے اند میں ہوتا ہے۔

۲۔ اللہ عمت (برکات پر وائیں) کا نکاح اس کی رضا مندی کے بغیر اس کی رضی کے بغیر منع نہیں ہو سکتا، انخواہ نکاح کرنے والا آپ ہی کیوں نہ ہو۔

ہیں نکاح میں عصمت کی طرف سے رضادہ، اس میں میرے سے ایسا ہی
موجود نہیں ہونا کہ ایسا نکاح منعقد ہو سکے۔

۲۔ اگر نکاح اس کو بھی جائز نہیں دیکھا کہ عورتیں اپنے نکاح کے معاملے میں
انتقل ہی خود مختار ہو جائیں، اللہ میں قسم کے رو کو چاہی اپنے اولیاء کی مرضی کے
نکاح اپنے مخالفین میں دام کی حیثیت سے گھسا لیں۔ اس لیے جہاں تک
عصمت کا تعلق ہے شادی سے اس کے نکاح کے لیے اس کی اپنی مرضی کے ساتھ
اس کے ولی کی مرضی کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ عصمت کے لیے جائز ہے کہ
وہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر جہاں چاہے اپنا نکاح کرے، اللہ ذول کے
لیے جائز ہے کہ عصمت کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح جہاں چاہے کر دے۔
۳۔ اگر کوئی ذی کس عصمت کا نکاح بطور خود کر دے تو وہ عصمت کی مرضی
پر مستند ہوگا، وہ منظور کرے تو نکاح قائم رہے گا، نا منظور کرے تو مسترد ہوگا
میں جہاں چاہیے۔ عدالت تحقیق کرے گی کہ نکاح عصمت کا منظور ہے یا نہیں۔
اگر یہ ثابت ہو جائے کہ عصمت کو نکاح نا منظور ہے تو عدالت اسے داخل قرار
دے گی۔

۵۔ اگر کوئی عورت اپنے ولی کے بغیر اپنا نکاح خود کرے تو اس کا نکاح
ولی کی اجازت پر مستند ہوگا۔ ولی منظور کرے تو نکاح برقرار رہے گا، نا منظور
کرے تو یہ مسترد ہی عدالت میں جہاں چاہیے۔ عدالت تحقیق کرے گی کہ ولی کے
اعتراض و انکار کی بنیاد کیا ہے۔ اگر وہ فی الواقع مستحق وجہ کی بنا پر اس مرد کے ساتھ
اپنے گھر کی لڑکی کا جڑا پسند نہیں کرتا تو یہ نکاح فسخ کیا جائے گا، اگر یہ ثابت

ہو جائے کہ اس صحبت کا نکاح کر لے لی اس کا دل در فستہ تھی کتہہ ۱۰۰ کسی
 نہ جانے غرض سے اس کو اتنا سہل اند صحبت کے ٹکے اگر اپنا نکاح خود کر لیا تو
 پھر ایسے ذلی کو تیری افغندہ نظیر اور یہ ہمارے نکاح کو عزت کی سند جو ان کے
 دی جائے گی ۔ خدا مامندی و اعلیٰ العلم بالصواب ۔

شادی بیاہ میں کفارت کا لحاظ

سوال ۱۔

ترجمان القرآن بہت ہی القصد و ذی الحکمت و شہادت میں آپ نے
 سورۃ انفراحد صاحب ثانی کے جواب میں ایک جگہ ایسے نکاح سے کام
 لیا ہے جو ناقابل برداشت ہے ۔ سورۃ اوصاف کے کچھ روایات
 کیا حاکم " کہ ایک میت چند کستان میں رہنے کی وجہ سے میت نہ ہے
 اگر جگہ میں جائے گا " میری سمجھت کی انتہا نہ رہی کہ آپ نے بھی
 جواب میں ولید میں سے اس غیر صحیح امتیاز کو یہ کہ تسلیم کر لیا کہ
 " دار الفکر کے ایک میت صاحب دارالاسلام کی ایک بیوی کے اختیار
 سب کچھ ہی ہے " آپ کے الفاظ جہم ہیں ۔ کیا آپ کی سند کلو کو
 اسلام میں جائز سمجھتے ہیں ؟ اگر جواب ثابت میں ہے تو آپ قرآن و
 حدیث سے کشتہ و پیش فرما کر میرا الحین فرمائیں ۔ مجھ میں نہیں آیا کہ
 دنیا کے کام کاچ اندیشوں کو غایت کی پہنچائی میں کیوں دخل ہو ؟

بنی نوع انسان سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ کیا حضرت ولید علیہ السلام نے اگلا ہے کا کام کیا ہے تو وہ عوام پر اثر کیا ہے؟

جواب :-

آپ نے کائنات کے مسئلے پر جہاں تشریح کیا ہے اس سے بڑے اتفاق نہیں ہے۔ طرزِ تعبیر میں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن نفسِ مسئلہ کائنات تو عقل اور نقل دونوں سے ثابت ہے۔ تفصیلات سے قطع نظر لکھا ہے عروجِ کائنات میں اس کے مستہر ہونے پر ائمہ اولیاء کا اتفاق ہے۔

اس مسئلے کا اٹھارہ مشہور احادیث ہیں۔ مثلاً :

لا تسکھوا النساء الا بالحق۔ عہدِ نبوی کی شادیوں کا ذکر و مگر

(دارِ قطن : ص ۱۰۲) اُن لوگوں کے ساتھ جو کھڑے ہوئے۔

یا غلّا دلت لا توخروھا اسے علیؑ اتنی کام ہیں جن کو

العسوة اخانت لولہ ذوقہ عوام نہ چاہیے ایک نازا بیکر

اذا حضرت و غلام اذا اس کا وقت آجائے۔ دوسرے

وجدت کھڑے۔ بخانہ بیکر تیار ہو جائے تیسرے

(قرمطی : ص ۱۸۸) بن دیا ہی محدث کا کراچ بیکر

اس کے بے کھڑے جائے۔

تخلیروا لفظکھروا تھکھروا اپنی نسل پیدا کرنے کے لیے

کھڑے؟ اچھی عورتی کا شکر کرو اور

اپنی عورتوں کے عروج ایسے

Attest: _____



۱۰ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے متفقہ

(فصل ۱۰ - ۱۱ - ۱۲)

لا یمنع المروج من الغایت
لا حساب الا من الاکثار۔

جہاں شریف غمگینوں کی حدوں کے
نہاں کلوں کے سوا کہیں غور نہ کرنے



ہے کہ ہے اس مسئلے کی عقل دلیل۔ یہی عقل دلیل، تو عقل کا عروج تھا خواہ ہے
 کو کسی لڑکی کو کسی شخص کے نکاح میں دیتے وقت، دیکھا جائے کہ وہ شخص
 اس کے چوڑے کا ہے یا نہیں، مگر چوڑے کا نہ ہو تو یہ ترقی نہیں کی جا سکتی کہ ان
 عورتوں کا نہاد ہو سکے گا۔ نکاح سے مقصود تو حفظ بھی اور انکشاف بھی ہے کہ
 روحیں کے عیاں ہو سکتی حیات ہو اور وہ ایک دوسرے کے پاس
 سکون حاصل کر سکیں۔ آپ خود سوچ لیں کہ بے چوڑے عورتوں سے اس مقصود کی
 حاصل ہونے کی کہاں تک ترقی کی جا سکتی ہے؟ اور کونسا مقولہ انسان
 ایسا ہے جو اپنے لڑکے کے لڑکی کا بیوا کرنے میں چوڑے کا لاکھ ذکر ہو؟
 کیا آپ اسلامی مساوات کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ ہر مرد کا ہر عورت سے
 اور ہر عورت کا ہر مرد سے صرف اس نہاد پر نکاح کر دیا جائے کہ دونوں
 مسلمان ہیں، جو اس لاکھ کے کہ ان میں کوئی خاصیت پاؤں جاتی ہے یا نہیں
 فقہاء نے اس چوڑے کا مفہوم شخص کرنے کی کوشش کی ہے اور ہر

نے اپنے اپنے لڑتے ہوئے بتایا ہے کہ لڑکی اور لڑکے کے درمیان کس
 کس اصول میں مماثلت ہونی چاہیے۔ ہم ان تفصیلات میں بعض فقہاء سے
 اختلاف اور بعض سے اتفاق کر سکتے ہیں، مگر انی الجملہ عقل عام پر تقاضا
 کرتی ہے کہ زندگی بھر کی شرکت وفاق وفاق کے لیے جن مرد و خواتین کا ایک
 دوسرے سے جتنی زیادہ جاسے ان کے درمیان اخلاق، دین، خاندان، معاشرت
 اور طریق، معاشرتی عزت و حیثیت، مالی حالات، مادی و معنوی چیزوں کی مماثلت
 دیکھی جانی چاہیے۔ ان اصول میں اگرچہ ہر ایک کی ذہنی و فکری اہمیت بھی
 نہ ہو کہ وہ بھی اس کی ذمہ داری سے ایک دوسرے کے ساتھ بہت اہمیت وفاق
 نہ کر سکیں۔ یہ انسانی معاشرت کا ایک اعلیٰ سند ہے جس میں محنت ملی کو فائدہ دینا
 ضروری ہے۔ آدم کی مادی اور دماغی صلاحیتوں نے کا نظریہ آپ یہاں چاہا
 چاہیے کہ تو انھوں کو مہربان کر دیں گے۔ ان اگر آپ یہ کہیں کہ بعض اہل
 کی بنا پر عادات و عادت اور لڑکی لڑکے کا قصہ ایک جہاں ہے، تو اس بات
 میں یقیناً ہی آپ سے اتفاق کر دیں گے۔ جن لوگوں نے عادات کے فقہی مسئلے
 کو سچ کرنے کے بعد زندگی بھر کی معاشرت اور لڑکی لڑکے کے درمیان
 یہ لکھ لکھ دیا ہے اعتراض ہے جیسا کہ ہے۔

درجہ اولیٰ القرآن۔ ذی القعدة ۱۳۳۲ھ۔ ستمبر ۱۹۵۲ء

منع فرمایا ہے۔ شہداء کی تین صورتیں ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں۔

ایک ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو اس شرط پر اپنی لڑکی دے کہ وہ اس کو بڑے میں اپنی لڑکی دے گا اور ان میں سے ہر ایک لڑکی دوسری لڑکی کا بھرا قرار پائے۔

دوسرے ہے کہ شرط خودی کو ملے ہوئے کی کہ اگر وہ لڑکی کے باہر بڑے میں رہا۔ ۵۰۰ ۵۰۰ ہزار روپیہ یا مقبرہ کے جائیں اور بعض فرضی طور پر لڑکیں ہیں ان مساوی رقمیں کا تبادلہ کر دیا جائے۔ دونوں لڑکیوں کو خط ایک پیسہ بھی ملے۔

تیسرے ہے کہ کوئلے ہوئے کا سوا دو فریق میں صرف مذکور لڑکیوں پر پہلے دو ہر ایک لڑکی کے نکاح میں دوسری لڑکی کا نکاح شرط کے لئے نہ ہو۔

ان تینوں صورتوں میں سے جو بھی صحت اختیار کی جائے گی، شریعت کے خلاف ہوگی۔ پہلی صورت کے ناجائز پہلے پر تو قیام لیا ہوا کہ خلاف ہے۔ البتہ دوسری صورتوں کے معاملہ میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ لیکن نیچے مذکور طریق کی بناء پر اولین حاصل ہے کہ یہ تینوں صورتیں اشعار و سنوے کی تعریف میں آتی ہیں اور تینوں صورتوں میں اس معاشرتی فساد کے اسباب بیکار طور پر موجود ہیں جن کی وجہ سے شہداء کو منع کیا گیا ہے۔

(ترجمان القرآن درجہ شعبہ فقہ اسلامی، لاہور، ستمبر ۱۹۵۵ء)

مٹگنی کا شرعی حکم

سوال :-

یہ شرعی حکم کون سے غلط فہم کلام کا حکم دیتا ہے ؟ اور ہم اس کو کیا کہتے ہیں ؟
 تھوڑا سا مسجد دیتے ہیں ، اگر شہر کے دوسری شہری بہت اہم کوئی شہر کا
 تو بڑی دہی میں اس کا حق طویل ہو جاتا ہے ، اس صورت میں اگر دوسری
 اس شہر کا کچھ دوسری جگہ کر دیں تو کیا یہ فعل درست ہوگا ؟

جواب :-

مٹگنی بعض ایک تہی و قرار ہے اس بات کا کہ آئندہ اس شہر کی کاج
 تھوڑا شخص سے کیا جائے گا ، یہ کاج سے خود کاج نہیں ہے ، البتہ فریقین کے
 درمیان ایک طرح کا ہندو ہواں غرض ہے جس سے پھر جانا دست نہیں لگا ہے
 کہ اس کے لیے کوئی معقول وجہ موجود ہو ، اگر مٹگنی کے بعد فریقین میں سے
 کسی ایک پر دوسرے کا کوئی ایسا عیب ظاہر ہو جو پہلے معلوم یا چھپا یا گیا تھا تو
 یہ شہر اس تہی و قرار کو ختم کیا جا سکتا ہے ، لیکن اس طرح کی کسی معقول وجہ کے
 بغیر یوں ہی اسے ختم کر دینا ، یا کسی غیر معقول وجہ کی بنا پر اس سے پھر جانا ہرگز جائز
 نہیں ، دوسری وجہ ہولناکی کی طرح یہ بھی ایک بدھدی ہے جس پر اللہ خدا کے
 ان جواب دہ ہو جائے گا ۔

(زمین القرآن ص ۳۱۲ صفحہ ۳۱۲ ، اکتوبر نومبر ۱۹۵۶ء)

کیا برقع پسندے کا مقصد پروا کرتا ہے ؟

سوال ۱۔

مختارک وقت سے نرین احمد علی احمد پھاپ کی ترکیب آدمیت
دین سے دلالت ہے۔ پر وہ کے اس کے آپ کے انکار ہا یہ پڑھ کر
بہت خوش ہوئی۔ لیکن آخری آپ کے برقع پر تاج کو بھی (نہیں لکھو)
یہ ہے۔ اس کے عشق دو ایک تہی دل میں لکھتی ہیں۔ ہوا و ہوا
اسی پہ لکھی لکھی کہ شکر فرما دیں۔

پندے کو نایت صنفی بیوی کی افتاد پسندی کو روکا ہے۔ ظاہر
ہے کہ یہ معنی پروا امنات میں پایا جاتا ہے (گو دل میں لڑکی
نوریت سے انکار نہیں)۔ اسی وجہ سے پندے کی اصل دلتا۔
— یعنی بھرا حکم مرد احمد صحت دہان کے ہے ہے۔ لیکن حقیقت
ہے کہ برقع کی "دیوار" کے پیچھے محسوس کی بہت بڑی اکثریت "گاہ"
کے "کڑا" کہ ترکیب ہوتی رہتی ہے۔ اس کی وجہ ان کا "میلان"
(Satisfaction) پندے کہ کم تو مردوں کو دیکھ رہی ہیں
مرد میں نہیں دیکھ رہے، احمد احمدی دانش نگارہ ان کی کالم ہی کسی
کو ہے۔ سواں طریقہ کی خواہش میں جو برقع — صنفی رنگ کا
اصل جو ہر — بہت کم پایا جاتا ہے۔

ظن انہی برقعی اندازہ کر ایک آدمی دہان کے کلمہ کی

محبت چاہتے منہ ڈھاگ کر جب باہر نکلے تو اسے راستہ دیکھنے کے لیے کم از کم اتنی ہنگامی رکھنی چاہیے کہ اس کی آنکھ سامنے دیکھ سکے۔ پھر صوبہ چمن میں بھی سب کو آپ حدود اندلی اندکڑ کیوں پھاڑتے ہیں۔ بلکہ صوبہ ہر اس چیز میں ہے جس سے کوئی محبت باہر جھٹک سکتی ہو۔ آپ خود بتائیں کہ اس مناد کو آپ کیسے روک سکتے ہیں؟ اللہ کی الٹا شریعت کا بھی یہ معاملہ ہے کہ ان سب مناد کو روکا جائے؟ علاوہ بری اس کا آپ ہندو میں ہیں نے وہ روایت نقل کی ہے جس میں یہ عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت عائشہؓ کو جنابوں کے کھیل کود کا آئینہ دکھایا تھا۔ وہاں میں لکھ بھی ثابت کیا ہے کہ مردوں کا عورتوں کو دیکھنا اللہ عورتوں کا مردوں کو دیکھنا شرعاً اٹھل بکھیاں ہے اللہ انہیات کے اعتبار سے اس کی حیثیت بدل رہی ہے۔

دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ اگر برقع بھانے خود عورت کو اللہ چاہے نظر نہ ہو، مادہ اللہ بے لذت ہو تو شرعاً اس پر کس اعتراض کی گنجائش ہے؟ کیونکہ شریعت کے کسی مطالبہ کو چرمان نہیں کرتا، اگر کتا ہے تو ہمارے پاس اس کے نا جائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ کے نزدیک کوئی دوسری چیز اس سے بہتر طریقہ پر شریعت کے منشا کو پورا کرتی ہو۔ ایسی کوئی چیز آپ کی نگاہ میں ہے تو آپ اسے قبول کر سکتے ہیں مگر برقع کو نا جائز کہنا کسی طرح درست نہیں۔

برقع اللہ کر چلتے پھرنے والوں اور دھڑلے پڑنے کے سلسلے میں

آپ جو شکات بیان کر سکیں وہ جو اندوہ و حیرت کی بوٹ سے غیر متعلق
ہیں۔ آپ کے نزدیک چاند میں اس سے کم شکات ہیں، کسی قسم کی شکات
ہیں ہی تو خواتین کو اس کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ تجربہ سے آگے مناسب
پایں گی تو کیوں نا اختیار کریں گی۔

(ترجمہ القرآن شعبہ ۳۳۰ - مطابق جون ۱۹۵۱ء)

عورت اور سفیر رنج

سوال ۱۔

عورت کے عزم کے بغیر رنج پر جانے کے بارے میں مجھے
کلام کے ایسے اقوال ملے ہیں کہ آپ بڑا و کرم گفت مذاہب
کی تفصیل سے آگاہ فرمائیں اور یہ بھی بتائیں کہ آپ کے نزدیک
قبولی ترجیح ملک کون سا ہے ؟

جواب ۱۔

عورت کے عزم پر رنج کرنے کا مسئلہ گفت قدیم ہے۔ اس معاملہ میں
ہر ملک پاسے پاسے میں جنہیں گفتگو یہاں بیان کیے دیتا ہوں۔

(۱) عورت کو کسی حال میں شوہر یا عزم کے بغیر رنج نہ کرنا چاہیے۔
چونکہ اسلام نسلی و شعی اور حسن بھری رحمہ اللہ سے مشغول ہے اور عقل مذہب
و ای قوتی ہے۔

(۲) اگرچہ اس سفر میں شہادہ و نذر سے کم کا ہو تو محبت کا علم حاصل ہو سکتا ہے، لیکن اگر تین دن یا اس سے زائد کا سفر ہو تو شوہر یا عورت کے بغیر نہیں جاسکتی۔ امام ابو حنیفہؒ "اور سفیان ثوریؒ کا یہی مذہب ہے۔"

(۳) جو عورت شوہر یا عورت نہ رکھتی ہو وہ ایسے لوگوں کے ساتھ جاسکتی ہے جن کی اخلاقی حالت قابلِ اطمینان ہو۔ یہ اپنی بیوی "عطا" تھری" تادمہ اور اہل اہل رحمہ اللہ کا مسک ہے اور امام مالکؒ تادمہ شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام شافعیؒ نے "قابلِ اطمینان" کی مراد تشریح اس طرح کی ہے کہ اگر چند عورتیں بھروسے کے قابل ہوں اور وہ اپنے گروہوں کے ساتھ جا رہی ہوں تو ایک بہ شوہر اور بہ عورت ہی کے ساتھ جاسکتی ہے۔ البتہ صرف ایک عورت کے ساتھ اسے نہ جانا چاہیئے۔

(۴) ان سب کے خلاف اپنی عزم تھری کا مسک ہے کہ بہ عورت محبت کو تنہا ہی حج کے لیے جانا چاہیئے۔ اگر وہ شوہر رکھتی ہو اور وہ اسے نہ لے جائے تو شوہر گدگد کر ہو گا اگر عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کے بغیر حج کو بھی جائز لے۔

یہ ان چاروں مسالک میں سے تیسرے مسک کو ترجیح دیا ہوں کیونکہ اس میں ایک دینی فریضہ کو ادا کرنے کی گنجائش بھی ہے اور اس نکتے کا احتمال بھی نہیں ہے جس کی وجہ سے حدیث میں محبت کے کا علم سفر کرنے کو منع کیا گیا ہے۔

دراشت میں اخیاقی بھائی بہنوں کا حصہ

سوال :-

تقدیمی کتاب الطرائف باب الحبہ میں یہ حدیث مذکور ہے
 ان متروکہ النسلۃ زوجہا لما اوجد لها و اختوتہ من امر و اختاً
 من اب یا امر فلزوج النصف والام السدس والاولاد والاقر
 الثلث والاشقی لا اختوتہ فلاب ولا وتر۔ یعنی اگر ایک عورت
 کے دو شوہر ہوں تو شوہر اور بیوی اور اخیاقی رشتہ شریک بھائی
 اور بھائی اور بہن اور شوہر کو آٹھ حصہ، بیوی کو چھ حصہ اور اخیاقی
 بھائی بہنوں کو ایک تہائی حصہ ملے گا اور بقیے بھائیوں کو کچھ ملے گا۔

مذاہب فقہ میں ہے کہ کیا یہ انصاف کا سنتی ہو تو کہ ہے؟ کیا یہ قرین
 انصاف ہے کہ ہر ایک حقیقی تو معلوم ہو جائے اور اخیاقی (یعنی وہ بچہ جس
 بھائی بہن چھوڑے، تو حضرت کی تاویلیں اور تفسیریں بھی تراویں۔ کیا والدہ
 اور بیوی کے زلفہ ہونے کے باوجود ایک ہیست کو کلام قرآن اور
 سنتاً ہے؟

جواب :-

تقدیمی کے جو مسئلہ آپ نے نقل کیا ہے، اس میں نصف کے بین اختلاف
 ہے۔ اگر کوئی عورت سر جائے اور چھ شوہر ہوں گے بھائی بہن اور اخیاقی
 زمین وال جائے، بھائی بہن چھوڑے، تو حضرت علیؑ، ابو موسیٰ اشعریؓ اور آلہ

کسب دینی اللہ عنہم کا تقویٰ ہے کہ اس کی نصیب میراث شوہر کو نہ ملے اور نہ ہی
 نہ انجانی بھائی بہنوں کو دیا جائے گا اس کے بھائی بہنوں کو کچھ نہ ملے گا۔ اسی
 تقویٰ کو اللہ نے احسان کے لیے کیا ہے اور یہی اس کا معنی ہے۔ نکاح اس
 کے حضرت عثمانؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کا یہ مذہب ہے کہ ان میراث کے
 اور انجانی بھائی بہنوں میں بیکار برابر تقسیم کی جائے گی۔ حضرت عمرؓ پہلے قول اقل
 کے قائل تھے مگر بعد میں انہوں نے قول ثانی اختیار کر لیا۔ اسی بات سے روایت کیا
 مروی ہے مگر زیادہ معتبر روایت یہ ہے کہ وہ بھی قول ثانی کے قائل تھے۔ اسی
 پر حضرت عثمانؓ نے فیصلہ کیا ہے اور امام شافعیؒ امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ رحمہم
 اللہ کا مذہب یہی ہے۔ حنفیہ کا استدلال یہ ہے کہ انجانی بھائی بہن تو اپنی
 نفروں میں اس کے بھائی عصبات ہیں۔ اور زیدی نفروں کا حق عصبات پر مقدم
 ہے۔ لہذا یہ۔ زیدی نفروں سے کہ جبکہ تو عصبات کو کوئی حق نہ پہنچے گا۔
 دوسرے گروہ کا استدلال یہ ہے کہ اس جائے ہوئے میں جب تک کہ
 انجانی بھائی بہن عیال میں کو کوئی اور چیز نہیں کہ وہ بدلہ کے جتنے دار نہ ہوں۔
 کفار کے جو معنی حضرت ابو بکرؓ نے بیان فرمائے ہیں اور انہیں حضرت عمرؓ
 نے بھی قبول کیا ہے۔ "من لا ولد له ولا والد"۔ یعنی کفار وہ ہے جس
 کا والد نہ ہو اور نہ باپ۔ اس طرح والد و دادی کی موجودگی کسی میت کے کفار
 ہونے میں مانع نہیں ہے۔

(ترجمان القرآن، ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ - ستمبر ۱۹۵۲ء)

غزوات کی غرست کے رجو

سوال ..

پندرہ سو سالوں کے بعد یہاں غزوات کے مسئلے میں ایک مسئلہ
اور بحث ہے جو میں نے یہاں تحریر کیا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اندازہ
کر کر اس پر روشنی ڈال کر شکور فرمائیں گے۔

مناکات کے مسئلے میں ایک صورت اور دوسری صورت میں کوئی تعلق
ایکسا ہے کہ بعض لائقین اور بعض عقائد کے بعد بعض غزوات کی غرست میں
آتی ہیں، اگرچہ ابتدا سے المناکیت میں ہی کوئی قید نظر نہیں آتی ہے جیسا کہ
اصلی اندازہ میں کے قلم کے معلوم ہوتا ہے۔ اس میں کیا حکمت ہے؟
کیا اس قسم کی شایاں جاتیاتی مفاسد کا موجب بھی بن سکتی ہیں؟

امید ہے کہ آپ اس کا جواب تو ہمیں القرآن میں شائع فرمادیں گے
تاکہ دیگر مسطرات کے لیے بھی استفادہ کا باعث ہو۔

جواب ..

غزوات کی غرست میں میں خود ہی کو شامل کیا گیا ہے، اسی کے علوم ہونے
کی ہونے کی اصل وجہ جاتیاتی عقائد نہیں ہیں بلکہ اخلاقی اور معاشرتی عقائد ہیں۔
آپ خود خود کریں کہ میں اس کے شجوائی جذبات بھی اپنے ہی سے متعلق ہو سکتے
ہوں کیا وہ اُن پاکیزہ و مطہر جذبات کے ساتھ بیٹھے کر رہاں سکتی ہے جو اس انداز
کے تعلقات میں ہونے چاہئیں؟ اور کیا بیٹھا ہوش بیٹھانے کے بعد اس کے ساتھ

وہ تصور نہ ہے عقلی بہت کم ہے اور بیٹے کے عریاں لباس ہوتی ہے ؟

اور کو ایک گھر میں آپ اور بیٹے کے عریاں وقت اور جسد کے ہذا
پیدا ہو جائیں گے مگر ان اور بیٹے کے عریاں اور عریض کی دیوار حاصل نہ ہو
ایسا ہی صاف ہیں اور بھائی کا بھی ہے ۔ مگر اور عریض ان کے عریاں

تاہم ہوتی تو کیا ؟ مگر تھا کہ بھائی ہیں ایک دوسرے کے ساتھ مضموم و رابطہ اور
شہوات سے پاک بہت اور شہوات سے پاک بہت عقل بہت سکتے ؟ کیا اس
صحت سے پاک ؟ مگر ہوتا کہ دوسری اپنے چھوٹی کو اس طرح کے قریب پہنچے پاک
دوسرے سے تھوڑے کچھ کی کوشش نہ کرتے ؟ اور کیا کوئی شخص بھی کسی دوسری
سے شادی کر کے وقت ؟ عریاں کر عریض تھا کہ وہ اپنے بھائیوں سے بھی ہوتی ہوگا !

پھر اگر خیر اور ہوس کے عریاں ؟ اور اس اور رابطہ کے عریاں اور عریض
کی عریاں اور عریض کی عریاں تو اس طرح مگر تھا کہ آپ اور بیٹے اور ان اور
شہوات ایک دوسرے کے ساتھ ، قیود انگشت میں جھوٹے اور ایک دوسرے
کوشش کی فکر سے بچنے سے پاک ہائیں ؟

اس پہلو پر اگر آپ اور کسی کو آپ کی عریاں آجائے گا کہ شریعت کے
کی اہم اصول و ضوابط شریعتی مصلحتوں کی بنیاد پر تمام اصول اور اصول کو ایک
دوسرے کے لیے عریض کر دے ہے جن کے عریاں ایک گھر ، ایک خانہ اور
ایک خانہ عریض کے اندر قریب ترین روابط اور ہے تعلقات روابط نظریات
ہو گئے ہیں اور عریض عریضات کے لاکھ سے ہونے چاہئیں ۔ بیٹے اور
بیٹیوں میں ہی نہیں بھائیوں اور آپ دوسری اس طرف سے بالکل مطلق ۔

ہوں کہ ان میں سے کسی کا بھی کوئی شہوانی ملاکہ اپنی اولاد کے ساتھ نہیں ہے۔
 ایک ہی گھر میں دو کون اور دو کون کا پتا غیر ممکن ہو جائے گا۔ اگر میں کے ساتھ
 میں بھائیوں کے درمیان اور بھائی کے ساتھ میں بیٹوں کے درمیان شہوانی رفاقتیں
 پیدا ہونے کا اندازہ عقلی طور پر بند ہو۔ غلطی اور بھو بھلیاں اور بھلائیوں
 اگر شبہ سے واقف ہو کر رہے جائیں تو یہی اپنی اولاد کو اپنے بھائی بیٹوں سے
 اور بھائی اپنی اولاد کو اپنے بھائی بیٹوں سے پرانے کی نگریں لگ جائیں۔

(ترجمہ محقرآن، ذی القعدة، ذی الحجة ۱۳۳۵ھ، ستمبر ۱۹۵۱ء)

عورتوں میں ہم جنسیت

سوال :-

میں دونوں مذہبوں کی رسوم و عادات کے انداز میں رہتی
 ہیں۔ میں بھی۔ رسوم و عادات کی مدد سے غلو میں بہت کی گئی ہے
 مگر کہ جنسیت کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ شرفاء کس حد تک
 گناہ ہے؟ کیوں منیرو؟

جواب :-

مرد اور عورت کی جنسیت جتنا اگلا ہے، عورت اور عورت کی محبت
 بھی آتی ہی جتنا اگلا ہے۔ اخلاق و عیثیت سے ان دونوں میں دو صورت کا فرق
 ہے اور نہ ہی ہے گا۔ افسوس ہے کہ یہ ہم خود "ادب لطیف" جو دہائی اور

(ترجمہ القرآن، مضمون، شوال ۱۳۳۵ھ، جلد ہی، جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ)

نیک چینی کا انوکھا تصور

سوال :۔

میں نے ایک مڈ شیرو کو قریب دیکھی اس سے شادی کر دی گا۔ پھر اس کے ساتھ نکاح و اخلاق تعلقات مل گئے۔ میں نہایت دولت داری سے اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اس شادی کے خزانوں کی تمام حالتیں داغ و بھج ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی اسبلی اس کے لئے موت ہے کہ اگر میں اس شادی سے شادی کرتا تو وہ بھی درجن ثبات دہرہ۔ ترجمہ القرآن کے دوسرے سے غلط لکھے گئے کہ کون چاہتا ہے۔

جواب :۔

یہ ایک گم غلط ہے جو میں چینی میں موصول ہوا ہے۔ جو گم غلط ہوا ہے کے متعلق نہیں ہو سکتے۔ لیکن اس کا جواب اس کے بعد یہ ہے کہ جلد ہی بدست ہوا تھا میں اس وقت بہت سے ایسے لوگوں میں موجود ہیں جن کے لئے سائل کی یہ خدمت بہت ہی اہم ہے۔ خود کار میں اگر شادی کے بے کوئی ایسی شادی چاہتے ہیں جو مفید ہو۔ جس صورت کو انہوں نے خود گندہ کیا ہے اسے دوسروں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں اور اپنے بے کوئی ایسا صورت کا شکر کرتے ہیں

جسے کسی نے گندہ نہ کیا ہو ۔

جنابِ مہل سے گزارش ہے کہ میں لڑکی کو آپ نے خود شادی سے پہلے
 غراب کیا ہے اس کے لیے آپ آپ سے زیادہ مفید کون ہو سکتا ہے ؟
 اور وہ آپ سے زیادہ ادا کیس کے لیے مفید ہو سکتی ہے ؟ آپ کو اپنے لیے
 ایک چن لڑکی کیوں ادا کرنے جب کہ آپ خود بد چنیں ہیں ؟ جب اس لڑکی
 نے شادی سے پہلے اپنے ہم کو آپ کے حوالے کیا تھا کیا اسی وقت آپ کو
 یہ معلوم نہ ہو گیا تھا کہ وہ بد چن ہے ؟ پھر آپ کو اب اتنا لڑکیوں کا حق تھا کہ
 آگے چل کر وہ کہیں بد چن ثابت نہ ہو ؟ کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ آپ سے
 نفرت ہونا تو ایک چن ہے اور بد چن صرف دوسروں سے نفرت ہونے کا نام
 ہے ؟ پھر اس کے خافلان کی بدقولی ہے آپ کا اعتراض کیا کیوں ہے ؟
 خواتین کلامِ حبیبی کچھ بھی ہیں ، اسی لیے میں کہتا ہوں جیسے معزز اصحاب سے اب کو
 باقاعدہ پیش آنا نام ہے ، آپ اگر اس بار پر بعد میں آئے ہیں تو آخر اپنے
 پیش رفتوں کے انجام دیتے ہوئے کہنا ہوں سے اس بد چن نفرت کیوں
 ظاہر فرماتے ہیں ؟ بُنا دے گئے ، آپ دلالت یا والدہ تھیک اس
 خافلان میں پہنچ گئے ہیں جس کے لیے آپ مفید تھیں اور جو آپ کے
 لیے مفید تھے ۔ کسی دوسرے پکیزہ خافلان کو غراب کرنے کے بجائے
 بہتر ہی ہے کہ آپ اسی خافلان میں پھیر جائیں جس کو آپ جیسے ملک غراب
 کر چکے ہیں ، اور جسے غراب کر لیں آپ کا حقہ بھی شال ہے ۔

آخر میں نثرِ مہل کو قرآن کی عداوتیں بھی سن لیں گا انہیں ۔ پھر آیت :

ہے :

الَّذِي لَا يَكْفُرُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ وَالْمُشْرِكَةُ
يُكَفِّرُهُمَا اللَّهُ زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرْمٌ ذَلِيلٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
(النور .)

زانی مرد کا جو نہیں کیا کرتا اگر ایک زانیہ یا مشرک عورت سے اللہ
زانیہ عورت سے نکاح نہیں کیا کرتا اگر ایک زانیہ یا مشرک مرد سے اللہ
مؤمنین پر لازم ہے ۔

اس آیت میں ”نکاح نہیں کیا کرتا“ سے مطلب یہ ہے کہ زانی مرد اس
عورت سے نہیں ہے کہ اس کا نکاح زانیہ یا مشرک کے ساتھ نہیں ہے ۔ اور زانیہ
عورت کے لیے اگر کوئی شخص مخدوم ہے تو زانیہ یا مشرک مرد ، نہ کہ کوئی مومن
مرد ۔

دوسری آیت ہے :

الْمُحْشَرَاتُ الْمَحْشَرِينَ وَالْمُحْشَرُونَ الْمَحْشَرَاتُ
الْمُحْشَرَاتُ الْمَحْشَرِينَ وَالْمُحْشَرُونَ الْمَحْشَرَاتُ

بیکار محنتی بیکار مردوں کے لیے ہی محنت بیکار مرد بیکار محنتی کے
لیے ۔ اور پاکیزہ محنتی پاکیزہ مردوں کے لیے ہی اور پاکیزہ مرد پاکیزہ
محنتی کے لیے ۔

ترجمان القرآن . سید ابوالحسن علی رضا مدظلہ العالی . جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۵

نیکی بھی عیب ہے !

سوال :

مجھے آپ کی تحریک سے ذاتی طور پر نقصان پہنچا رہا ہے۔ میری ایک بہن آپ کی جماعت میں شامل ہو گئی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جڑیں بدل گئی ہیں۔ ہر وقت لہذا تبلیغ اور خطہ اعلیٰیت سے کام لے رہی ہے۔ گھر کے افراد کو رہدہنی آپ کا ترجمہ قرآن سناتی ہے۔ اگرچہ تسلیم کرتے ہیں لیکن خیالات کے اعتبار سے وہ موجودہ زمانہ کی شکل نہیں دیتی۔ یہاں مادہ اللہ علیہ پڑھتی ہے۔ جس میں دل چاہے سزا دے دیتی ہے۔ میں اس کے اس طرز سے نہایت پریشان ہوں۔ دشتہ ماروی میں جو سناتا ہے وہ اس کے دشتہ پر آمدم نہیں ہو تا کہ رات دن دھند کون کئے۔ یہ سچا میری خدائی نہیں، ان کو بھی نصیحت کر لے لیں۔ چند دن میں ابھی ایک کھٹا آپ کے دل کا انہیں دے رہا ہے۔ کل تو ارقا۔ ہم ملک میر کے لیے گئے، اس سے بہت کہا گئے نہیں گئی۔ داخلہ دہیوں کی زندگی بسر کرنے کے لیے اس ماحول میں آفراس طرح گناہیں پیدا کی جا رہی ہیں۔ تو اس کی شادی اس طرح ہو گئی ہے کہ اس کے خدایت بدلتی ہو رہی ہے اس کے لیے ہے۔ اگر اس سے کچھ کہتے ہیں تو بے پروا ہو جاتی ہے۔ چاہے بھی کیا کر دیں ؟

جواب :-

اس مسئلہ میں خود کو سب سے اہم ہوں۔ آپ اپنے گونہ پر ہی لکھیں کہ
 کہ آپ کی پیشرو اسلام سے توبہ کر لیں۔
 درج ذیل افراد میں شیعہ و صوفیوں کے نام ہیں۔ ۱۹۵۴ء

مشرق مسائل

بیمہ کا جواز و عدم جواز

سوال :-

المؤمنین کے مسئلے میں بکے حقد و حق ہے "اندیک لویہ کہی
 نہیں آسکا کہ یا میری اسی قتلہ فکر سے جائے یا ہاں؟ اگر
 بیکے کا موجودہ کا دہرہ یا نہ ہو تو پھر اسے جائز بنانے کے لیے
 کیا تدبیر اختیار کی جائیگی۔ اگر موجودہ حالت میں اسے ترک کر
 دیں تو اس کے نتیجے میں معاشرے کے افراد بہت سے فوائد سے
 محروم ہو جائیں گے۔ دنیا میں یہ کام جاری ہے۔ ہر قوم میں
 جو سے یہ فائدہ نہیں لی تنظیم کر چکے ہیں اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔
 اگر چہ اسے ہی بھی لوگ اس پر سے میں ناں اور تنہا ہوا جائے
 آپ اگر اس مسئلے میں کچھ صفت تک نہ ہوں کری تو نہیں ہوں گے۔

جواب :-

انشورنس کے بارے میں شروع اسلامی کی دُور سے تین اصول اعتراضات میں جن کی بنا پر اسے جائز نہیں ٹھہرایا جاسکتا ۔

اول یہ کہ انشورنس کہنیاں جو دو چیز (Premium) کی شکل میں وصول کرتی ہیں اس کے بہت بڑے حصے کو تودی کا سود میں لگا کر غزوہ حاصل کرتی ہیں اس کا سود بھی وہ لوگ آپ سے آپ حق دار ہیں جاتے ہیں جو کسی مذکورہ شکل میں اپنے آپ کو یا اپنی کسی چیز کو ان کے پاس انشور کر لاتے ہیں ۔

دوم یہ کہ موت یا حادثہ یا نقصان کی صورت میں جو رقم وصول کرنے کی ذمہ داری کہنیاں اپنے ذمہ لیتی ہیں اس کے اقدار کا انھوں نے ادا جانا ہے ۔

سوم یہ کہ ایک آدمی کے مر جانے کی صورت میں جو رقم لوگ ادا کرتے ہیں ، اسلامی شریعت کی دُور سے اس کی حیثیت مرے جانے کے ترکے کی ہے ۔

چوتھے شرعی دارالحد میں تقسیم ہونا چاہیئے مگر یہ رقم ترکے کی حیثیت میں تقسیم نہیں کی جاتی بلکہ اس شخص یا ان اشخاص کو مل جاتی ہے جن کے لیے ہائیں بولنے والے

وصیت کی ہو ۔ حالانکہ حادثہ کے حق میں شرفاء وصیت ہی نہیں کی جاسکتی ۔

۱۔ یہ سوال کہ انشورنس کے کاروبار کو اسلامی اصول پر کس طرح چلایا جاسکتا ہے ؟ تو اس کا جواب اتنا کہ ان نہیں جتنے سوال کہ ان ہے ۔ اس کے لیے

غرضت ہے کہ ہر ہی کی ایک مجلس جو اسلامی اصول کو بھی جانتی ہو اور انشورنس کے معاملات کو بھی سمجھتی ہو ، اس پر سے مسئلے کا جائزہ لے اور انشورنس کے

کامیابی میں ایسی اصلاحات توجہ کر کے ہیں سے کہ وہ ہر عملی مفاد پر مشتمل
کے اموروں کی خلاف ورزی کی نہ ہو۔ جب تک کہ نہیں ہوتا ہیں کم از کم یہ
تسلیم ہو کرنا چاہیے کہ ہم ایک غلط کام کر رہے ہیں۔ غلطی کا احساس ہی اگر ہم میں
ہو تو ہر اصلاح کی کوشش کا کوئی سوال ہی نہیں رہتا۔

بے شک موجودہ زمانے میں فاشو فیس کی نئی اہمیت ہے۔ اور ہماری
دنیا میں اس کا چلن ہے۔ مگر اس دلیل سے کوئی عوام چیز حلال بنا سکتی ہے کہ
کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہمارے وہ سب حلال ہے
یا اسے اس بنا پر حلال ہونا چاہیے کہ دنیا میں اس کا چلن ہے۔ ایک انسان
تو ہم نے کی حیثیت سے ہمارے فرض ہے کہ ہم جائز و ناجائز کی طرح کریں اور
اپنے مفادات کو جائز طریقوں سے چلانے پر آمادہ کریں۔

(ترجمان القرآن، اگست ۱۹۷۷ء)

اسلامی حکومت میں خواتین کا دائرہ عمل

سوال :-

کیا اس جدید اسلامی حکومت خواتین کو مردوں کے برابر سیاسی
مدداری و معاشرتی حقوق ملنا دے گی جو اسلام کا دعویٰ ہے کہ اس
نے ہماری ترقی و ترقی کی صورت کو ایک مقام (مقام) پر
لایا ہے؟ کیا ان خواتین کو مردوں کے برابر اپنے فرائض کا حق ملے گا

کامیابی کا راز نہ کہ وہ زمیوں کی حیثیت سے کسی طرح زمینوں کی
 دیکھ بھال کرتی ہیں تو یہی ذکر ہے۔ خود اسلام کی پہلی جنگ میں خواتین
 نے سرگرمی کی، ہائی ہائی! اور جو مسئلہ درپے لگے، تو کیا کج بھی اسلامی
 حکومت میں آدمی قوم کو رکھنا اس کی چار دیواری میں مقید رکھا جائے

؟

جواب :-

اسلامی حکومت دین کے کسی معاملے میں بھی اسلامی اصولوں سے ہٹ کر
 کوئی کام کرنے کی دقت کو لازم ہے اور وہ اس کا دائرہ ہی کر سکتی ہے بلکہ یہی
 الواقع اس کو چلانے والے ایسے لوگ ہیں جو اسلام کے اصولوں کو پہلے
 دل سے دانتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ جو دلوں کے معاملے میں
 اسلام کا اصول یہ ہے کہ حکومت اور مرد عزت و احترام کے لحاظ سے برابر ہیں
 اخوتی معیار کے لحاظ سے بھی برابر ہیں۔ آخرت میں اپنے امیر کے لحاظ سے
 برابر ہیں۔ لیکن دلوں کا دائرہ عمل ایک نہیں ہے۔ سیاست اور عملی انتظام
 اور فوجی خدمات اور اسی طرح کے دوسرے کام مرد کے دائرہ عمل سے تعلق رکھتے
 ہیں۔ اس دائرہ میں حکومت کو تعینات کرنے کا لازمی نتیجہ ہو گا کہ اگر تو ہماری
 خاتون زندگی بالکل تباہ ہو جائے گی جس کی بیشتر ذمہ داریاں عورتوں سے تعلق
 رکھتی ہیں۔ یا پھر عورتوں پر دہرا بار ڈال دیا جائے گا کہ اپنے فطری فرائض بھی
 انجام دیں جن میں مرد قطعاً شریک نہیں ہو سکتا اور پھر مرد کے فرائض کا بھی نصف
 حصہ اپنے اوپر اٹھائیں۔ عطا یہ دوسری صورت ممکن نہیں ہے۔ اور پہلی صورت

ہی ہونا ہوگی اور مغربی ملک کا تہریہ تہا ہے کبھی دفن ہو چکی ہے۔ انھیں
بند کر کے دوسری کی طاقتوں کی نقل اندر نقل مندی نہیں ہے۔

اسلام میں اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے کہ طاقت میں عورت
کا حق مرد کے برابر ہو۔ کیونکہ اسلامی احکام کے دوسرے خاندان کی پرورش
کا سہارا بنی بار مرد پر ڈال دیا ہے۔ بیوی کا سہارا فقہ میں اس پر واجب ہے
اس کے مقابلہ میں عورت پر کوئی مال بار نہیں ڈال دیا ہے۔ اس صورت میں
آخر عورت کو برابر کے برابر حق کیسے دیا جاسکتا ہے۔

اسلام انکو غلط سوسائٹی کا نمونہ ہے اور کوئی ایسا نظام جو خاندان
میں انتظام کو اہمیت دیتا ہو اس کو پسند نہیں کرتا کہ عورتوں اور مردوں کی
غلط سوسائٹی ہو۔ مغربی ملک میں اس کے برعکس تہا ہے کہ عورتیں ہیں۔ مگر
ہمارے ملک کے لوگ ان تہا کو بگڑنے کے لیے تیار ہیں تو ان سے بگڑنے
رہیں لیکن آخر کی طرف سے ہے کہ اسلام میں ان اصلاح کی گنجائش نہ ہوتی تھی کہ ان
میں سے وہ طاقت کے ساتھ نکلتا ہے۔

اسلام میں اگر جنگ کے موقع پر عورتوں سے مریم چا کا نام لیا گیا ہے تو
اس کے سنی نہیں ہیں کہ اس کی حالت میں عورتوں کو دفتروں اور کارخانوں
اور کھجوں اور لینڈوں میں ڈاکڑا کیا جائے۔ مرد کے دائرہ عمل میں اگر عورتیں
کبھی مردوں کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے کہ وہ ان کاموں
کے لیے بنائی ہی نہیں گئی ہیں۔ ان کاموں کے لیے جن اخلاقی اور ذہنی اور طاقت
کی ضرورت ہے وہ سب اہل مرد میں پیدا کیے گئے ہیں۔ عورت حضوری طور

پروردگار نے کہ چھوڑا بہت اس اوصاف کو اپنے لفظ اہمار نے کی کوشش کرے
 بھی تو ان کا دہر نقصان خود اس کو بھی ہوتا ہے اور معاشرہ کو بھی۔ اس کا اچا
 نقصان یہ ہے کہ وہ نہ چھوڑی عادت نہ نئی ہے نہ چھوڑی مردہ ہی نکلتی ہے اور
 اپنے اصل دارنِ عمل میں جس کے لیے وہ فطرتاً پیدا کی گئی ہے نہ کام رہ جاتی
 ہے۔ معاشرہ اور سیاست کا نقصان یہ ہے کہ وہ اہل کدکنوں کے پھیلنے، اہل
 کدکنوں سے کام لیتا ہے اور عصبیت کی آگ میں نہا اور آدمی موادِ خصوصیات
 سیاست اور معیشت کو خراب کر کے رکھ دیتی ہیں۔ اس سلسلہ میں گنتی کی چند
 سائڈ معروفِ عوامین کے نام گانے سے کیا تاڑو۔ دیکھنا تو ہے کہ جہاں کھانا
 کدکنوں کی ضرورت ہے کیا وہاں تمام خواتین منہول ہو چکیں گی؟ ابھی حال ہی
 میں مصر کے سرکاری انگنوں اور تہذیبی اداروں نے شکایت کی ہے کہ وہاں
 بحیثیتِ لہوئی ایک لاکھ دس ہزار عوامین جو مختلف مناسب کام کر رہی ہیں
 بالعموم نا منہول بہت جلد ہی اپنی اداہن کی کارکردگی موقوف کی، نسبت ۵۰
 فیصد سے زیادہ نہیں۔ پھر مصر کے تہذیبی اداروں نے، نام شکایت کی ہے کہ
 عورتوں کے پاس پہچا کر کوئی دائرہ نہیں رہتا۔ مغربی ملک میں جاسوسی کے
 پتھے واقعات پیش آتے ہیں ان میں بھی گونا گوسی نہ کسی طرح عورتوں کا دخل ہوتا
 ہے۔

عورتوں کی تعلیم سے اسلام ہرگز نہیں روکتا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم ان کو دلائی
 جانی چاہئے لیکن چند شرطوں کے ساتھ۔ اولیٰ یہ کہ ان کو وہ تعلیم خاص بخود پہنچی
 جائے جس سے وہ اپنے دائرہِ عمل میں کام کرنے کے لیے ٹھیک ٹھیک تیار

ہدائیں اور ان کی تعلیم لینے والے ہوں جو اور تعلیم کی ہوں۔ دوسرے یہ کہ تعلیم غلط نہ ہو اور خود کو زائد نہ تعلیم گا ہوں میں خود کو ہی سے تعلیم دلوائی جائے۔ غلط تعلیم کے بہک نہایت بڑی ترقی یافتہ ملک میں اس حد تک سامنے آچکے ہیں کہ بہت عقل کے اندھے ہی ان کا انکار کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر ہندو چھوٹے اسی میں، اس کی فکر کی جڑیں جو ان سکولوں میں پڑھتی ہیں، غلط تعلیم کی وجہ سے ہر سال ان سے اس قدر ایک ہزار روپے نکلتی ہیں مگر ابھی یہ شکل اس سے اس قدر نہیں بدلتی ہے لیکن اس غلط تعلیم کے تباہی سامنے ہی آئے شروع ہونے لگے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین نے ایسے اداروں میں کام کیا جائے جو صرف مردوں کے لیے ہی مخصوص ہیں مثلاً زنا تعلیم گا ہیں اور نہ ہسپتال وغیرہ۔

(ترجمان القرآن، جنوری ۱۹۶۶ء)

بے حیائی کے منہ پر اور قانونِ اسلام

سوال :-

یہ اسلامی حکومت خواتین کی بڑھتی ہوئی آزادی کو کتنی سے روکے گی؟ جیسے ان کی دیوالیہ اشخاص ٹریڈ لباس زیب تن کرنے اور فیشن کار ہیں اور جیسے آج کل نوجوان لڑکیاں نہایت ٹیگ منٹ سے سطر لباس اور فیشن ڈیزائن سے مزین اپنے ہر

جواب :-

اسلام معاشرہ کی اصلاح و ترقی میں ایک کامیاب اور نیا نیا دور کے لئے
 سے ہیں۔ یہی تعلیم، انشور و شہادت اور اس کے علاوہ اس کے اندر
 اصلاح میں خاص اہمیت دیتے ہیں۔ لیکن تمام اصلاح کے اشلوں کے بعد اگر
 کوئی غریب یا نادار جائے تو اسلام دینی و مادی اور انسانی تعلیم و ترقی کے لئے
 یہاں تک نہیں کرتا۔ محنتوں کی مراد یہ ہے کہ انسانی اوقاف ایک بہت ہی
 بڑی ہے۔ یہ ہے کہ کوئی بھی اسلامی حکومت، مداخلت نہیں کر سکتی۔ یہ بڑی اگر
 دوسری تعلیم و اصلاح سے درست نہ ہو اس کا اصلاحی کام نہ ہوگا۔ اس
 کو اندرون کے قانون و حکومت سے ملے گا۔ اس کا نام اگر شہری آزادی پر ضرب لگانا ہے
 تو جو لوگوں کو چاہئے کہ وہ عیب کشوں کو سزا دیں دینا بھی شہری آزادی پر ضرب لگانے
 کے مترادف ہے۔ اجتماعی زندگی میں ہر فرد پر کچھ پابندیاں عائد کرتی ہیں۔ ان
 کو اس کے لئے آزاد نہیں چھوڑا جاسکتا کہ وہ اپنے ذاتی رجحانات اور دوسروں
 سے ملنے جانے والوں سے اپنے معاشرہ کو خراب کریں۔

گولڈنڈ (Gold Standard) کے بے اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔
 آرمی (ARMY) قلمیہ تعلیم سے پیشہ ورانہ اپنے دائرہ عمل میں رہ کر کام
 کرے اور قرائن کا نام لے کر قرائن کے غلط طریقے استعمال کرنا چھوڑ دے۔
 (YMCA) عیسائی محنتوں کے بے نہ ملتا ہے مگر کسی مسلمان محنت
 کو اس میں گھسنے کا جرات نہیں دی جاسکتی۔ مسلمان محنتیں اگر چاہیں تو
 (YMCA) بنا سکتی ہیں۔ بشریکہ وہ اسلامی محنتوں میں رہیں۔

میں جو امت اسلامی علیٰ سنیہ کے لیے ہے۔ نیا کاج

(Nullification) اور فراقی (Judicial Separation)

کی ڈگری بھی دولت سے حاصل کر سکتی ہے بشرطیکہ وہ شریعت کے مفاد کے
تواہین کے مطابق اس میں سے کوئی ڈگری دولت سے حاصل کر لے گی ہاں ہر

لیکن طلاق (Divorce) کے اختیارات قرآن نے مرنے والوں کو صرف

مرد کو دیئے ہیں اور کوئی کالوں مردوں کے اس اختیار میں مداخلت نہیں کر

سکتا۔ یہ اہم بات ہے کہ قرآن کا نام لے کر قرآن کے احکامات کو انہیں نبھا سنے

جائے نہیں۔ یہی امت اسلامی تاریخِ عہدِ رسالتؐ سے لے کر اس صدی تک اس

تصور سے نا آشنا ہے کہ طلاق دینے کا اختیار مرد سے منسلک کر لیا جائے

اور کوئی عدالت یا نجائت اس میں دخل دے۔ یہ فکیل عہدِ صحابہؓ سے

چل کر چارے دن سداً جاری ہے اور اس کے رداً دیکھنے والوں نے کبھی

آہستہ آہستہ نہیں دیکھا ہے کہ عہدِ صحابہؓ میں اس قانون طلاق کا پس منظر

(Background) کیا ہے اور وہاں اس کے کتنے بڑے نتائج

دیکھا ہوئے ہیں۔ چارے دن جب گھروں کے کینڈل ٹل کر ہزاروں میں

پہنچ گئے تو لوگوں کو تپ چلے گا کہ خدا کے قوانین میں ترمیم کے کیا نتائج

ہوتے ہیں۔

مردوں پر ایک سے زیادہ شادی کے معاملہ میں اندوئے قانونِ ہند کی

حاکم نے اس میں مداخلت ڈالنے کا حق بھی ایک مرد کی طرف ہے جسے

قرآن کے منہ پر مٹا دیا گیا ہے۔ یہ اس سوانحی میں سے آیا ہے

میں میں ایک ہی وحدت اگر منگوٹھری کی موجودگی میں داشت کے طور پر دکھی جائے تو معرفت کا فرق قابل برداشت ہے بلکہ اس کے عرانی پتوں کے حقوق محفوظ کرنے کی بھی فکر کی جاتی ہے (فرانس کی مثال پارے سے سامنے ہے ، لیکن اگر اسی وحدت سے علاج کر لیا جائے تو جرم ہے۔ گویا مادی پابند ہیں حال کے لئے ہی؟ مرام کے لیے نہیں ہیں۔ سوال ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کی ایک حد سے بھی واقف ہو تو کیا وہ (مقتدر (Mukadder) اختیار کرتا ہے؟ کیا اس کے نزدیک خدا قانون کا جزیرہ توحید قانون مرام ہونے کا موجب و طریق مسخر و حق ہو سکتا ہے؟ اس طرح کے قوانین بنانے کا حاصل اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ مسلمانوں میں زنا کا رواج ٹہرے گا اگر لفظ خداوند و اشتقاق (Mukadder) فروٹا پائیں گی اور دوسری جہی نا پسید ہو جائے گی۔ ایک ایسی سوسائٹی ہوگی جو اپنے خود غافل میں اسلام کی اصل سوسائٹی سے بہت حدہ اور مغربی سوسائٹی سے بہت قریب ہوگی۔ اس صورت حال کے تحت سے جس کا ہی چاہے مصلحت ہو۔ بعض کی مصلحت نہیں ہو سکتی۔

بول ہیرو کا سوال تھا ہے کہ مسلمان عصمت کے ساتھ تو پیدا نہیں ہوتا یہ سوال اگر پیدا ہوتا ہے تو کسی شرک عصمت سے شادی کرنے کے معاہدے یا کسی ایسی عہدائی و بیہودہ عصمت سے شادی کے معاہدے جو اسلامی قانون کے تحت کسی مسلمان سے نکاح کر لے کے بے نیاد و بیہودہ مسلمان مرد اس کے عشق میں مبتلا ہو کر اس قرار کے ساتھ شادی کرے کہ وہ کسی مذہب کا پابند نہ ہوگا۔

یہ کام اگر کسی کو کرنا ہی ہے تو اسے اسلام سے فتویٰ لینے کی کیا ضرورت ہے؟
اسلام میں اپنے ایک پیروکاروں کی اجازت دے؟ ایک اسلامی
حکومت کا یہ کام کب ہے کہ مسلمانوں کی اس طرح پریشادیاں کروائے۔

اگر ایک اسلامی حکومت بھی یوتھ فیسٹیول (Youth Festival)
اور کیمپوں کی لائنوں اور ڈراموں اور رقص و گریو اور مقامی شہر میں سماجی
محور کو کولائے (ایئر کونڈیشنڈ) (Refrigerated) تاکہ مسافروں کے
دل موہنے کی خدمت ان سے لے تو یہی مسلم ہونا چاہیے کہ اسلامی
حکومت کی آخر ضرورت کیا ہے۔ یہ سارے کام تو کفر اور کفر کی حکومت
میں آسانی ہو سکتے ہیں بلکہ زیادہ آزادی کے ساتھ ہو سکتے ہیں۔

سینا، فلم، ٹیلی ویژن اور ریڈیو اور خدا کی پیدا کردہ طاقتیں ہیں جن میں جو کچھ
خود کوئی طرزی نہیں۔ طرزی ان کے استعمال میں ہے جو اسلامی اخلاق کو تباہ کرنے
والے ہے۔ اسلامی حکومت کا کام یہ ہے کہ وہ ان ذرائع کو انسانیت کی
فلاح کے لیے استعمال کرے اور اخلاقی فساد کے لیے استعمال ہوئے گا
عدوانہ بند کر دے۔

ترجمان القرآن جلد ۵۷ - عدد ۴ - جنوری ۱۹۷۷ء

فلسفہ و تصویر

سوال :-

آج کل تصویریں اند نوٹوگرافی کا استعمال کثرت سے ہے۔ زندگی کے تقریباً ہر شعبہ میں ان کا استعمال ایک تہذیبی سہارا بن گیا ہے۔ بازار کی دکانوں میں، مکانوں کے ڈرائنگ روموں میں، مسالوں کے بیرونی پر، انجمنوں کے کالوں میں، طرح طرح کے مراکز میں ٹکاوا ہاشی ہے۔ اس صنعت سے ماخذ ہے، تاہم اسے اندر اچھی اوقات توہم ہندوئی ہم سکھارتی ہے۔ کیا نسوانی تصویریں کو لگا پڑی توہم کے ساتھ دیکھنا گناہ ہے۔

جواب :-

تصویروں کا اشتعال افواج ایک جوئے دم بکریا ہے جو کی صورت اختیار کر گیا ہے جس کا کوئی علاج میرے علم میں اس کے سوا نہیں ہے کہ انہیں بہت لمبی قدامت زندگی میں انہیں واقع ہو اور اس نظام کی تمام کاروائیوں کے داخلوں میں جو جو معاشرے میں تمام شکایت کے بعد کندک دیں۔ جب تک یہ عجب اشتہار ہے، ہر شخص جس حد تک بھی اس سے بچا سکتا ہو بچنے کی کوشش کرے۔ نسوانی تصویریں کے ساتھ بھی وہی نفس بھرا معاشرہ کرنا چاہیے جو خود غور توں کے لیے شریعت نے قدام کیا ہے، کیونکہ جتنی جاگزی صورت کو گور نے اور اس کی تصویر کو دیکھنے کے اثرات و نتائج قریب قریب یکساں

جہ (ترجمہ القرآن جلد ۱۵، صفحہ ۵ - اگست ۱۹۵۶ء)

رثوت اور اضطراب

سوال ۱۔

(۱) حالت اضطراب کیا ہے؟ کیا اضطراب کے میں حالات اور احوال کے لحاظ سے مختلف درجات ہیں؟

(۲) موجودہ حالات اور موجودہ احوال میں کیا کھانوں کے لیے کسی صورت میں بھی رثوت جائز ہو سکتی ہے؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے رثوت کی ایک جامع تعریف بھی بیان کر دیجئے تاکہ معلوم ہو سکے کہ کس قسم کے حالات و رثوت کا تعین کیا جاسکتا ہے۔

جواب ۱۔

اضطراب ہے کہ آدمی کو شریعت کی مقرر کی ہوئی حدود سے کسی حد پر تہم زخمی بنانا یا برداشت نقصان یا تکلیف لاحق ہو۔ اس معاملہ میں آدمی اور آدمی کی قوت برداشت کے درمیان بھی فرق ہے اور حالات اور کے لحاظ سے بھی بہت کچھ فرق ہو سکتا ہے۔ اسی لیے اس امر کا فیصلہ کرنا کہ کون شخص کس وقت کس حالت میں خطر ہے، خود اُس شخص کا کام ہے

جو اس حالت میں مبتلا ہو اُسے خود ہی اللہ تعالیٰ سے ٹکرتے ہوئے اور آخرت کی جوابدہی کا احساس کرتے ہوئے یہ دوائے قائم کرنی چاہیئے کہ آیا وہ واقعی اس مدد پر مجبور ہو گیا ہے کہ خطا کی کوئی حد تو نہ دے ؟

موجودہ حالت ہوں یا کسی اور قسم کے حالات، رشوت لینا تو ہر حال حرام ہے۔ البتہ رشوت دینا صرف اس صورت میں ہی جائز ہے جس وقت کہ اس پر سختی ہو چکی ہو جس کو کسی شخص کو کسی قلم سے اپنا جائز حق حاصل نہ ہو سکا ہو اور اس حق کو چھوڑ دینا اس کو ناقابلِ برداشت نقصان پہنچا ہو اور اس پر کوئی اختیار حاکم ہی ایسا نہ ہو جس سے شکایت کر کے اپنا حق وگولی کر سکیں ہو۔

رشوت کی تعریف یہ ہے کہ ”جو شخص کسی خدمت کا معاوضہ نہ کر دے اسی خدمت کے سلسلے میں اُن لوگوں سے کسی نوعیت کا فائدہ حاصل کرے جن کے سہلکاروں کے ساتھ اس خدمت کے سلسلے میں اُن لوگوں کے معاملات انجام دینے کے لیے وہاں موجود ہے“ قلع نظر اس سے کہ وہ لوگ بدعنوانیت اسے وہ فائدہ پہنچائیں یا نہ پہنچائیں۔ ”جو عہدہ دار یا سرکاری عہدہ دار میں تھکے تھکے کو اس تعریف سے خارج ٹھہرانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ ہر وہ قلم نا جائز ہے جو کسی شخص کو ہرگز نہ ملے اگر وہ اس منصب پر نہ ہوتا۔ البتہ جو شخص آدمی کو خالص شخص بدعنوان کی بنا پر ملے، خواہ وہ اس منصب پر چھوڑا نہ ہو، وہ بلاشبہ جائز ہے۔

(ترجمہ انگریزی، رمضان، شوال ۱۳۷۰ھ، جولائی ۱۹۵۰ء)

اسلام اور دنیا تو گرانی

سوال :-

میں ایک عالم علم ہوں۔ نبیؐ نے جاہلیت اسلامی کے طریقہ کا روح مٹا دیا ہے۔ خدا کے فضل سے مجھ میں نماز اور اپنی وطنی منسوب ہوندا ہوا ہے۔ مجھے ایک زمانے سے دنیا تو گرانی سے گہری فنی دلچسپی ہے اور اس سلسلے میں کافی معلومات فراہم کی ہیں۔ تقریرات کی تبدیلی کے بعد میری وطنی خواہش ہے کہ اگر شرفاً ممکن ہو تو اس فن سے دینی و اخلاقی خدمت لے جائے۔ آپ براہ کرم ارشاد فرمائیے کہ اس فن سے استفادہ کی کیا روش اسلام میں ہے یا نہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہو تو پھر میں واضح فرمائی کہ صورت کار نامہ ہدایہ قریم پر دیکھنا کی بھی کوئی جائز صورت ممکن ہے یا نہیں ؟

جواب :-

میں اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ فیصلی ظاہر کر چکا ہوں کہ دنیا بگائے خود جاتا ہے، لہذا اس کا ناجائز استعمال اس کو ناجائز کر دیتا ہے۔ بیٹھ کے پڑھنا یا جو تصویر نظر آتی ہے وہ دراصل "تصویر" نہیں بلکہ یہ چھائی ہے، جس طرح آئینے میں نظر آیا کرتی ہے، اس سے وہ معلوم نہیں رہتا۔ وہ عکس جو عکس کے اندر ہوتا ہے، خود جب تک کہ عکس کی دوسری چیز پر چھاپ دیا جائے، نہ اس پر تصویر کا الحاق ہوتا ہے، لہذا وہ الگ الگ چیز ہے کسی کام کے لئے

استعمال کیا جاسکتا ہے جن سے ہانڈ بننے کی خاطر شریعت ہی تصور ہر کو حرام کی
 لیا ہے۔ اور جو اسے میرے نزدیک صحیح ثابت ہو خود مباح ہے۔
 جہاں تک اس فن کو پہنچنے کا تعلق ہے، کوئی وجہ نہیں کہ آپ کو اس سے
 منع کیا جائے۔ آپ کا اس طرف بیان ہے کہ آپ اسے دیکھ سکتے ہیں بلکہ
 اگر مفید کاموں میں اسے استعمال کرنے کا ارادہ ہو تو آپ اسے حلال سمجھیں
 کیونکہ قدرت کی طاقتوں میں سے ایک بڑی طاقت ہے، احیاء و چاشت
 میں کہ اسے ہی دوسری فطری طاقتوں کے ساتھ خدمت حق اور مفید طریقے کے
 لیے استعمال کیا جائے۔ خدا نے جو چیزیں دنیا میں پیدا کی ہے، انسان کی بھلائی
 کے لیے اور حق کی خدمت کے لیے پیدا کی ہے۔ یہ ایک بدقسمتی ہوگی کہ
 شیطان کے بندے تو اسے شیطان کا سونے کے لیے خوب خوب استعمال کریں
 اور خدا کے بندے اسے حق کے کاموں میں استعمال کرنے سے ہیز کر سکیں۔
 سبحانہ۔

اب دہم کہ اسلامی اغراض اور مفید مقاصد کے لیے استعمال کرنے کا
 سوال تو اس میں شک نہیں کہ ہر ایسے مباشرتاً، اخلاق، اسلامی، اور
 تہذیبی علم یا علم یا کونسی تہذیبی نظر نہیں آتی جو لاش اور جسمی حیثیت، اور
 تعلیم و علم سے پاک ہوں، انہیں کا اصل مقصد بھلائی کی تعلیم دینا ہو۔ لیکن غور
 سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اس میں بعض ایسی باتیں ہیں کہ کوئی علاج ممکن نہیں
 ہے۔

مثلاً یہ کہ کوئی ایسا مباشرتاً علم یا تہذیبی شکل ہے جس میں محبت کا جو

سے کوئی پادشہ ہو۔ اب اگر محنت کا پادشہ دکھا جائے تو اس کی دو ہی
صحتیں ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں محنت کا ایکٹ ہو۔ دوسرے یہ کہ اس
میں موثر محنت کا پادشہ دکھا جائے۔ شرعاً اس میں سے کوئی بھی جائز نہیں۔
ہے۔

مدم یہ کہ کوئی مداخلتی ڈسٹر بیروں کے ایکٹنگ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اور
ایکٹنگ میں ایک عظیم نشان اخلاقی قرار ہے کہ ایکٹنگ آئے دن مختلف بیرونی
اعداء کے سامنے ہوتا ہے۔ اگر آپ انفرادی طور پر ایکٹنگ کریں تو اس میں توڑی حد
تک کو جیتتا ہے۔ اس طرح جاسے ہم کسی ڈسٹر میں مداخلت کے کاموں کے
اسوی حقائق کی تسلیم و تبلیغ ہی کے لیے کیوں نہ استعمال کریں؟ ہیں یہ حال چند
دشمنوں کو اس بات کے لیے تیار کرنا پڑے گا کہ وہ ایکٹنگ میں گراؤں انفرادی
یکٹر کو دوری۔ میں دوسرے الفاظ میں اپنی شخصیت کی قرآن الہی۔ میں نہیں
سمجھتا کہ مداخلت کے لیے کسی دوسرے مقصد کے لیے اغواء
وہ کتنی ہی پاکیزہ اور ہند مقصد ہو۔ کسی انسان سے شخصیت کی قرآن کا مطالبہ
کیسے کیا جاسکتا ہے۔ جانی، دل، عیش، آرام، ہر چیز تو قرآن کی جاسکتی ہے
اور مقاصد عالیہ کے لیے کی جانی جاسکتی ہے۔ اگر وہ قرآن ہے جس کا مطلب یہ ہے
اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ہی نہیں کیا ہے، بلکہ کسی اور کے لیے اس کا مطالبہ
کیا جاسکتا ہے۔

ان دشمنوں سے میرے نزدیک دنیا کی حالت کو ڈسٹر کے لیے استعمال نہیں
کیا جاسکتا۔ پھر سوال پیدا ہو گا کہ یہ حفاظت اور کس کام میں آئی جاسکتی ہے؟

ہوا تھا بہت بچہ کڑا سے کے سوا دوسری بہت سی چیزیں بھی ہیں جو غم میں دکھائی جا سکتی ہیں، اور ڈرامے کی نسبت بہت زیادہ مفید ہیں۔ مثلاً،
 ہم جغرافیہ غلوں کے تصاویر سے اپنے علوم کو دیکھیں اور اس کے مختلف حصوں کے حالات سے آگاہ وسیع واقفیت ہم پیدا کرسکتے ہیں کہ گواہ دنیا بھر کی سیاحت کرائے ہیں۔ اس طرح ہم مختلف قوموں اور ملکوں کی زندگی کے بے شمار پہلوؤں کو دکھا سکتے ہیں جن سے ان کو بہت سے سبق بھی حاصل ہوں گے اور ان کا نقطہ نظر بھی وسیع ہوگا۔

ہم علم حیئت کے حیرت انگیز معائن اور مشاہدات ایسے دلچسپ طریقوں سے پیش کر سکتے ہیں کہ لوگ شہوانی غلوں کی دلچسپیاں بھول جائیں، اور پھر علم آسمانی سے آگاہ بھی ہو سکتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں پر توحید اور اللہ کی ربوبیت کا کتنا بیحد جاسے۔

ہم ماضی کے مختلف شعبوں کو سینا کے ہر سے ہر اس طرح پیش کر سکتے ہیں کہ عوام کو ان سے دلچسپی بھی ہو، اور ان کی مانتھک معلومات بھی اس سے اور گزیرشوں کے میں شک نہ ہو جائیں۔

ہم صفائی اور عقلائی محبت اور شہریت (ایٹھنوزس) کا تقسیم شہرے دلچسپ انداز سے لوگوں کو دے سکتے ہیں جس سے ہمارے دیہاتی اور شہری عوام کی نفسی صورت ہی وسیع نہ ہوں گی بلکہ وہ دنیا میں انسانوں کی طرح پہلے کا سبق بھی حاصل کریں گے۔ اس سلسلے میں ہم دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کے مفید نمونے بھی لوگوں کو دکھا سکتے ہیں تاکہ وہ ان کے مطابق اپنے گھروں اور اپنی بستیوں اور

اپنے اجتماعی زندگی کو درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں ۔

ہم مختلف صنعتوں کے ڈھنگ ، مختلف کارخانوں کے کام ، مختلف اشیاء کے بننے کی کیفیت ، اور ذراعت کے ترقی یافتہ طریقے سیکھ کے ہر دم سے بدو دکھا سکتے ہیں جس سے ہماری صنعت پیشہ اور ذراعت پیشہ آبادی کے مابین ہم اور مابین کارکردگی میں غیر معمولی اضافہ ہو سکتا ہے ۔

ہم سیکھ کے تجربہ بالوں کا کام بھی لے سکتے ہیں اور اس کام کو اتنا دلچسپ بنایا جاسکتا ہے کہ ان بچہ عوام اس سے نڈاؤ آ کر لیں ۔

ہم اپنے عوام کو فنِ جنگ کی ، پہل ڈھینس کی ، گولہ دار بازی کی ، گولیوں اور گولہوں میں وہابی جنگ لڑنے کی ، اور پوائنٹوں سے ٹھنک کی ایسی تعلیم دے سکتے ہیں کہ وہ اپنے ملک کی حفاظت کے لیے بہترین طریقے پر تیار ہو سکیں نیز ہوائی اور زمینی لڑائیوں کے حقیقی نقشے بھی ان کو دکھا سکتے ہیں تاکہ وہ جنگ کے عمل حالات سے پیشگی باخبر ہو جائیں ۔

۱۰ اور ایسے ہی بہت سے دوسرے مفید انتظامات بنایا جاسکتے ہیں مگر ان میں سے کوئی ٹھوڑی بھی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک کہ ابتداً حکومت کی طاقت اور اس کے لواحق اس کی پشت پر نہ ہوں ۔ اس کے لیے اولین ضرورت ہے کہ ملٹی ہزاری اور عوام کی تعلیم دینے والا نظم یک وقت بند کر دیا جائے کیونکہ جب تک اس شراب کی لذت نبردستی لوگوں سے چھڑاؤ نہ جاسکے گا ، کوئی مفید چیز ان کے منہ کو گھنی لال ہے ۔ دوسری اہم ضرورت ہے کہ ابتداً ہی مفید تعلیمی نظم حکومت کو خود اپنے سر لے

سے تیار کرانے ہوں گے اور ان کو عوام میں عداوت سیٹے کی کوشش کرنی ہوگی، یہاں تک کہ جب اس عداوتی حیثیت سے، غم کا حجاب ہونے لگے گا، تب ہی سچے اس صنعت کی طرف توجہ ہوگا۔
(ترجمہ انفرکان۔ زیر قلم ۱۳۵۰ء۔ مطابق اگست ۱۹۵۲ء)

دعا میں بزرگوں کی حرمت ٹہا جسے تو تسل

سوال :-

میرے ایک بڑے بزرگ نے کہا تھا کہ بھلا فلاں یا بھرتی فلاں کہہ کر خط سے روکا کہنے کا کوئی شرعی ثبوت ہے یا نہیں؟
آپ کے جواب دیا تھا کہ اگرچہ ایسی تحفوت کے ان کے ایک مصلحت سے لیجئے تو ان کے ہمیشہ میں اس کی کوئی اصل معلوم نہیں ہوگی۔
پس اس سلسلے میں ایک ایسی قرآنی اور ایک حدیث میں کیا ہوا
صحیحہ بقول میں آیا کہ آپ کے ارے میں آیا ہے وہاں سے قبل
یَسْتَفْتَحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا۔ یعنی پشت لگائی کے پہلے
پھر ہی کفار کے مقابلے میں فتح کی دعا میں، انکار کے لئے تھے، اس
کی تفسیر میں امام داغش نے ضرورت میں فرمایا ہے اے یستفوتون
اللہ بعثتہ محمد (یعنی پشت لگائی کے بعد بے اللہ کے
مدد مانگتے تھے) وقیل کانوا یقولون انا لکنوع بمحمد

عقیدہ السیّد امّی عہدۃ الاولیاء (اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کچھ لوگوں نے کہنے سے کہیں کو جس طرح تھوڑے کے مقابلے میں محمد علیہ السلام کے درجے سے نہرت لٹائی جائے گی) و قیل یطلبون من اللہ ہذا کورۃ العظماء (اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ آپ کے درجہ اللہ کے ساتھ ملتے تھے)۔

ترمذی شریف کے اہم باب القدمات میں ایک حدیث میں فرمایا حدیث بروی ہے کہ ایک، بنی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ میری تکلیف کو دور کر دے۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں دعا کروں کہ اللہ میرے لئے ہرگز میرے دعا کرے۔ میرے ہرگز سے اس نے عرض کیا کہ آپ دعا فرمائیں۔ آپ نے اسے اچھی طرح دھڑکاتے لاکھ دیا اور دعا پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ اللہم انی استسئذ و اتوجه الیک بنہدیک معصود منی الرجاء۔ الی نحو ہذا ہذا الی فیہ دل حاجت عہدۃ انقضی لی۔ اللہم انی اطلبہ لی۔ (غرض ان میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ سے دعا کرنے ہوں اور میری طرف توجہ کرتے ہوں۔ میں نے اپنی اس حاجت کے لیے اسے ہرگز میری طرف توجہ کی ہے تاکہ تقریری حاجت بروی کو دے۔ پس اسے اللہ امیر سے حق میں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت قبول فرما)۔

کی اس آیت اور اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ دنیا
 میں ہر سب سے زیادہ زمین کا مال و خزانہ "طریقہ حق" اور سب سے زیادہ
 صحیح اور جائز ہے ؟
 جواب :-

آیت مذکورہ کا یہ مطلب میرے نزدیک صحیح نہیں ہے کہ جوئی یا حضرت
 علیؑ اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل آپ کے کوئلے سے کتاب کے مقابلے
 میں صحیح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے جو امام اہل بیت
 کے پیچھے وہ اقوال سے بھی چلتا ہے اور میں کی تائید معتمد و اہل بیت سے بھی
 ہوتی ہے۔ اعدادہ ہے کہ حضورؐ کی بعثت سے پہلے جوئی اور شیعی لوگوں
 کو بنا پر جو آپ کے متعلق ان کی کتابوں میں موجود تھیں، "دعائیں مانگا کرتے
 تھے کہ وہ نبی آئے اور پھر اس کی بدولت میں کفار پر تلید حاصل ہو چنانچہ
 ابن ہشام کہہ دیتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے موقع پر جیسے پہلی مرتبہ مدینہ
 کے چند لوگوں سے نبی علیؑ اللہ علیہ وسلم کی فتاوت ہوئی اور آپ نے ان کے ساتھ
 اسلام پیش کیا تو وہ آپ میں کہنے لگے "یا قوم تعبدوا و اعلموا انہم انہم انہم انہم
 تو قد کذبہم الیہود فلما فسقتم لکم (۲ ج ص ۲۸) "لو کہہ جان لو کہ
 بخلاہ وہی نبی ہے جس کی آمد کا خوف تم کو جوئی رہا کرتے تھے۔ پس
 یہ سب جو سنے اپنے کتاب سے پہلے وہ اس کے پاس پہنچ جائیں۔ پھر آگے
 چلی کہ ابن ہشام اسی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تصدیق مدینہ کے کتب سے
 انہوں نے کہا کہ قول نقل کرتے ہیں :

نينا والله وفيهم نزلت هذه القصص . كنا قد علمونا هم
ظهورا في الجاهلية ونحن اهل الشريك وهم اهل كتاب . فكانوا
يقولون لنا ان نبينا يبعث الاخوان تبعه . قد اكل زمانه . فنتكلم
معه فكل عام واربعم . فلما بعث الله رسوله صلى الله عليه وسلم
من قولنا فاتبناه وكفروا به .

یعنی ” آیت ہمارے اہل بیویوں کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے ۔
جاہلیت میں یہاں پر غالب ہو گئے تھے اور ہم اپنی شرک تھے بعدہ اپنی
کتاب ۔ پس ہم سے وہ کہا کرتے تھے کہ تم عرب ایک ہی قوم ہو گئے
وہ ہے جس کی آمد کا وقت آچکا ہے ۔ ہم اس کی قیامت کا اس طرح دیکھ
گئے جیسے وہ ہم مارے گئے ۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ
عہ وسلم کو فرشتے سے بعث کیا تو ہم نے آپ کی پیروی اختیار کر لی اور ایمان
لے آپ کا انکار کر دیا :“

یہی جامع ترمذی کی وہ حدیث ہے کہ آپ نے نقل فرمائی ہے تو اس کا معنی
تو آپ ہی تبار ہے کہ اسناد عینی صلی اللہ علیہ وسلم سے کی گئی کہ آپ کا فرشتہ
اسات سے حمایت فرمائے کہ اچھا تو اللہ سے دعا کرو کہ ” خطا میں تیرے بی“
کے واسطے سے تیرے حضور اپنی حاجت سے کہ آیا ہوں ۔ تو میرے حق میں
اپنے بی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سندش قبول کر :“ اس کے معنی معنی میں کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس کے حق میں دعا فرمائی اور اس سے بھی فرمایا
کہ میرے واسطے سے تو بھی اپنی حاجت طلب کر اور میری سندش قبول کیے

جانے کی بھی دعا مانگ . یہ تو دعا کی بالکل ایک فطری صورت ہے . اس کی مثال بالکل اتنی ہے کہ جیسے کوئی شخص لمحہ سے لپکے کر اعلانِ حاکم کے پاس پہنچ کر میری سفارش کروا دے اور میں سفارش کرنے کے ساتھ ساتھ اس شخص سے بھی کہوں کہ تو خود بھی حاکم سے عرض کر کہ میں انہیں سفارش بنا کر لایا ہوں ، آپ ان کی سفارش قبول کر کے میری حاجت بخبری کر دی . یہ معاملہ افسوس ہے ، اس کے برعکس یہ ایک بالکل دوسرا طریقہ معاملہ ہے کہ کوئی شخص لمحہ سے اجازت لیے بغیر خود ہی حاکم کے پاس پہنچ جائے اور اپنی درخواست بھی چاہے میز پر واسطہ دے کر پیش کر دے . اس دوسری صورت کو آخر پہلی صورت پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے ؟ دراصل پہلی صورت کی پیش کرنا اور اس سے جو دوسری صورت کا نکلنا خدمت نہیں . دوسری صورت کا جواز ثابت کرنے کے لیے تو حضورؐ کا کوئی ایسا قول بنا چاہیے جس میں آپؐ نے اپنے تمام لیے اللہ کو عام اجازت مرحمت فرمائی ہو کہ جس کامی چاہے اپنی ہر حاجت میز پر واسطہ دے کر پیش کرے طلب کرے .

(ترجمہ القرآن . جلد اولیٰ ص ۴۵۲ . فردوسی ص ۲۵۲)

مذہب و تیار اور اعیانِ ثواب

سوال ۱۔

براؤں کم مذہب و تیار اور اعیانِ ثواب کے جوہات عنایت فرمائیے ۔

(۱) خداوند تبارک و تعالیٰ کی طرف سے کیا ہے ؟

(ج) کیا ایک خداوند تبارک و تعالیٰ کے ہاتھ میں اپنا ہی پروردگار کرنا

ہے جس کے بارے میں کسے یقین ہو کہ اس کا خداوند تبارک و تعالیٰ کی مشیت

ناقصہ کا تعریف ہی آتا ہے ؟

جواب ۱۔

(۱) تیار جو خداوند تبارک و تعالیٰ کے لیے کی جائے " بالکل جائز اور صحیح

اور ثواب ہے ۔ اور اگر کوئی انسان فی سبیل اللہ کھائے یا پیوے یا بیچے کی

صحبت میں اس شخص کے لیے کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما کر اسے

کسی متولی حوزہ کی ضرورت غور سے یا اس انسان کا ثواب اس حوزہ کو ملے گا تو

یہ بڑے خود اس نسل کو جائز نہیں کہ جانتا رہے اس کا حوزہ کے لیے نافع ہونا تو

اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے " وہ چاہے تو اس کے لیے نافع ہووے یا نہ

واللہ اعلم کہنے والے کے لیے تو ہر حال نافع ہو گا ہی ۔ اگر خداوند تبارک و تعالیٰ

اپنی بدل جہادت کر کے آدمی یہ دعا کرے کہ اس کا ثواب اُس کے کسی متولی

بزرگ کو پہنچ جائے تو اس میں اختلاف ہے کہ آیا اعیانِ ثواب کی شکل میں بدست

ہے یا نہیں ۔ بعض اللہ کے نزدیک بدست ہے اور بعض کے نزدیک بدست

نہیں ہے۔ میں متعدد شرعی دلائل کی بنیاد پر فرما کر سکتا ہوں کہ تریح دیتا ہوں۔
 اگر کوئی ایسا بدعتی عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے کی جائے اللہ ہندو کی دین
 میں سے کسی کو اس طرح کے بے اس کا ثواب عطا کیا جائے گا وہ ہندو
 اس ہندو سے خوش ہوں اللہ اللہ تعالیٰ کے دلوں میں یہ سمجھنے والے کے معافی
 میں جائیں تو یہ ایک ایسا مشتبہ فعل ہے جس میں جو اردو عجم جو ان کے گناہ اور گناہ
 ملک کی سرحدوں ایک دوسرے کے ساتھ خطاط ہو جاتی ہے اللہ میں کسی پر رگ
 آدمی کو یہ مشورہ نہ دینا کہ وہ اپنے آپ کو اس طرح سے بنائے۔

وہ کہہ دیا کہ اسے جو مرنا کسی ہندو کے نام پر پکارتے جاتے ہیں اللہ
 جن کے متعلق الفاظ مرنا، کہا جاتا ہے کہ ان ہندو کی بنیاد ہے 'اللہ
 جن کے متعلق پکارتے دے کی نیت بھی یہی ہوتی ہے کہ ایک نفاذ ہے
 جو کسی ہندو کی روح کو بچا ہوا ہے، اللہ میں سے متعلق ہندو میں طرح
 طرح کے آداب مقرر ہیں اللہ بے مرنی کی مختلف شکلیں منوع قرار پاتی ہیں اللہ
 ان بنیادوں کی برکات اللہ لواؤ کے متعلق گہرے مضامین پکارتے جاتے ہیں تو
 لہذا ان کے مرام اللہ گناہ ہونے لگے مگر عقیدہ تو حیدر کے خلاف ہونے میں کوئی
 شک نہیں ہے۔

(ب) اگر مرام تدریس معاش رکھنے والا شخص کسی دکان سے کوئی چیز
 خریدتا ہے تو وہ دکاندار کے لیے اس کے بیچنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔
 دکاندار کے پاس میں دیکھتے سے قیمت بیچنے کی وہ معلوم ہے۔ گند کی اور درست
 پیسے میں ہیں بلکہ کسب معاش کے طریقہ یہی ہے۔ جس شخص کے پاس مرام

نہایت سے پیارا ہے۔ وہ اسی کے لیے مرام ہے۔ دوسرے شخص کو کہہ دیجیے
مگر محال ہوتے سے پہلے تو اس کے مرام پر نہ کی کوئی وجہ نہیں ہے۔
درمیان انفرکان۔ ذی القعدة ۱۳۶۱ھ۔ گشت ۱۳۵۲ھ

نہایت کی قصور و تقصیر

اگرچہ کہ یہ ایک کفر ہے مگر اس نے تو خود ہی کا کفر ہی کہتی ہے۔ وہ
فقہائے ائمہ ہیں۔ اس کے کہی کا ابتداء ہی کہتے ہیں۔ اسی سے اسے وہی کے
بیمبایب اجتہادات کھنکھاتی آتے ہیں۔ یہ ساری کفر کے مرام میں ہم فتنہ
وہم و حیرت کا ایک عداوت کی نڈ سے لام بکشت بھی اس بات کے خلاف ہیں کہ جو شخص
کسی مقام پر چاروں را اس سے زیادہ غیور ہے کہ اولاد دیکھتا ہو اسے یہی نہایت
چاہیے۔ حضرت ابی ہاشم اور حضرت علیؑ کا مسلک ہے کہ ذی القعدة اس سے
زیادہ غیور ہے کہ نیت ساز کو تقیم نہ دیتی ہے۔ لام بکشت ہی کہتے ہیں کہ ہمارا
پندہ و دل کی حد مقرر کرتے ہیں۔ ۱۴۔ اسلام میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہے
کہ اپنے شوہر سے باہر چلا کر کسی دوسرے مقام پر کوئی شخص چاہے بیٹوں اور بیویوں
سے گروہ داری نہ ہے ۱۵۔ انفرکان نہ ہے ۱۶۔ انہ فقہوں نے نہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی
آدمی کو مقام پر اس طرح رکھا جائے کہ ہر وقت اس کے گھر چلے جائے یا مکان پر
اور غیور نے نہایت بد ہو تو غلام و باند اسے بیٹوں رکھا جائے۔ یہ بھی غیور کا
ہے۔ اپنی رنجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس میں چندہ دن اور چلنے کے

موقع پر کئی شخصوں نے قمر فرخ (مسند احمد و ابوداؤد) اور انہی وجوہ سے صحابہ کرام کا منکر اندہ جان کی جہم میں مدھ پیچے قمر کرنا شروع کیا۔ (مسند احمد)

یہ بات بھی سخت حیرت انگیز ہے کہ لوگ نماز کی قضا کے قائل نہیں ہیں۔ علامہ حیزہ حضرت احمد ریش سے ثابت ہے کہ احتمام فقہانے اسلام بالاتفاق اس کے قائل ہیں۔ پھر یہی اسلام صحیح میں کوئی ایک قادی ذکر فقیر بھی اس کا قائل ہیں ہر اسے کہہ دے کہ قضا تو واجب ہے اگر نماز کی قضا واجب نہیں۔ پھر یہی اسلام صحیح اور انورہ ابن ابی حمزہ قرطبی اللہ سند احمدی متعدد احادیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نماز کو قضا میں پھول جائے سو تاناہ جائے اور نماز کا وقت ٹھیک ہو تو جس وقت بھی اسے یاد آئے یا وہ بیدار ہو اسے وہ چھوٹی ہوئی نماز پڑھ لینی چاہیے۔ یہ تو ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآنی حکم۔ مگر آپ کا اپنا فعل، تو ابو سعید خدریؓ، ابوہریرہؓ، عبد اللہ بن عمرؓ اور ابن ابی حنیس سے متعدد واقعات مسند احمد، بخاری، مسلم اور نسائی میں مشغول ہیں میں یہ وہ بتا سکتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا بے چھوٹی ہوئی نماز ہی ادا کی ہے۔

ایک طرف میں بات بھر میں کہ اگر وقت میں تاخیر سے پڑا دیا گیا اور کھڑے ہی سب پڑھنا غالب ہو گئی۔ یہاں تک کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گاری سے لوگ بیدار ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان دلوں کو امانت کے ساتھ تمہاری نماز ادا کی غرضہ خندق میں ایک صفہ مصر کی نماز قضا ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کے وقت ادا کی۔ اور ایک احمدی ایسی غزوہ میں ظہر و عصر اور

مغرب کی نزاری قندھار میں آمد ایسے وقت یہ قیوں نزاریں ہوا کی گیلیں جب کہ قندھار
 اور قندھار شروع ہوا تھا۔ اس کے بعد یہ کہنے کی کیا گتہا تھی وہ جانی ہے کہ چنانچہ
 چھٹ گئی وہ صحت ہے ؟

(ترجمہ القرآن - سورۃ النور ۲۴)
